

راہِ سلوك کے آداب اور حقوق شیخ

شیخُ الْعَرَبِ وَالْعَجَّمِ
عَارِفٌ بِاللَّهِ مُحَمَّدٌ دِرْزَانَهُ حَضَرٌ مُوْلَى إِلَامَشَاهٍ
حَكِيمٌ مُحَمَّدٌ سَادَةُ الْأَخْرَى هُنَّ رَحْمَةُ اللَّهِ لِلنَّاسِ
(حضرت والا عَزَّلَهُ کی جملہ تصانیف سے مضامین تصوف کا انتخاب)

اَكْرَانُ الْيَقْنَى الْخَرَجَةُ
hazratmeersahib.com

ضروری تفصیل

نامِ کتاب: راہِ سلوک کے آداب اور حقوقِ شیخ

صاحبِ مفہومات: شیخ العرب و الجم عارف بالله مجدد زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

موضوع: مقصدِ تصوف، شیخ کے حقوق اور آداب، آدابِ خانقاہ،

راہِ سلوک میں شیخ کی محبت اور عظمت کا مقام،

ولایت کے منافی اعمال، تصوف کی راہِ اعتدال

جامع: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب عَزَّوَ الْجَلَّ

خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا عَزَّوَ الْجَلَّ

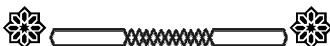
مرتب: سہیل احمد

اشاعتِ اول: شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق جون ۲۰۰۲ء

ادارہ تالیفات اختریہ

ناشر:

بی ۳۸، منڈہ بلاج ہاؤ سنگ سوسائٹی، گلستان جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



عرضِ مرتب

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

فَهُنَّا كُلُّهُمْ وَآتَاهُمْ وَآتَهُمْ عِنْ أَمَّا بَعْدُ

پیشِ نظر کتاب مرشدی و مولائی عارف باللذیغ العرب و الحجۃ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب عہد اللہ کی تصنیف سے منتخب کردہ ان مضامین کا جمجمہ ہے جو تصوف کے آداب اور شیخ کے حقوق سے متعلق ہیں۔ تصوف بہت سے لوگوں کے نزدیک ایک لا یعنی چیز ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے تصوف کی کیا ضرورت ہے؟ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے نزدیک تصوف سے دین کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس موضوع پر مجھ جیسا کم علم کیا عرض کرے، اس دور کے عظیم محقق اور عرب و عجم کی متقدمة علمی شخصیت حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی عہد اللہ (المعروف علی میان ندوی) کی ایک تحریر سے کچھ اقتباسات پیش کرتا ہوں جو آپ نے تصوف کی ایک کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرمائے تھے، فرماتے ہیں:

”تصوف کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ جہاں تک اس کے مقصد و حقیقت کا تعلق ہے وہ ایک متفق علیہ اور بدیہی حقیقت ہے لیکن اس کو دو چیزوں نے نقصان پہنچایا: ایک، وسائل کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لینا، دوسرے، اصطلاحات پر غیر ضروری حد تک زور دینا اور اس پر بیجا اصرار کرنا۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اخلاص و اخلاق ضروری ہیں یا نہیں؟ یقین کا پیدا ہونا مطلوب ہے یا نہیں؟ فضائل سے آراستہ ہونا اور رذائل سے پاک ہونا، حسر، کبر، ریا، بغض اور کینہ، حب مال، حب جاہ اور دوسرے اخلاقِ ذمیہ سے نجات پانہ، نفس امارہ کی شدید گرفت سے خلاصی پانا کسی درجہ میں ضروری یا مستحسن ہے یا نہیں؟ نماز میں خشوع و خضوع، دعا میں تضرع و ابہال کی کیفیت، محاسنِ نفس کی عادت اور سب سے بڑھ کر اللہ رسول ﷺ کی محبت، حسی حلاوت ولذت کا

حصول یا کم سے کم اس پر شوق و اہتمام، صفائی معاملات، صدق و امانت اور حقوق العباد کی اہمیت اور فکرِ نفس پر قابو رکھنا، خصہ میں آپ سے باہر نہ ہو جانا کسی درجہ میں مطلوب ہے یا نہیں؟ تو ہر سلیم الفطرت انسان اور خاص طور پر وہ مسلمان جس کی آنکھوں پر تھبب کی پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے، یہی جواب دے گا کہ یہ چیزیں نہ صرف مستحسن بلکہ شرعاً مطلوب ہیں اور سارا قرآن اور حدیث کے فسروں کی ترغیب و تاکید سے بھرے ہوئے ہیں لیکن اگر کہا جائے کہ انہیں صفات کے حصول کا ذریعہ وہ طریق عمل ہے جس کو بعد کی صدیوں میں ”تصوف“ کے نام سے پکارا جانے لگا تو اس کے سنتے ہی بعض لوگوں کی پیشانی پر شکن پڑ جائے گی، اس لئے کہ اس اصطلاح سے ان کو وحشت اور اس کے بعض برخود غلط علمبرداروں کے متعلق ان کے تجربات نہایت تلخ ہیں۔ ان کے حافظہ میں اس وقت وہ واقعات اُبھر آتے ہیں جو ان کو (ایسے لوگوں کے ساتھ) معاملہ کرنے پر یا ان کو قریب سے دیکھنے پر ان کے ساتھ پیش آئے۔

لیکن یہ صرف تصوف ہی نہیں ہر علم و فن، اصطلاحی دعوت اور ہر نیک مقصد کا حال ہے کہ اس کے حاملین و عاملین میں اور اس کے داعیوں اور دعویداروں میں اصلی و مصنوعی، محقق وغیر محقق، پختہ و خام، یہاں تک کہ صادق و منافق پائے جاتے ہیں اور ان دونوں نمونوں کی موجودگی سے کوئی حقیقت پسند انسان بھی اس ضرورت کا منکر اور سرے سے اس فن کا مخالف نہیں بن جاتا۔ دنیاوی شعبوں کا حال بھی یہی ہے کہ تجارت ہو یا زراعت، صنعت یا ہنر، ہر ایک میں کامل و ناقص، رہبر و رہنمندوں پائے جاتے ہیں، لیکن دین و دنیا کا نظام اسی طرح چل رہا ہے کہ آدمی اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور ناقصوں یا مدعاویوں کی وجہ سے اس دولت سے محرومی اور اس مقصد سے دست برداری اختیار نہیں کرتا اور کسی اصطلاح سے عدم اتفاق کی وجہ سے وہ اصل حقیقت کو نہیں ٹھکرا تا، شاعر نے صحیح کہا ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

غزوں کو مطلب ہے گہر سے کہ صدف سے

تصوف کے سلسلے میں دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو تمام اجزاء کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرتا ہے لیکن جب اس کے مجموعہ کو کوئی نام دیا جاتا ہے تو وہ اس سے انکار کر دیتا ہے، ہم نے اوپر جن مقاصد و صفات کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً سب لوگوں کو علیحدہ تسلیم ہیں لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے (کسی وجہ سے) اس کے مجموعہ کا نام ”تصوف“ رکھ دیا ہے تو فوراً تیوری پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تصوف کو نہیں مانتے اور تصوف نے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ اگر کوئی اسی حقیقت کا نام بدل کر پیش کرے اس کو قبول کر لیتا ہے مثلاً کہا جائے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا نام **تذکیہ**، حدیث شریف کی اصطلاح میں اس کا نام **احسان** اور بعض علماء متاخرین کی اصطلاح میں اس کا نام **فقہ باطن** ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اور یہ سب چیزیں منصوص ہیں۔

اگر ہمارے اختیار کی بات ہوتی تو ہم اس کو (بجائے تصوف کے) تذکیہ و احسان کے لفظ سے یاد کرتے اور تصوف کا لفظ ہی استعمال نہ کرتے لیکن اب اس کا معروف نام بھی پڑ گیا ہے۔ محققین فہرست نے ہمیشہ مقاصد پر زور دیا ہے اور وسائل کو سائل ہتھی کی حد تک رکھا۔ ہم نے جن بزرگوں کا زمانہ پایا اور ان کی خدمت میں پہنچنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کو دیکھ کر تصوف کے قائل اور معتقد ہوئے، ان میں ہم نے تصوف و طریقہ ہی کا نہیں دین و شریعت کا لب لب پایا۔ ان کے اخلاقِ اخلاق نبوی ﷺ کا پرتو، ان کے معاملات و اعمال اور ان کی زندگی شریعت کے ساتھ میں ڈھلی ہوئی اور اس کی ترازوں میں تلی ہوئی دیکھی۔ ان کو ہمیشہ مقاصد و وسائل کے درمیان فرق کرتے ہوئے اصطلاحات سے مستغنی ہو کر اور اکثر ان کو فراموش کر کے حقائق پر زور دیتے ہوئے دیکھا، رسوم سے بے پرواہ بیگانہ اور بدعتات کا سخت خالف اور منکر پایا، ان کے اتباع سنت کا دائرہ صرف عبادات نہیں بلکہ عادات و معاملات تک وسیع اور محیط پایا۔ ”انہی کلامہ۔ (از اکابر کا سلوک و احسان: شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص ۹)

تصوف کیا ہے؟

علم القلب، علم الاخلاق، احسان، سلوک، تصوف، طریقت اور تزکیہ نفس، یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ قرآن و سنت میں اس کے لئے زیادہ تر **احسان** کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور ہمارے زمانہ میں لفظ **تصوف** زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب عین اللہ علیہ الرحمۃ الرحمیۃ فرماتے ہیں کہ ابو بیحیٰ زکریا انصاری شافعی عین اللہ علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے فرمایا کہ تصوف کی اصل ”حدیث جربیل“ ہے (مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ)، چنانچہ تصوف احسان ہی کا نام ہے۔ حضرت امام ربانی تطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

((عِلْمُ الصُّوفِيَّةِ عِلْمُ الدِّينِ ظَاهِرًا وَبِأَطْنَاءِ وَهُوَ الْعِلْمُ الْأَعْلَى حَالُهُمْ إِصْلَاحُ الْأَخْلَاقِ وَدَوْمُ الْأَفْتِقَارِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى، حَقِيقَةُ التَّصَوُّفِ الْتَّتَخلُّقُ بِالْخُلُقِ اللَّهُ تَعَالَى وَسَلْبُ الْإِرَادَةِ وَكُونُ الْعَبْدِ فِي رِضَاءِ اللَّهِ تَعَالَى شَانُهُ... أَخْلَاقُ الصُّوفِيَّةِ مَا هُوَ خُلُقُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقُولِهِ إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ وَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيثُ... اَخْ))

ترجمہ: صوفیاء کا علم نام ہے ظاہر و باطن علم دین کا اور قوت یقین کا، اور یہی اعلیٰ علم ہے۔ صوفیاء کی حالت آخلاق کا سنوارنا اور ہمیشہ خدا کی طرف لوگائے رکھنا ہے۔ تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے آخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادے کا چھپ جانا ہے اور بندے کا اللہ تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے۔ صوفیاء کے آخلاق وہی ہیں جو جناب رسول مقبول علیہ الرَّحْمَةُ الرَّحِیْمُ کا خلق ہے حسب فرمانِ خداوندی کہ بیشک ترم بڑے خلق پر پیدا کئے گئے ہو، اور جو کچھ حدیث میں آیا ہے اس پر عمل آخلاق صوفیاء میں داخل ہے۔

(از اکابر کا سلوک و احسان: شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب عین اللہ علیہ الرحمۃ الرحمیۃ، ص ۲۶)

تصوف کی ضرورت و اہمیت

”امداد الاحکام“ کے مقدمہ میں (ص ۷۳ پ) تحریر ہے کہ جس طرح ہر مردو

عورت پر اپنے اپنے حالات و مشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرض ہے اور پورے فقه کے مسائل میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا اور مفتی بننا سب پر فرض نہیں بلکہ فرضِ کفایہ ہے، اسی طرح جو اخلاقِ حمیدہ کسی میں موجود نہیں انہیں حاصل کرنا اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے جتنے علم پر موقوف ہے، اس علم کا حاصل کرنا فرضِ عین ہے اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے، یہ فرضِ کفایہ ہے۔ (مقدمہ مداد الاحکام۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی: ص ۲۷)

کوئی بھی عبادت نماز، حج وغیرہ جو محضِ ریا کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لئے کی جائے عبادت نہیں رہتی، اور تجارت و مزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے مگر حکمِ خداوندی کی تعمیل میں اللہ کی رضا کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت و مزدوری باعثِ اجر و ثواب اور عبادت بن جاتی ہے۔ یہ ریا اور اخلاص ہی کا کرشمہ ہے جس نے عبادت کو دنیاداری اور دنیاداری کو اللہ کی عبادت بنادیا ہے، یہی مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا کہ اَنَّمَا الْأَحْمَالُ بِاللَّيْلَاتِ (تمام اعمال کا ثواب غیتوں پر موقوف ہے) (ایضاً: ص ۳۹)

واقعہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

تصوف کی حقیقت کو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ نے ”آپ بیت“ میں

ایک دلچسپ واقعہ کے ساتھ اس طرح تحریر فرمایا ہے:

”ایک مرتبہ ۱۰ بجے صبح کو میں اور اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا، مولوی نصیر نے اور جا کر کہا کہ ”رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن آئے ہیں، رائے پور جا رہے ہیں، صرف مصالحہ کرنا ہے۔“ میں نے کہا جلدی بلا و۔ مرحوم اور چڑھے اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصالحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا کہ رائے پور جا رہا ہوں اور ایک سوال آپ سے کر کے جا رہا ہوں اور پرسوں صبح واپسی ہے، اس کا جواب آپ سوچ رکھیں، واپسی میں جواب لے لوں گا، وہ سوال یہ ہے کہ یہ تصوف کیا بلاء ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے

مصادفہ کرتے کرتے یہ جواب دیا کہ صرف صحیح نیت، اس کے سوا کچھ نہیں، جس کی ابتداء **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْغَيَّبَاتِ** سے ہوتی ہے اور انتہاء آنے تبعید اللہ کا نکل تراہ ہے۔ میرے اس جواب سے ان پر سکتہ طاری ہو گیا اور کہنے لگے دلی سے یہ سوچتا آ رہا ہوں کہ ٹو یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض کروں گا اور یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض، اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ میں نے کہا کہ جاؤ! تانگے والے کو بھی تقاضا ہو گا، میرا بھی حرج ہو رہا ہے، پرسوں تک اس پر اعتراض سوچتے رہنا۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ دن میں لمبی بات کا وقت نہیں ملنے کا، لمبی بات مغرب کے بعد ہو سکے گی۔“

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْغَيَّبَاتِ، سارے تصوف کی ابتداء ہے اور آن تبعید اللہ کا نکل تراہ، سارے تصوف کا منتهاء ہے۔ اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں۔

حضوری گر ہی خواہی ازو غافل مشو حافظ

مَثْنَى مَا تَلَقَّ مِنْ تَهْوَى دَعَ اللَّهُيَا وَ أَمْهَلُهَا

میں نے کہا مولوی صاحب! سارے پاپڑ اسی کے لئے پیلے جاتے ہیں، ذکر بالجھر بھی اسی واسطے ہے، مجاہدہ اور مرافق بھی اسی واسطے ہے اور جس کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے کسی بھی طرح یہ دولت عطا کر دے اس کو کہیں کی بھی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیاء اثر سے ایک ہی نظر میں سب کچھ ہو جاتے تھے اور ان کو کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس کے بعد اکابر اور حکماء امت نے قلبی امراض کی کثرت کی بناء پر مختلف علاج جیسا کہ اطباء بدنسی امراض کے لئے تجویز کرتے ہیں، روحانی اطباء نے روحانی امراض کے لئے ہر زمانے کے مناسب اپنے تجربات جو اسلام کے تجربات سے مستبط تھے نئے تجویز فرمائے ہیں جو بعضوں کو بہت جلد نفع پہنچاتے ہیں، بعضوں کو بہت دیر لگتی ہے۔ اور جیسے شیخ کے ساتھ محبت اس سلسلہ میں ضروری ہے ایسے ہی شیخ کی ناراضی اس میں سم قاتل ہے۔“ انتہی کلامہ (آپ بیت حصہ اول، ص ۵۸)، (اکابر کا سلوك و احسان: ص ۹۳)

احسان کیا ہے؟ حضرت پھولپوری قدس سرہ کی تقریر

((مَا إِلَّا حُسْنٌ قَالَ أَنَّ تَعْبُدَ اللَّهَ كَانَكَ تَرَأْ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَكَ))

(صحیح البخاری: (قدیسی)، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۲)

احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ گویا اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہو، اور یہ گویا اس لئے ہے کہ تم اللہ کو دیکھ سکتے نہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً تم کو دیکھ رہے ہیں، پس گویا کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ فَإِنَّهُ يَرَكَ میں فالتعلیل کے لئے ہے اور یہی تحقیق حضرت مولانا گنگوہی عزیز اللہ یہ کی ہے۔ میرے استاذ حدیث مولانا ماجد علی صاحب جونپوری عزیز اللہ نے حضرت مولانا گنگوہی عزیز اللہ سے حدیث پڑھی تھی، فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی عزیز اللہ نے فرمایا تھا کہ اس حدیث میں بعض شراح محدثین نے اخلاص کے درجہ بیان کئے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، ان حضرات سے اجتہادی چوک ہو گئی ہے۔ فالتعلیل کے لئے ہے یعنی ایسی غلامی کرو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں، جب اس خیال کا استحضار ہو گا اور اس دھیان سے عبادت ہو گی تو عبادت ریاسے پاک ہو گی، جب اللہ کی عظمت سامنے ہو گی غیر کی شرکت ممکن نہیں۔ اُس وقت یہ عبادت ظاہراً اور باطنًا خوبصورت اور خوب سیرت ہو جاوے گی۔ اسی حسن کا مفہوم احسان کے حروف میں داخل ہے إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ اللہ ساتھ ہے جو عبادت کو سنوار کردا کرنے والے ہیں، کیونکہ احسان کے معنی حسین بنادینے کے ہیں، احسان اعمال کو حسین بنادیتا ہے یعنی قبل قبول بنادیتا ہے۔ (از معرفت الہیہ)

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا ارشاد

فرمایا کہ وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوف کا، یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہوتا ہے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے، اسی سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، اسی سے باقی رہتا ہے اور یہی چیز اس کو بڑھانے والی ہے۔

تصوف کی حقیقت فنا نیت ہے: میرے شیخ حضرت والا عین اللہ نے فرمایا کہ ”علامہ سید سلیمان ندوی عین اللہ ایک زمانہ میں تصوف کا مناق اڑاتے تھے کہ تھانہ بھون میں کیا ہوتا ہے، وہاں جانے سے کیا ملتا ہے وغیرہ۔ ایک دن مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی عین اللہ نے ایک شعر لکھ دیا کہ مولانا کب تک علم کے مطالعہ میں رہو گے۔

| | |
|-------------------------|-----------------|
| قال را بگذار مرد حال شو | پیش مرد کامل شو |
|-------------------------|-----------------|

قال یقول کی تعلیل کب تک نکالتے رہو گے، اپنی علت نکالو۔ جاؤ، کسی مرد کامل کے سامنے اپنے کوفنا کر دو۔ یہ خط پڑھتے ہی ان کے دل پر چوٹ لگ گئی۔ وہ سید سلیمان ندوی جن کے علم کا غلغلهٴ شرق و غرب میں مچا ہوا تھا اور ہندوستان کے علماء کے نزد یہ ان کا بلند مقام تھا، تھانہ بھون آئے، مجلس میں بیٹھے، آخر میں ایک سوال کیا کہ حضرت! تصوف کس چیز کا نام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ ہی سے فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے، البتہ جو اپنے بزرگوں سے سنائے اسی سبق کی تکرار کرتا ہوں یعنی اسی کو دوبارہ دھرا تا ہوں۔ وہ کیا سبق ہے؟ اس سبق کا حاصل اور خلاصہ کیا ہے؟ اپنے کو مٹادینا، تصوف نام ہے اپنے کو مٹادینے کا۔ جس دن یہ تھیں ہو جائے کہ میں کچھ نہیں بس اس دن وہ سب کچھ پا گیا۔ جس کو یہ احساس ہوا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، اس کو سب کچھ مل گیا، اور یہ کب ہوتا ہے؟ جب دل میں اللہ کی عظمت کا آفتاب بلند ہوتا ہے تب تکبر کے ستارے فنا ہوتے ہیں۔ جب شیر سامنے آتا ہے تب جنگل کی لومڑیوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کبر و عجب لومڑیاں ہیں، جب شیر سامنے نہیں ہوتا تو اکثر تی پھرتی ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا شیر دل میں غزائے اور اللہ اپنی محبت کا سورج دل میں چکائے تو اس وقت میں بندہ کیسے اترائے! جس دل پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہو جاتا ہے پھر وہ تکبر نہیں کر سکتا۔“

حضرت والا مرشدی و مولائی مولانا شاہ حکیم

محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشادات:

میرے شیخ عین اللہ نے انتہائی آسان الفاظ میں تصوف کی حقیقت کو یوں

بیان فرمایا کہ ”سلوک و تصوف کا حاصل یہی ہے کہ انسان سر سے پیر تک اللہ کا ہو جائے۔ یہ مقام کہ بندے کی زندگی سر سے پیر تک حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو جائے اور اس کا ایک ایک لمحہ مالک کی مرضی کے مطابق گذرے، یہ جب نصیب ہوتا ہے جب کوئی اپنے نفس کا تزکیہ کرایتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿قُدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا﴾

(سورۃ الشمس: آیة ۹)

کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا، اپنی اصلاح کر لی، وہ فلاح پا گیا۔ فلاح کے معنی ہیں: **جَمِيعُ حَيَّيْ الرُّدُنِيَا وَالْأُخْرَةِ** کہ دنیا میں بھی آرام و چین سے رہے اور آخرت میں بھی آرام و چین سے رہے۔ دونوں جہان کی کامیابی اور چین و آرام تزکیہ میں ہے اور تزکیہ خود سے نہیں ہوتا جب تک کسی مزکی سے تعلق نہ ہو، تزکیہ فعل متعدد ہے جو اپنے فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ حضرت حکیم الامت ﷺ نے فرمایا کہ کسی مصلح کامل سے تعلق میرے نزدیک فرض ہے۔ عادة اللہ یہی ہے کہ اصلاح بغیر اس کے نہیں ہوتی، خواہ تفسیر پڑھا رہا ہو، خواہ بخاری پڑھا رہا ہو، مگر اپنی اصلاح خود سے نہیں ہوتی، اپنا عیب خود سے نظر نہیں آتا۔ اپنے چہرے میں کہیں روشنائی لگ جائے تو کیسے نظر آئے گی جب تک آئینہ نہیں ہوگا۔ بس شیخ آئینہ ہوتا ہے، وہ بتا دیتا ہے کہ تمہارا یہ راستہ خطرناک ہے، اس میں تمہارے لئے ضرر ہے۔ تو یہ شعبۂ تزکیہ نفس بغیر شیخ و مزکی کے نامکن ہے، آپ اپنے اکابر کی تاریخ دیکھ لیجئے کہ جو بھی ولی اللہ بنے ہیں کسی ولی کی صحبت سے بنے ہیں۔ اگر شاذ و نادر کوئی واقعہ ہو تو اس میں بھی کسی ولی کی غائبانہ توجہ ہوئی ہے ورنہ دستور یہی ہے کہ جو بھی ولی ہو اس کی صحبت سے ہوا، اتنی کلامہ

جب تصوف یا احسان، سلوک یا تزکیہ کی اہمیت واضح ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تزکیہ کے لئے مرتبی بھی لازم ہے، تو رہ سلوک اور رہبر رہ سلوک کے کچھ حقوق، کچھ آداب ذہن نشین ہونے چاہیں، جن کی رعایت کر کے سماں اپنے مقصدِ اصلی تک

کامیابی سے پہنچ سکتا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین عطار حَسَنَةُ اللَّهِ فرماتے ہیں۔

| | |
|-------------------------------|---------------------------|
| بے رفتیہ ہر کہ شد در راهِ عشق | عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق |
|-------------------------------|---------------------------|

حق تعالیٰ کی محبت کے راستے میں جس نے بدون رہبر اور رفیق کے قدم رکھا، اس کی عمر تمام ہو گئی مگر مقصود تک رسائی نہ ہوئی۔

| | |
|---------------------------|--------------------------|
| گر ہوائے ایں سفر داری دلا | دامنِ رہبر بگیر و پس بیا |
|---------------------------|--------------------------|

اے دل! اگر اس سفر یعنی را حق میں چلنے کی تمنا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ لے اور اس کے پیچھے پیچھے چلا چل، وہ پہنچا ہوا ہے، راستے کے نشیب و فراز سے واقف ہے، تم کو بھی پہنچا دے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، نقل ارشاداتِ مرشد میں جملہ تقدیرات سے عفو و درگذر فرمائے، مرشدی حَسَنَةُ اللَّهِ کے فیض کو چار دنگِ عالم میں جاری و ساری فرمائے، احتقر کو اور تمامِ امت کو اس کتاب سے نفع عظیم نصیب فرمائے، آمین۔

العارض

سہیل احمد عفان اللہ عنہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

مطابق ۲۳ ربیعی ۲۰۲۰ءے

تلاشِ منزل اور حصولِ منزل

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دلیلِ کامیابی ہے تلاشِ مرشدِ منزل
کہ بے رہبر ہی منزل سے سدا محروم رہتا ہے

کسی بھی مرشدِ صادق پہ جو مرتا ہے اے اختر
یقیناً شوق سے پاتا ہے اک دن منزل جاناں

فہرست

صفحہ نمبر

عنوانات

| | |
|----|--|
| ۲ | عرضِ مرتب..... |
| ۲۲ | شیخ بنا کیوں ضروری ہے؟..... |
| ۲۲ | ضرورتِ شیخ..... |
| ۲۲ | ضرورتِ شیخ پر ایک نحوی قاعدہ سے استدلال..... |
| ۲۵ | عالم کو شیخ کی کیوں ضرورت ہے؟..... |
| ۲۵ | وصول الی اللہ شیخ کے بغیر ناممکن ہے..... |
| ۲۶ | شیخ کی مثال..... |
| ۲۶ | سچے مرشد کی پہچان..... |
| ۲۷ | شیخِ کامل کی پہچان از حکیم الامت نور اللہ مرقدہ..... |
| ۲۷ | شیخ بنانے کا معیار..... |
| ۲۸ | شیخ فضل و رحمتِ الہیہ کا واسطہ ہے..... |

بیعت

| | |
|----|---|
| ۲۸ | بیعت کا مقصد..... |
| ۲۹ | بیعت کے لئے ضروری شرط..... |
| ۲۹ | بیعت کے متعلق ایک عجیب عاشقانہ مضمون..... |
| ۳۰ | بیعت کی برکت کے بارے میں حکیم الامت علیہ السلام کا ارشاد..... |
| ۳۰ | اہل اللہ کی قلم لگوا کر اپنی روح کو خوشبو دار بنوالو..... |

مناسبت

- ۳۱ باطنی نفع کے لئے مناسبت شرط ہے
 کسی سے مناسبت نہ ہو تو وہاں نہ جائے مگر بدگمانی جائز نہیں
 ۳۲ جسمانی بلڈ گروپ سے روحانی مناسبت کی مثال
 ۳۳ اصلاحِ باطن اور نفع کے لئے صرف اپنے شیخ پر نظر رکھے
شیخ سے کیا سیکھنا ہے؟

- ۳۴ شیخ سے کیا چیز سیکھنی چاہیے؟
 اہل اللہ کا اصلی حق ان سے اللہ کو حاصل کرنا ہے
 خانقاہوں سے تقویٰ سیکھا جاتا ہے
 سایہ رہبر پر باغبان کی مثال
 طالب کی گندی روح کو دھونے والی ذات شیخ کی ہے
 والدین ظاہری مرbi، شیخ باطنی مرbi ہوتا ہے
عظمتِ شیخ

- ۳۸ شیخ کے دو حق: محبت اور عظمت
 غلامی ہے یہ دوستانہ نہیں ہے
 شیخ کی محبت عظمت کے ساتھ ضروری ہے
 شیخ نائب رسول ہوتا ہے، اس کا ادب ضروری ہے
 شیخ جب ہنسائے تو ہنسو، رُلاۓ تو رُلو
 ایک عالم مرید کا حضرت والا عَبْدِ اللّٰہ کی جائے نماز کا ادب کرنا
 مرید کے دل میں مرشد کی عظمت کیسی ہونی چاہیے؟
 بادشاہوں سے زیادہ شیخ کے ادب کی تلقین

| | |
|---------|---|
| ۳۵..... | شیخ سے حسن ظن کی تلقین |
| ۳۶..... | شیخ کو لوگوں کی نظر سے نہیں، اپنی نظر سے پہچانو |
| ۳۷..... | حضرت والا ﷺ کا اپنے شیخ کے لئے گمان |
| ۳۷..... | شیخ کی عظمت قلب میں دائی ہوئی چاہیے |
| ۳۸..... | مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ کیسا معاملہ رکھنا چاہیے؟ عجیب مضامیں |
| | محبتِ شیخ |
| ۴۰..... | ایمان کی سلامتی کے دو اصول: اتباعِ سنت اور حبِ شیخ |
| ۴۰..... | حبِ شیخ سلوک کی پہلی سیرٹھی ہے |
| ۴۱..... | حبِ شیخ کی اہمیت |
| ۴۱..... | شیخ کی محبت بدرجہ حُلّت مانگو |
| ۴۲..... | شیخ سے کیسی محبت ہوئی چاہیے؟ |
| ۴۳..... | مرید کی نظر میں اپنے شیخ کا کیا مقام ہونا چاہیے؟ |
| ۴۴..... | محبتِ شیخ کی حدود |
| ۴۵..... | اللہ کی محبت شیخ کی محبت پر بھی غالب ہوئی چاہیے |
| ۴۵..... | حضرت پھولپوری ﷺ کا عشقِ شیخ تھانوی ﷺ |
| ۴۶..... | حضرت والا ﷺ کا عشقِ شیخ |
| ۴۷..... | حضرت خواجہ مجدد بخاری کے عشقِ شیخ کا ایک واقعہ |
| ۴۸..... | شیخ کی ناراضگی سے مرید صادق کی کیا کیفیت ہوئی چاہیے؟ |
| ۴۹..... | حکیم الامت ﷺ کی ناراضگی سے خواجہ صاحب ﷺ کی کیفیت |
| ۵۰..... | شیخ کی ناراضگی پر خانقاہ تھانہ بخون میں ایک عالم کی کیفیت |
| ۵۱..... | شیخ کے معاف کر دینے کے بعد ناراضگی کا وسوسہ رکھنا حماقت ہے |
| ۵۱..... | محبتِ شیخ میں کی بیشی کے متعلق حکیم الامت ﷺ کا عجیب ملفوظ |

| | |
|---------|--|
| ۶۱..... | حقوق شیخ میں کوتاہی کی تلافی کے دو حق ہیں۔ |
| ۶۲..... | شیخ سے نفع کی شرط |
| ۶۲..... | مرید کا شیخ کے ساتھ تملق (خوشامد) بھی جائز ہے۔ |
| ۶۳..... | شیخ کی محبت کو خدا سے مانگنا چاہیے |
| ۶۳..... | اصلی عاشق شیخ |
| ۶۵..... | سکوٹ شیخ کے نافع ہونے کی مثال |
| ۶۵..... | سالکلین کی استعداد کے مطابق شیخ کو مضامین کا القاء ہونا۔ |
| ۶۶..... | شیخ کے بیان کی بجائے اس کی ذات کے عاشق بنو۔ |
| ۶۸..... | شیخ اگر بیمار ہو کر خاموش ہو جائے تو اس کا فیض اور برٹھ جاتا ہے۔ |
| ۶۹..... | دنی مربی کو ایک نظر دیکھنے کا مقام |
| ۶۹..... | خواجہ مجذوب عین اللہ علیہ کا شیخ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے طویل سفر کرنا۔ |
| ۷۰..... | شیخ کو ہدیہ یہ پیش کرنا اس کی محبت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ |
| ۷۱..... | شیخ کو ہدیہ دینے کا ایک خاص ادب۔ |
| ۷۲..... | شیخ کے ہدیہ (تحفہ) کی قدر و قیمت۔ |

خدمتِ شیخ

| | |
|---------|--|
| ۷۲..... | خدمتِ شیخ را بیگان نہیں جاتی۔ |
| ۷۳..... | محض خدمت سے خدا نہیں ملتا۔ |
| ۷۳..... | خدمتِ شیخ کر کے بدله چاہئے والا محروم رہتا ہے۔ |

مجالسِ شیخ

| | |
|---------|---|
| ۷۴..... | حضرت والا عین اللہ علیہ کی اپنے پاس آنے والے سالکلین کو تین ہدایات۔ |
| ۷۴..... | شیخ کی مجلس پر نوافل کو ترجیح نہ دے۔ |

| | |
|---------|--|
| ۷۴..... | مرید پر شیطان کا ایک دار |
| ۷۵..... | شیخ کی صحبت میں نفلی عبادات ملتی کر دو |

آداب مجلس

| | |
|---------|---|
| ۷۵..... | مجلس شیخ کا ادب: جہاں خاص احباب بیٹھے ہوں اس طرف بیٹھنا |
| ۷۶..... | مجلس شیخ کا ادب: شیخ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا |
| ۷۶..... | مجلس شیخ کا ادب: خوب متوجہ ہو کر ساکت بیٹھنا |
| ۷۸..... | مجلس شیخ کا ادب: آپس میں کاناپھوئی اور پھی مذاق نہ کرنا |
| ۷۸..... | مجلس شیخ کا ادب: بلا ضرورت گفتگو نہ کرنا |
| ۷۹..... | شیخ کی مجلس میں کسی کا ملفوظ کبھی بغیر اجازت نقل مت کرو |
| ۸۰..... | شیخ کی مجلس میں کس بات کا دھیان کریں؟ |
| ۸۰..... | شیخ کی آنکھیں بھی ہادی ہوتی ہیں |
| ۸۱..... | شیخ کی بات آنکھیں کھول کر سنو |
| ۸۱..... | مجلس شیخ چھوڑ کر اپنی مجلس سجانا سخت بے ادبی ہے |
| ۸۲..... | مجلس شیخ کی ناقدری کا وبا |
| ۸۲..... | شیخ کے پاس کم آنے سے ایمان میں کمزوری آنے لگتی ہے |
| ۸۲..... | اہل اللہ کے پاس جانے اور دینی مجلس کے مزید آداب |

اعتراض کا مادہ

| | |
|---------|--|
| ۸۳..... | شیخ کے ساتھ گستاخی اور بدگمانی معصیت سے زیادہ اشد ہے |
| ۸۴..... | معترضانہ مزاج والوں کے لئے ہدایت |
| ۸۶..... | اہل اللہ سے بدگمانی ہو تو روتے روتے سجدہ گاہ کو ترکردو |
| ۸۶..... | شیخ کے ساتھ معاملہ کا ایک سبق |

حضرت والا ﷺ کے دل میں حصولِ رضاۓ شیخ کے جذبات کا عالم ۸۷

آدابِ شیخ

- شیخ کچھ پوچھتے تو کس طرح جواب دینا چاہیے؟ ۸۸
- شیخ کو طبعی تکلیف بھی نہ دو ۸۸
- شیخ کو کیفیتِ بیان کے وقت آرام کا مشورہ مت دو ۸۹
- اہل اللہ کو اللہ کی محبت کا درد خاموش نہیں بیٹھنے دیتا ۸۹
- طبعی امور میں بھی شیخ کی رعایت ضروری ہے ۹۰
- غلطی کی تاویلات میں نقصان ہی نقصان ہے ۹۱
- شیخ کے ساتھ ریپھج جسمی نادانی والی محبت مت کرو ۹۲
- شیخ کی ریامید کے اخلاص سے افضل ہے ۹۳
- شیخ کو خوش کرنے کے لئے نیک عمل کرنا ریا نہیں ہے ۹۳
- شیخ کا کوئی عمل سمجھ میں نہ آئے تو کیا کرے؟ ۹۵
- اللہ والے مالداروں کا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ ۹۶
- شیخ کی کوئی بشری خطا نظر آئے تو کیا کرے؟ ۹۷
- شیخ کی برائی کرنے والے کا علاج ۹۷
- شیخ کی برائی کی جائے تو کیا کرے؟ ۹۸
- اگر کوئی شیخ کی برائی کرتے تو اس کو شیخ سے نقل مت کرو ۹۹
- شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کر کے جاؤ۔ اول ۹۹
- شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کر کے جاؤ۔ دوم ۹۹
- شیخ کے پاس لوگوں کا قافلے جانے کی فکر مت کرو ۱۰۰
- خلیفہ جب اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہو تو کیسے رہے؟ ۱۰۰
- کبھی یہ نہ سوچو کہ میرے آنے سے شیخ کو عزت ملی ۱۰۱

| | | |
|---|-------|-----|
| شیخ سے کبھی مستغنى نہ ہونے کی نصیحت | | ۱۰۲ |
| ہر عنایت الہی کو اکابر کی طرف منسوب کرنے کی سعادت | | ۱۰۳ |
| مرید کو اپنے اوپر ہر انعامِ الہی کو شیخ کا فیض سمجھنا چاہیے | | ۱۰۴ |
| بار بار شیخ کا نام لینے کی روایت | | ۱۰۵ |
| فیضِ مشائخ سے اکثر چار قسم کے لوگ محروم رہتے ہیں | | ۱۰۵ |
| اکرامِ شیخ علی الدوام کا طریقہ | | ۱۰۶ |
| شیخ کے پاس مستقل رہنے والوں کے لئے زبردست ہدایات | | ۱۰۶ |

شیخ کے سامنے مت جانا

| | | |
|--|-------|-----|
| جو شیخ کی ڈانٹ برداشت نہ کر سکے، وہ دورہ کر اصلاح کرائے | | ۱۰۹ |
| ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والا بلا کا عاشق ہو یا بہت بڑا عالم ہو | | ۱۱۰ |
| پیر کے پیغمباد بنا فنا نیت کی علامت نہیں ہے | | ۱۱۱ |
| ہر گناہ سے عقل کو نقصان پہنچتا ہے | | ۱۱۱ |
| شیخ جب ڈانٹے تو اس کی وجہ تلاش مت کرو کہ اتنا کیوں ڈانٹا؟ | | ۱۱۲ |
| عقل کے غلام مردود ہوئے اور عشق کے غلام مقبول ہوئے | | ۱۱۳ |
| شیخ کی اولاد کے بارے میں بہت محتاط رہو | | ۱۱۵ |
| فقیری (یعنی تصوف) کی حقیقت، فنا نیت ہے | | ۱۱۶ |
| شیخ کے سامنے اپنے وجود اور تمام صفات کو بھول جاؤ۔ | | ۱۱۷ |
| شیخ کو بھی ناراضگی کا حق حاصل ہے | | ۱۱۷ |
| شیخ کی ڈانٹ سے سالک کے نفس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے | | ۱۱۸ |
| شیخ کی ڈانٹ کا نفع | | ۱۱۸ |
| شیخ کی ڈانٹ سے مرید کی شان بگڑتی نہیں بن جاتی ہے | | ۱۱۹ |
| جو شیخ کی ڈانٹ برداشت کرتا ہے وہ عمل بن جاتا ہے | | ۱۱۹ |

| | |
|---|-----|
| حضرت والا ﷺ سے شیخ پھولپوری ﷺ کی ناراضگی کا قصہ..... | ۱۲۰ |
| شیخ کی ڈانٹ برداشت کرنے کا انعام..... | ۱۲۱ |
| ہر شیخ وقت کے لئے حضرت والا ﷺ کی اہم نصیحت..... | ۱۲۲ |
| کبھی شیخ زیادہ ڈانٹ دے تو مرید کو بُرانہیں ماننا چاہیے..... | ۱۲۳ |
| اللہ والوں کے غصہ کو اہل نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں..... | ۱۲۴ |
| مرشد کی تجویز کردہ تلخِ دوسرے دولت کو نین ملتی ہے..... | ۱۲۵ |
| شیخ کے ڈانٹنے کی وجہ..... | ۱۲۶ |

اتباعِ شیخ

| | |
|--|-----|
| اتباعِ شیخ کے ضروری ہونے کی دلیل..... | ۱۲۸ |
| شیخ جو ہدایت دے اس میں اگر عگرمت لگاؤ..... | ۱۲۹ |
| شیخ جو تجویز کر دے، سالک کا راستہ اسی راہ سے طے ہوگا..... | ۱۳۰ |
| اصلاح کے باب میں پیر کے حکم کو اللہ کا حکم سمجھو..... | ۱۳۰ |
| شیخ کی اتباع کس چیز میں کی جائے؟..... | ۱۳۳ |
| الاعتدال فی متابعة الرجال (حضرت تھانوی ﷺ کی عظیم الشان تحقیق)..... | ۱۳۲ |
| اتباعِ شیخ میں راہِ اعتدال یعنی شیخ کی اتباع کی حدود کیا ہیں؟..... | ۱۳۳ |
| شیخ کا اتباع کس چیز میں ہے اور کس میں نہیں؟..... | ۱۳۳ |
| وہ باتیں جن کا تعلق اصلاح سے نہ ہو، ان کا حکم..... | ۱۳۶ |

خانقاہ کے آداب

| | |
|--|-----|
| خانقاہ کی قدر نہ کرنے والے کی پکڑ کا اندریشہ ہے..... | ۱۳۷ |
| امل خانقاہ آپس میں محبت سے رہیں..... | ۱۳۷ |
| شیخ کی خانقاہ میں رہنے کا ایک زریں اصول..... | ۱۳۸ |

شیخ کے ساتھ رہنے والوں کے لئے قبول ہدیہ و دعوت کے اصول ۱۳۹

اصلاح اور تزکیہ

شیخ کے پاس چلہ گانے کے آداب ۱۴۱

جس گناہ کی عادت ہو شیخ سے علاج کرانے میں شرما نہیں ۱۴۲

ذکر بھی شیخ کی تجویز کے مطابق کرنا چاہیے ۱۴۳

شیخ کو اصلاحی خط لکھنے کے آداب ۱۴۴

شیخ سے اصلاحی مکاتبت کی اہمیت ۱۴۵

مجازین خلفاء ہر مہینے شیخ کو م از کم ایک خط ضرور لکھیں ۱۴۵

شیخ کو خط لکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد شروع ہو جاتی ہے ۱۴۶

شیخ کو خط لکھنے میں مرید کو غفلت اور سستی نہیں کرنی چاہیے ۱۴۷

شیخ سے خط و کتابت میں سستی کے نقصانات ۱۴۷

شیخ کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے ۱۴۸

خلافت کی حقیقت

خلافت کی تمنا بھی دنیا ہے ۱۴۸

شیخ کی صحبت میں شیخ بننے کی نیت مہلک ہے ۱۴۹

ایک غیر مخلص مرید کی حکایت ۱۴۹

خلافت کی حقیقت ۱۵۰

تقویٰ پر استقامت کے بغیر خلافت دینا جائز نہیں ۱۵۱

شیخ ثانی سے متعلق احکام

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے ۱۵۱

اصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے ۱۵۲

پہلے شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ کرنے کی دلیل قرآنی ۱۵۲

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ کرنا کیوں ضروری ہے؟ ۱۵۳

شیخ ثانی کے حقوق کے متعلق اہم تنبیہ ۱۵۴

خواتین کے لئے کیا حکم ہے؟

خواتین کے لئے راہ سلوک کا لائچ عمل ۱۵۶

عورتوں کے لئے شیخ کے بیانات سننے اور مواعظ پڑھنے کا حکم ہے ۱۵۷

عورتوں کے لئے معیت صادقین کا طریقہ ۱۵۸

عورتوں کے لئے نیک صحبت کا طریقہ از حکیم الامم تھانوی ۱۵۸

اصلاحِ نسوان کی پہلی صورت ۱۵۹

اصلاحِ نسوان کی دوسری صورت ۱۶۰

جواہر اتکا بردار مارہ مرنی طرق

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ السلام نے فرمایا کہ ”إِنَّمَا تُنْزَلُ مِنِ اتْتَبَعِ النَّذْكَرِ“ (سورۃ لیس: آیہ ۱۱) میں دلالت ہے کہ تربیت پر جو فائدہ مرتب ہوتا ہے وہ طالب کی استعداد کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ مرتبی ظاہری کی عطا (لیکن اس استعداد کے ظہور کا چونکہ مرتبی سبب ہوتا ہے اس لئے اس کے حقوق کا اہتمام سلوک کی روح ہے)۔ (بیان القرآن، مسائل السلوک، پارہ ۲۳) (کشکول معرفت)۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارپوری علیہ السلام نے مولانا زکریا صاحب علیہ السلام کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ ”مسیری کوئی حقیقت نہیں، مسیری مثال میں کسی ہے، جتنی تمہاری طلب ہوگی اتنا ہی مبدأ فیاض سے عطا ہوگا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ آئے گا مثیل ہی کے ذریعہ۔“ (از اکابر سلوک و احسان: شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب علیہ السلام، ص ۷۷)



شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت مجدد الملک حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تخلص ”آہ“ رکھا تھا۔ حضرت کا ایک شعر ہے۔

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ | یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے |
|------------------------------|------------------------------|

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام علمی و عملی کمالات کی نسبت اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر کی طرف کی، مطلب یہ کہ مجدد زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے علماء کے شیخ نے اپنی نگی کر کے اپنے کمالات کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کیا۔ یہی چیز انسان کو عجب و کبر سے اور اپنے کو بڑا سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور جسم کا شیخ نہ ہو تو پھر وہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا۔ اور جہاں ”میں میں“ ہو وہیں انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہی ”میں“ والی بیماری شیطان کو تھی جس نے ”آکا“ کہا تھا، اسی انانیت کو ختم کرنے کے لئے بڑے بڑے علماء نے بھی اللہ والوں کو اپنا شیخ بنایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے، ان حضرات نے بھی اپنے نفس کو مٹانے کے لئے اور اپنی تربیت کے لئے مرbi اور شیخ کا انتخاب کیا۔

ضرورت شیخ

ارشاد فرمایا کہ جب تک نفس کو ذلیل نہ کیا جائے، یہ سیدھا نہیں ہوتا، اور ذلت اپنے ہاتھ سے نہیں ہوتی، دوسرا کے ہاتھ سے ہوتی ہے، وہ شیخ ہے۔

ضرورت شیخ پر ایک نحوی قاعدة سے استدلال

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملک تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے بحث کی۔ اس نے کہا کہ تزکیہ نفس کی فرضیت کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مزکی کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود کتاب پڑھ کے اپنا تزکیہ کرلوں گا۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! تزکیہ فعلِ لازم ہے یا فعلِ متعددی؟ کہا فعلِ متعددی ہے۔ فرمایا کہ کیا فعلِ متعددی بھی فعلِ لازم کی طرح اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے؟ اللہ اکبر! کیا علمی نکتہ

بیان فرمایا۔ وہ صاحب بھی بڑے مولانا تھے لیکن سکتے میں پڑ گئے کہ واقعی فعلِ متعددی تو فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ جائے زیڈ۔ جائے فعل لازم ہے، فاعل پر تمام ہو گیا۔ لیکن ترکیہ تو فعلِ متعددی ہے اس کے لئے ایک مرگی ہونا چاہیے اور ایک مرگی ہونا چاہیے۔ دیکھئے! صحابہ بھی اپنے نفووس کا خود ترکیہ نہیں کر سکے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **مُؤْمِنٌ كَفِيلٌ** ہمارا بھی ان کا ترکیہ کرتا ہے، شخصیتِ رسالت نے ترکیہ کیا صحابہ کے قلوب کا۔ آج بھی وہی ناسیبین رسول اولیاء کرام علیٰ نبیل نیابت اس گئے گذرے دور میں بھی ترکیہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

علام کو شیخ کی کیوں ضرورت ہے؟

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مرتبہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا کوئی مرتبی نہ ہو۔ آج مسجد و مدرسے سے نکل کر دستارِ فضیلت سر پر باندھ کر فوراً مسجد میں امامت کی جگہ بناتے ہیں اور اس کے بعد مقتدیوں کے مرتبی بن جاتے ہیں حالانکہ پہلے خود مرتبہ نہیں بنے۔ تو جو شخص پہلے خود مرتبہ نہ بنا ہو وہ مرتبی کیسے بن سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ جی! مولویوں کی عزت نہیں ہے۔ مولوی کی میم پر جب تک پیش رہے گا اس کی عزت نہیں ہو گی یعنی مولوی صاحب جب تک مولی صاحب رہے گا، مولی گا جر کے بھاؤ کے گا۔ مولوی کے معنی ہیں مولی والا جسے لا ہور والا، پشاوری کے معنی ہیں پشاور والا، لکھنؤی کے معنی ہیں لکھنؤ والا۔ پس جب وہ مولوی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے گا اور اللہ اللہ کر کے مولی والا بن جائے گا تو ان شاء اللہ! پھر حقوق کی مجال نہیں ہو گی کہ اس کو ذلیل کرے اور جو اس کو ذلیل کرے گا اور دھمکی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دھمک دے گا۔

وصول الی اللہ شیخ کے بغیر ناممکن ہے

ارشاد فرمایا کہ تیر چاہے کتنا ہی قیمتی ہو، خواہ اس پر کتنے ہیرے جواہرات لگے ہوئے ہوں لیکن اُڑنہیں سکتا جب تک کہ کسی کمان میں نہ رکھا جاوے خواہ کمان بظاہر کیسی ہی ٹوٹی پھوٹی ہو۔ وہ قیمتی تیر اُڑنے میں اس بظاہر ٹوٹی پھوٹی کمان کا محتاج ہے ورنہ بے کمان کے

قیامت تک زمین پر ہی پڑا رہے گا۔ اسی طرح عالم جس کو خواہ علم کا کتنا ہی بلند مقام حاصل ہو، اس کو یہی اللہ تک اُڑنے کے لئے پیر کرنا پڑے گا خواہ پیر علم میں اس سے کم تر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس ٹوٹی پھوٹی کمان میں اپنے کورکھنا پڑے گا تب اللہ تک رسائی ہوگی ورنہ باوجود علم و فضل کے قیامت تک زمین پر پڑا رہے گا یعنی محض جسم کی آرائشوں اور لذتوں میں پڑا رہے گا، اللہ تک نہ پہنچ سکے گا۔

شیخ کی مثال

| | |
|----------------------|------------------------------|
| پھر باشد نزدیک آسمان | تیر پر اس از کہ گردد از کمان |
|----------------------|------------------------------|

ارشاد فرمایا کہ نزدیک آسمان کے معنی ہیں سیر ھی۔ پیر آسمان کی سیر ھی ہے یعنی اللہ تک پہنچنے کا راستہ، ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اللہ تک جانا چاہتے ہو تو پیر حقانی تلاش کرو۔ آسمان سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ تو ایک دعویٰ ہے کہ پیر اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے لیکن اس دعویٰ کی کیا عمدہ دلیل اگلے مصرع میں مولانا رومی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ دیتے ہیں۔ مولانا رومی کے انہیں علوم کی وجہ سے ہر زمانہ میں سارے علماء ان کے غلام بن گئے، فرماتے ہیں۔

تیر پر اس از کہ گردد از کمان

تیر کس کے ذریعہ سے اُڑتا ہے؟ کمان سے۔ تیر اگر ایک کروڑ روپے کا سونے کا بنا ہوا ہو مگر زمین پر دھرارہے گا اگر کمان میں نہیں آئے گا۔ شیخ مثل کمان ہے، مرید جب اس کی صحبت میں آتا ہے تو عرش تک وہ اللہ والا اُڑا دیتا ہے، فرشی عرشی بن جاتا ہے، غافل اللہ والا بن جاتا ہے۔

سچ مرشد کی پہچان

ارشاد فرمایا کہ دوستو! یہ کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اپنے مرشد سے اتنی ہی محبت ہوتی ہے، لیش طیکہ مرشد تنقیح سنت ہو اور شاہراہ اولیاء پر ہو۔ میں اس کو خوب بار بار کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین اور علماء سے بھی پوچھلو کہ میرا مرشد شاہراہ اولیاء پر ہے یا نہیں؟ جس کو دوسرے علماء بھی مانتے ہوں۔ حضرت

حکیم الامت ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کے ایک کروڑ جاہل مرید ہوں، کوئی سبزی بیچ رہا ہے، کوئی گوشت کاٹ رہا ہے، مگر کوئی عالم اس سے مرید نہ ہوتا ہو تو سمجھ لودال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ پس حکیم الامت مجدد زمانہ کا جو تھر ما میٹر ہے اس سے جو ہے گا مگر اہ ہو جائے گا۔ حکیم الامت تھانوی ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شیخ سے کچھ علماء دین رجوع نہ ہوں اور سب آن پڑھ اور جاہل ہوں، تو سمجھ لو کہ علم کی روشنی میں علماء نہیں آرہے ہیں اور ضرور کوئی بات ہے۔ الحمد للہ! سارے عالم میں اتنی بڑی تعداد میں محدثین، مفسرین اور مفتی حضرات اس فقیر سے بیعت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کاشکرا دا کرتا ہوں وَلَا فَخْرٌ يَا كَرِيمُكَ حکیم الامت کے تھر ما میٹر پر حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اختر صراط مسیقیم پر ہے ان شاء اللہ!

شیخِ کامل کی پہچان از حکیم الامت نور اللہ مرقدہ

شیخِ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا قبیع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا یا اٹھنے کو دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے، اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمدم نفع ہوتا چلا جائے، اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی چلی جائے۔ یہ علامت ہے شیخِ کامل کی، ایسا شخص مل جائے تو وہ اکسیرِ عظم ہے۔ (شرفِ اسوانج ج ۲۲۸ ص ۲۳۸؛ مطبوع ملتان)

شیخ بنانے کا معیار

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی ﷺ مثنوی میں فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی نائبِ بابائے نوح یعنی اللہ والے موجود ہیں، ان کی کشتمان موجود ہیں۔
بیان بیان در کشتم بابا نشیں

مولانا رومی ﷺ فرماتے ہیں اے بھائیو! بابا کی کشتمی میں بیٹھ جاؤ۔ یہ بابا کون ہیں؟ یہ وہ بابا ہیں جو شریعت اور سنت پر چلتے ہیں اور انہوں نے بھی کسی کو اپنا بابا، اپنا مرتبی بنا لیا تھا، یہ تربیت یا نت لوگ ہیں۔ لہذا ایسے شخص کو بابا نہ سمجھ لینا جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو۔ لَا

تَأْخُذُوهُ بَابًا مَنْ لَا بَابَ لَهُ،“ جیسے بعض لوگ خود ہی مرتبی بنے ہوئے ہیں حالانکہ کسی مرتبی کے ہاتھوں مرتبہ نہیں بنے، اپنی تربیت نہیں کرائی، جو مرتبہ نہ ہو وہ مرتبی نہیں ہو سکتا۔ تو سب سے پہلا نسخہ دین کی سلامتی، دین کی سمجھ اور دین پر قائم رہنے کا یہ ہے کہ بزرگوں کے پاس آنا جانا رکھئے۔ اب آپ کہیں گے کہ کیا دلیل ہے کہ کون بزرگ ہے؟ بس آپ کے لئے یہ دلیل کافی ہوئی چاہیے کہ اس نے کسی اللہ والے کی صحبت اٹھائی ہو۔ جیسے کسی حکیم کے مستند ہونے کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے کہ یہ شخص حکیم اجمل خان دہلوی کا صحبت یافتہ ہے، اس سے علاج کرو۔ بس اتنا دلیل کیھے کہ جو تمہیں دین سکھا رہا ہے اس نے بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہے یا نہیں؟ پھر یہ دلیل کیھے کہ جو اس کے پاس آنے جانے والے ہیں ان کے اندر کیا تبدیلی ہو رہی ہے؟ جو لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہیں، اس کے مطب میں روحانی شفا ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کے پاس آنے والوں کے دل میں اللہ کی محبت بڑھ رہی ہے؟ گناہ چھوٹ رہے ہیں؟ یقین دایمان میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کے پاس آنے جانے والوں سے پوچھ لو کہ تم لوگ جو یہاں آتے ہو تو تمہیں کیا ملا؟ اپنی دس سال پہلے والی زندگی میں اور اب میں فرق بتاؤ، کچھ فرق محسوس ہوا؟

شیخ فضل و رحمتِ الٰہیہ کا واسطہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جب بھلی کے تاروں کی واڑنگ صحیح ہوتی ہے تو بھلی آجائی ہے، تار واسطہ ہوتا ہے بھلی کا۔ اسی طرح اہل اللہ سے تعلق صحیح ہونا واسطہ بن جاتا ہے رحمت و فضل کی بھلی آنے کا۔ نظر تو فضل پر ہو گر واسطہ کی قدر بھی ضروری ہے۔

بیعت کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب عزیز اللہ جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عزیز اللہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے رسالہ بیعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے سالکین طریق! سن لو، بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان غفلت اور معصیت سے نکل کر تقوی اور طاعت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

بیعت کے لئے ضروری شرط

ارشاد فرمایا کہ بیعت کے لئے بیداری کی مناسبت ضروری ہے، خوابوں پر بیعت ہونا ایسا ہے جیسے ریت پر قلعہ بنانا، ریت کی تغیری پر ایک لات مارو ساری عمارت گرجائے گی۔ جس نے اچھا خواب دیکھا یا جس کے لئے دیکھا گیا، اس کے ساتھ نیک گمان رکھو مگر بیعت ہونے کے لئے بیداری کی مناسبت شرط ہے۔ اختر جس وقت حضرت پھولپوری عَزَّلَهُ اللَّهُ سے بیعت ہوا اس وقت الآباد میں حکیم الامت حضرت تھانوی عَزَّلَهُ اللَّهُ کے دو خلفاء مولانا عیسیٰ صاحب عَزَّلَهُ اللَّهُ اور مولانا سراج احمد صاحب عَزَّلَهُ اللَّهُ موجود تھے لیکن اللہ نے میرا حصہ اعظم گڑھ میں لکھا تھا۔ مولانا سراج صاحب کے لئے تو میں نے خواب بھی دیکھا کہ میں ان سے بیعت ہو گیا ہوں لیکن حضرت حکیم الامت کی تعلیمات کو خوابوں کو زیادہ اہمیت نہ دینی چاہیے، بیداری کی مناسبت پر نفع کامدار ہے تو بیداری میں مجھے مناسبت حضرت پھولپوری عَزَّلَهُ اللَّهُ سے تھی تو میں ان سے بیعت نہ ہوا، اگر بغیر مناسبت کے بیعت ہو جاتا تو باطنی طور پر برپا ہو جاتا۔

بیعت کے متعلق ایک عجیب عاشقانہ مضمون

ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ سے مصافحہ کرو تو کسی سچے اللہ والے سے بیعت ہو جاؤ کیونکہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے، یہاں تک کہ یہ ہاتھ واسطہ درواسطِ حضور ﷺ کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ جو نبی کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ اصل میں میرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں، نبی کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین وائل کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تعالیٰ تک نہیں جا سکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہو گیا تو اس کا ہاتھ واسطہ درواسطِ حضور ﷺ کے دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ کے

دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی کے ہاتھ کو نبی کا ہاتھ مت سمجھو، یہ یہ دل نہ ہے۔ پچھے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ سے مصالحہ کا کوئی اور راستہ اگر ہو تو مجھے دلائل سے بتا دو۔

بیعت کی برکت کے بارے میں حکیم الامت ﷺ کا ارشاد

ارشاد فرمایا کہ شیخ سراپا رحمت ہوتا ہے، وہ بھی بھی اپنے مرید کو ضائع کرنا یا ضائع ہونا برداشت نہیں کر سکتا۔ جو محبت انسان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، شیخ کو بھی اپنے مریدوں سے ولیٰ ہی محبت ہوتی ہے۔ اسی لئے حکیم الامت مجدد الملت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں فتویٰ تو یہی دیتا ہوں کہ بیعت ہونا فرض نہیں ہے، بیعت سنتِ مؤکدہ بھی نہیں ہے، اصلاح فرض ہے لیکن فرمایا بیعت برکت کی چیز ہے۔ بیعت ہونے سے سالک اپنے شیخ کو روحانی باب سمجھتا ہے اور شیخ بھی اپنے مرید کو اپنی روحانی اولاد سمجھتا ہے۔ ایسے تعلق کی کوئی اور شکل دنیا میں نہیں ہے ورنہ اصلاح کے وقت آدمی کہتا کہ یہ میرے پیر تھوڑی ہیں، ایک نہ ایک بہانہ شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا۔ اگر بیعت ہونا برکت کی چیز نہ ہوتی، محض فضول چیز ہوتی تو مولا ناقاسم ناتوقی، مولا نارشید احمد گنگوہی اور مجدد زمانہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ خود فرماتے ہیں کہ جب ہم نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کا بتایا ہوا ذکر کیا تو ہماری روح کی پرواز کا عالم ہی کچھ اور تھا، ہماری تقریروں میں جان آگئی، منبر ہمارا منبر تھا، سجدہ ہمارا سجدہ تھا، نماز ہماری نماز تھی، عمرہ ہمارا عمرہ تھا، حج ہمارا حج تھا۔

اہل اللہ کی قلم لگاؤ کراپنی روح کو خوشبو دار بنوالو

ارشاد فرمایا کہ دلیکی آم کھٹا اور بدزا نقہ ہوتا ہے لیکن اگر دلیکی آم میں لنگرے آم کی، کسی بھی قلمی آم کی قلم لگا دی جائے تو کچھ دن بعد دلیکی پن ختم ہو جاتا ہے، اب اس میں لنگرے آم کا مزہ اور شیرینی اور خوشبو آجائی ہے۔ اسی طرح تم کتنے ہی خراب، گندے اور بد اخلاق ہو لیکن کسی اللہ والے کی روح کے ساتھ اپنی روح کی قلم لگا لو اور

اس کی نلامی میں اپنے کو دے دو تو اس اللہ والے کے تمام خصال و عادات، آخلاق اور محبت و خشیت کی ساری خوبیوں تھیں اور انہیں اندرا جائے گی۔ اللہ والوں کی محبت اور ان کی نگاہ کا فیض کیا ہوتا ہے؟ سنو۔

| | |
|---------------------------|-------------------------|
| نظر کر دی مرا گلفام کر دی | سیہ فام بودم و رو سیاہم |
|---------------------------|-------------------------|

میں سیہ فام و رو سیاہ یعنی نہایت بُری عادتوں والا، خراب حالت میں تھا کہ اے شیخ! آپ نے ایک نظر ڈال دی اور مجھے پھول جیسا کردیا یعنی اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کر دیا۔

باطنی نفع کے لئے مناسبت شرط ہے

ارشاد فرمایا کہ بزرگانِ دین میں جن سے آپ کی مناسبت ہو، ان سے تعلق قائم کیجئے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ کسی سے تعلق قائم کیجئے تو بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ اختریہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا مجھ، ہی سے بیعت ہو جائے۔ استغفار اللہ! یہ میں نے کب کہا بھئی؟ ملستان میں میرا بیان سن کر ایک صاحب نے کہا کہ آپ کی تقریر کا غلاصہ یہ ہے کہ سارا ملستان آپ کے قدموں میں آجائے۔ میں نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، بہتان لگاتے ہو۔ جب میں بار بار کہتا ہوں کہ جس خادمِ دین سے، اہل اللہ کے جس اجازت یافتہ سے تم کو مناسبت ہوا سے رجوع کرو، تو پھر یہ الزام لگانا کیسے جائز ہے؟ اگر ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ بعض لوگوں کو یہاں کینسر ہے لہذا جس ڈاکٹر پر تمہیں اعتماد ہوا سے رجوع کرو تو جو بے چارہ یہ تقریر کر رہا ہے، اس پر یہ الزام لگانا کہ بس آپ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مریض آپ کی ڈسپنسری میں پہنچ جائیں۔ بتاؤ! یہ الزام ہے یا نہیں؟ جب میں بار بار یہ اعلان کرتا ہوں کہ مولانا نقی عثمانی صاحب، حضرت ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، بیت المکرم میں ان کا بیان اور مجلس ہوتی ہے۔ ناظم آباد میں مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں، دارالعلوم میں مفتی عبدالرؤوف سکھروی صاحب ہیں۔ یہ سارے علماء شیخ ہیں۔ اسی طرح سکھر میں بعض بزرگانِ دین ہیں، جہاں مناسبت ہو وہاں جاؤ۔ پھر یہ الزام لگانا ظلم ہے یا نہیں؟

میں اعلان کرتا رہتا ہوں کہ جس نے غلطی سے جو شیخ محبت میں یا میری تقریر سے متاثر ہو کر مجھے شیخ بنالیا ہو، اگر اسے کوئی اور شیخ اپنی مناسبت کا ملتا ہو تو میری طرف سے صرف اجازت نہیں بلکہ حکم ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو اور جا کر فوراً اس کو مر لی بنا لو جس سے تمہیں مناسبت ہے کیونکہ میں اُمت کے ایک فرد کو بھی ضائع کرنا جرم عظیم سمجھتا ہوں۔ اُمت کے ایک مسلمان کو خدا نے ملے تو میں ایسی پیری کو طلاق دیتا ہوں۔ میں دعا میں بھی یہ کہتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں کا مجھ سے بخوبی آپ کے علم میں مفید ہے، آپ ان کو مجھ سے جوڑ دیجئے اور اگر آپ کے علم میں ان کے لئے خیر نہ ہو تو ان کی مناسبت کا شیخ ان کو عطا فرمادیجئے۔ اب اس سے زیادہ کیا اخلاص پیش کر سکتا ہوں۔

کسی سے مناسبت نہ ہو وہاں نہ جائے مگر بدگمانی جائز نہیں

ارشاد فرمایا کہ کسی اللہ والے سے بدگمانی کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن طبیعت کی مناسبت نہ ہونے سے اس کے پاس جانا بھی واجب نہیں۔ جس سے مناسبت نہ ہواں کے پاس نہ جائے لیکن اگر شیطان اس کے خلاف دل میں وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، ہر ایک سے حسن نظر کرے۔ سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں: ((كُلُونَ لِيَمَنْ شَغَلَهُ عَيْبَةٌ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ)). (کنز العمال: دار الكتب العلمية)، ح ۱۵ ص ۳۶۵؛ رقم ۳۳۲۷) (ترجمہ: اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اس کے (اپنے) عیوب لوگوں کے عیوب سے غافل کر دیں۔)

جسمانی بلڈ گروپ سے روحانی مناسبت کی مثال

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں خواہ کتنے ہی بڑے اولیاء اللہ ہوں لیکن نفع ہروں سے ہر شخص کو نہیں ہوگا بلکہ اسی ولی اللہ سے ہوگا جس سے مناسبت ہے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب ہیں جن کے بدن میں خون اس قدر زیاد ہے کہ لوگ انہیں خون کی شکنی کہتے ہیں، ان کے ایک دوست بیمار ہوئے تو ڈاکٹروں نے کہا کہ انہیں خون کی ضرورت ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ میرے بدن سے جتنا چاہو خون نکال کر میرے دوست کے لگادو،

لیکن جب ان کا خون نکال کر ٹیسٹ کیا گیا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کے خون کا گروپ دوسرا ہے، اس کے خون کا گروپ دوسرا ہے، اس لئے آپ کا خون اسے نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح ہر شخص کا خون دوسرے کے لئے نافع نہیں ہو سکتا جب تک کہ دونوں کا گروپ سے گروپ نہ مل جائے، اسی طرح چاہے کتنا ہی بڑا عالم ہو، کتنا ہی بڑا ولی اللہ ہو، اس کی صحبت سے نفع نہیں کو ہوگا جن کی روح کا گروپ اس کی روح سے مل جائے گا، جو روح دوسرے گروپ کی ہوگی، اس کو اس ولی اللہ کی صحبت سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ اس مثال سے یہ انشکال دور ہو گیا جو آج کل بہت سے لوگ کرتے ہیں کہ میاں!

جو بھی دین کی بات سنارہا ہو، ہر عالم کے پاس بیٹھو، ہر ایک سے نفع حاصل ہو جائے گا، مناسبت کوئی چیز نہیں۔ لیکن اگر دوسرے گروپ کا خون کسی کے جسم میں داخل کر دیا جاتا تو بجائے فائدے کے ضرر پہنچ جاتا، اسی طرح جس سے مناسبت نہیں ہوگی اس سے اگر دین کی بات بھی سنے گا تو دین سے قریب ہونے کے بجائے، اور دور ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس کی بات دل میں نہیں اترے گی، بجائے نفع کے ضرر ہوگا۔

اصلاحِ باطن اور نفع کے لئے صرف اپنے شیخ پر نظر رکھے

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا گنو ہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں جنید بغدادی، امام غزالی، بابا فرید الدین عطار، شیخ عبدال قادر جیلانی، شیخ معین الدین چشتی اجیری، شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے اولیاء بیٹھے ہوں اور اولیاء ہی نہیں علمائے ربانیں بھی ہوں مگر میری نظر اپنے پیر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر رہے گی، میں کسی کو نہیں دیکھوں گا بس اپنے حاجی صاحب کو دیکھوں گا، وہ جانیں ان کے بڑے جانیں مگر میری نظر حاجی صاحب پر رہے گی کیونکہ مجھے اللہ کے ملنے کا ذریعہ اور دروازہ میرے شیخ ہیں لہذا میری نظر اپنے شیخ پر ہی رہے گی۔

اس پر ایک مثال دل میں آئی کہ کسی کی ایک لاکھ نانی بیٹھی ہوں، اماں کی اماں

کی اماں ہیں، ایک گھنٹہ تک اماں کی گردان کرتے رہو تو بھی شاید پورا نہ ہو، اماں کی اماں نانی ہوئی اور نانی کی اماں پڑنائی ہوئی اور پڑنائی کے بعد نانی ہوئی اور نانی کے بعد سکرٹ نانی ہوئی وغیرہ وغیرہ لیکن اپنی اماں جب سامنے ہو تو بچے کس کو دیکھے گا؟ کیونکہ جانتا ہے کہ دودھ تو اماں کا پی رہا ہوں، اماں کے دودھ سے پل رہا ہوں، دوسرا نانیوں کو کیوں دیکھوں؟ ہاں اگر نانی مہمان ہو جائے تو چائے پانی پلا دو کہ نانی اماں ہیں۔ ایسے ہی اگر شیخ کا شیخ آجائے تو ظالم ہے وہ مرید جو اپنے شیخ کے شیخ کو چائے بھی نہ پلائے، یہ کیسا مرید ہے؟ تو نانی والی مثال سے مولانا گنلوہی عَزَّوَجَلَّ کے ارشاد کی اختر نے شرح کر دی کہ جیسے بچہ اپنی ماں ہی کو دیکھتا ہے اسی طرح کتنے ہی بڑے اولیاء بیٹھے ہوں لیکن مرید کی نظر اپنے مرشد ہی پر رہنی چاہیے لیکن عظمت سب کی رہے، کسی ولی اللہ کی حقارت جائز نہیں ہے لیکن اصلاح کے لئے صرف وہاں جاؤ جہاں دل کو مناسبت ہو۔ جس مردی سے آپ کا بلڈ گروپ ملتا ہو یعنی جس سے مناسبت ہواں سے رابطہ کر لو اور اگر کسی سے مرید ہو گئے لیکن بلڈ گروپ نہیں ملتا تو زبردستی یہ تعلق قائم نہ رکھو کہ صاحب! کیا کروں، مجبور ہوں، جب مرید ہو گئے تو ہو گئے۔ یہ بات صحیح نہیں، یہ دنیاوی عشق نہیں ہے کہ ”جب آگئے تیرے قدموں میں پھر دو ریہاں سے جانا کیا۔“ نہیں، اگر مناسبت نہیں ہے تو اس شیخ سے دُور جانا فرض ہے اور دوسرا مناسبت والے شیخ سے تعلق کرنا ضروری ہے کیونکہ پیر مقصود نہیں ہے، اللہ کی ذات مقصود ہے۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی عَزَّوَجَلَّ لکھتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی پیر سے کوئی وابستہ ہو گیا مگر مناسبت نہیں ہے، فیض نہیں ہو رہا ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مردی کرلو جس سے آپ کو مناسبت ہو۔ پہلے شیخ سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن پہلے شیخ کی تو ہیں نہ کرو، غیبت مت کرو، خاموشی سے دوسرا جگہ تعلق کرلو جہاں تمہاری مناسبت ہو۔ میری طرف سے بھی ہمیشہ سب کو اجازت ہے، جو غلطی سے مجھ سے بیعت ہو گیا ہو لیکن مجھ سے بلڈ گروپ نہیں ملتا یعنی مجھ سے مناسبت نہیں ہے، مجھ سے نفع نہ ہو رہا ہو تو جیسے اللہ کے لئے مجھے پیر کیا تھا، اللہ ہی کے لئے مجھے

چھوڑ دوتا کہ تم مولیٰ سے محروم نہ ہو۔ پیر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو مولیٰ سے زیادہ بڑھادے، مرید کو اپنے سے لپٹائے رکھے چاہے اسے فائدہ ہو یا نہ ہو، بس خانقاہ کی رونق بنی رہے۔ رونقِ قصودہ ہی نہیں ہے، ایک ہی مرید مل گیا تھا شیخ شمس الدین تبریزی عَلِیٰ اللہُ تَعَالٰی کو یعنی مولا نارومی عَلِیٰ اللہُ تَعَالٰی، دنیا نہیں جانتی تھی کہ ان کا کوئی مرید بھی تھا، لیکن ایک مرید نے سارے عالم میں شیخ کے نام کا ڈنکا پوادیا۔

شیخ سے کیا چیز سیکھنی چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ جب کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرو تو سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اللہ کی محبت، اللہ کا خوف اور تقویٰ سیکھو، ورنہ کُونُوا مَعَ الصَّدِيقِينَ کے حکم میں تمہارا کُونُوا بالکل بیکار ہو جائے گا۔ مقصودِ صحبت اہل اللہ تقویٰ اور تقویٰ پر استقامت ہے۔ اگر کبھی تقویٰ ہوا رکھی لقوہ ہو تو یہ استقامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ثُمَّ استقْامُوا نازل فرمایا، معلوم ہوا کہ استقامت مطلوب ہے۔

اہل اللہ کا اصلی حق ان سے اللہ کو حاصل کرنا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ والوں کے پاس جا کر تم نے بیٹے کے امتحان میں پاس ہونے کی دعا کرالی یا کاروبار میں برکت کے لئے تعویذ لے لیا، اور یہ دعا نہ کرانی کہ میں اللہ والابن جاؤں، یہ طریقہ نہ پوچھا کہ میرے دل میں بھی اللہ کا عشق و محبت پیدا ہو جائے تو یاد رکھو! قیامت کے روز تمہاری گرفت ہو گی، تم نے اللہ والوں کا حق ادا نہیں کیا۔ سوچو تو سہی! وہ اللہ والا ہے۔ امر و دو اے سے امر و دلیتے ہو، مٹھائی والے سے مٹھائی مانگتے ہو، کباب والے سے کباب لیتے ہو، تو اللہ والوں سے اللہ کو کیوں نہیں لیتے؟

خانقاہوں سے تقویٰ سیکھا جاتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ تقویٰ اس کا نام نہیں کہ کبھی اس سے گناہ ہی نہ ہوتا ہو، یہ شان تو نبی کی ہے، ولی وہ ہے جو گناہ چھوڑنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

اس کو ششِ ترک گناہ کا نام ولایت ہے، جو کوشش نہیں کرتا وہ ولی اللہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا مَأْسَطَ عَنْهُمْ﴾

(سورہ التغابن: آیہ ۱۶)

یعنی جتنی تہاری استعداد اور طاقت ہو، اتنا گناہ سے بچنے کی کوشش کا نام ولایت اور تقویٰ ہے۔ جو خانقاہ میں تقویٰ نہیں سیکھتا تو وہ اپنی زندگی ضائع کرتا ہے، اپنے شیخ کی نعمت کو بھی ضائع کرتا ہے اور صحتِ شیخ کے اکسیر خمیرے کو بھی ضائع کرتا ہے۔ لہذا سب لوگ یہ ارادہ کرلو کہ مرشدین سے تقویٰ سیکھنا ہے، بازِ شاہی سے شاہ بازی سیکھنا ہے کہ باڈشاہ کے ساتھ کیسے رہتے ہیں؟ اس کی کلائی پر کس طرح بیٹھتے ہیں؟ ہمیں بھی یہ آداب سکھاؤ۔ کرس بازِ شاہی کے ساتھ رہتے ہیں اور اخلاقی رذیلہ نہ چھوڑتے تو یہ کیسا ہے؟ یہ نفس پرست ہے، یہ چاہتا ہے کہ مولیٰ کا بھی نام لیتا رہوں، مولیٰ والوں میں بھی رہوں اور لیلاوں کو بھی نہیں چھوڑوں۔ یاد رکھو! اس پر ہمیشہ عذاب رہے گا، پورے اللہوالے بن جاؤ ورنہ کیا جہنم کا راستہ تمہیں پسند ہے؟

سایہ رہبر پر باغبان کی مثال

ارشاد فرمایا کہ سایہ رہبر کے بغیر ذکرِ حق بھی گمراہ کر سکتا ہے، اس کے اندر انہا، تکبر آسکتا ہے۔ تہائی میں عبادت کی، نفس میں بڑائی آگئی کہ میں بھی کچھ ہوں، شیطان نے کتنی عبادت کی لیکن گمراہی سے نہیں فتح سکا کیونکہ ظالم کو کوئی رہبر میسر نہ تھا۔ جیسے کسی درخت کا کوئی رکھوا، کوئی مالی نہ ہو تو اس کو کیڑے لگ جاتے ہیں کہ نہیں؟ اور اگر کوئی مالی اس کی دیکھ بھال کرنے والا ہو تو وہ اسپرے کرتا رہتا ہے، جسے جراشیم کش اسپرے کہتے ہیں، یہ جراشیم کش اسپرے شیخ کی ڈانٹ اور اصلاح و تربیت ہے۔

طالب کی گندی روح کو دھونے والی ذات شیخ کی ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام استابرکت والا ہے کہ محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

((لَقَدْ قَالَ الْقَطْبُ الرَّبِيَّ إِنَّ الشَّيْخَ السَّيِّدَ عَبْدَ الْفَادِيرِ الْجِيلَانِيَّ: أَلَا سُمُّ الْأَعْظَمِ هُوَ اللَّهُ بِسْرَرٍ طَآءُ تَقُولَ اللَّهُ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ سِوَى اللَّهِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، ج ۲ ص ۷۰)

یعنی فرمایا قطب۔ رباني حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی علیہ السلام نے کہ اسم اعظم اللہ ہی ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ اس طرح کہو کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔ ایک ہی شرط ہے کہ قلب کو غیر اللہ سے، فانی حسینوں سے، بستر نے لگنے والی لاشوں سے پاک کرایا جائے، لیکن یہ بتاؤ! جب کشتی میں پانی بھر جاتا ہے تو کشتی خود پانی نکالتی ہے یا کوئی دوسرا شخص ڈبہ ڈال کر پانی نکالتا ہے؟ خواجہ صاحب نے حکیم الامت علیہ السلام سے عرض کیا تھا کہ جب میں آپ کے پاس آتا ہوں تو میرا دل صاف، محلٌ ہو جاتا ہے، حضرت نے فرمایا جی ہاں! میں آپ کا ذہوبی ہوں، آپ روح گندی کر کے لاتے ہیں، اشرف علی اس کو دھو دیتا ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کا مقام! اللہ والوں کی صحبت کی تاشیر کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ السلام اپنے مکتوبات، مکتوباتِ ربیانی میں لکھتے ہیں کہ اگر گناہوں کا پہاڑ کسی کے سر پر ہو تو کسی صاحبِ نسبت اللہ والے کے پاس جایا کرے، اس کی صحبت میں رہے، ان شاء اللہ! اس کے گناہوں کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اندھیرے چھٹ جائیں گے، یہاں تک کہ اُس آفتتابِ ہدایت اور ان کی نسبت باطنی کے سورج کی شعاعوں سے تمہارے گناہوں زدہ دل روشن اور منور ہو جائیں گے۔

والدِ دین ظاہری مربی، شیخ باطñی مربی ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ قَفْ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

(سورة البقرة: آية ٨٣)

اتنا عظمت والا مالک، سارے جہاں کا پانے والا، ساری دنپا، کائنات کا رب

فرما رہا ہے کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا، یعنی دنیا میں ظاہری طور پر جو لوگ تمہاری پروردش کر رہے ہیں، ان کا بھی حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ، اپنی عظمت کے حق کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں سے والدین کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم نازل فرمایا ہے تو یہ ماں باپ کی عظمت کے لئے ہے۔ جو بھی ماں باپ کے ساتھ، استادوں کے ساتھ، شیخ کے ساتھ بے ادب ہوگا، اس کی اصلاح نہیں ہوگی۔ جس طرح سے ماں باپ کو اذیت پہنچانا حرام ہے، اسی طرح سے دینی مرbi کا بھی ادب و احترام اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ شیخ بھی پالتا ہے، ماں باپ جسم کو پالتے ہیں، شیخ روح کو پالتا ہے، وہ ظاہری مرbi ہیں، شیخ باطنی مرbi ہوتا ہے۔

شیخ کے دو حق: محبت اور عظمت

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے دو حق ہیں، ایک محبت اور دوسرا عظمت۔ حقِ محبت کام آتا ہے جب مرbi اور طالب کی رائے میں تواافق (اتفاق) ہوتا ہے، اس وقت بوجہ محبت کے عمل آسان اور لذیذ ہو جاتا ہے اور حقِ عظمت کام آتا ہے جب مرbi اور مرید کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، اس وقت بوجہ شیخ کی عظمت واکرام کے اپنی رائے کو فنا کرتا ہے اور مرbi کی رائے پر عمل کرتا ہے۔

غلامی ہے یہ دوستانہ نہیں ہے
پیر خود را حاکم مطلق شناس
تا براہ فقر گردی حق شناس

ارشاد فرمایا کہ مولانا روی بَوَّابَ اللَّهِ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر کو حاکم مطلق سمجھوتا کہ اس کے فقیر بن کر فنا یت کی راہ سے اللہ کو پہچان سکو۔ پیر کے ذریعہ ہی اللہ کی معرفت اور پہچان نصیب ہوتی ہے، جس طرح بغیر رہبر کوئی راستہ طے نہیں کر سکتا، اسی طرح بغیر شیخ کامل کے کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ پیر جو اللہ کا راستہ بتاتا ہے، یہ اس کی نظر عنایت ہوتی ہے اور

پیر کی نظرِ عنایت اللہ کی نظرِ عنایت ہے، پیر کی نظر کا پھر جانا اللہ کی نظر کا پھر جانا ہے۔
خدمت اور خدمت حق کردن است

مولانا رومی عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ پیر کی خدمت کرنا گویا حق تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا حق ادا کرنا ہے، کیونکہ پیر واسطہ ہے اللہ تک پہنچنے کا، اس لئے پیر کے ساتھ غلامی کا تعلق ہونا چاہیے نہ کہ دوستی اور ہمسری کا، غلامی ہے یہ دوستانہ نہیں ہے۔

شیخ کی محبت عظمت کے ساتھ ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ محبتِ شیخ کے ساتھ عظمتِ شیخ بھی واجب ہے۔ بعض لوگ شیخ سے یارانہ رشتہ رکھنا چاہتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ غلامی ہے، دوستانہ نہیں ہے۔ غلام اور آقا کا تعلق ہوتا ہے، شیخ سے ایسا تعلق رکھنا چاہیے۔

محبت کر کے بھی وہ فیض سے محروم رہتا ہے

وہ جس کے دل میں اپنے شیخ کی عظمت نہیں ہوتی

جیسے شیخ خاموش ہے، مراقبے میں ہے، اللہ کی عظمت کے کسی تصور میں ہے، اس کا مرید آ کر کہے کہ ابے یار! دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ مرید اگر کوئی بے تکلفی سے شیخ سے کہے کہ ”ابے یار! آج خاموش، چپ چاپ کا ہے بیٹھے ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟“ تو کیا وہ مرید رہے گا؟ شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو، اس کی دلیل کیا ہے؟ ان شاء اللہ! ہر مسئلہ تصوف پر دلیل پیش کروں گا اور دلیل بھی نہایت واضح ہے۔ حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اول تو شیخ تمہارا استاد ہے اخلاقیات کا، تمہارا مصلح ہے۔ عقلًا بھی اور طبعی شرافت کی بھی بات ہے کہ جس کو اپنا شیخ بنایا ہے، اللہ کی محبت سیکھ رہے ہو، روحانی علاج لے رہے ہو، اس کو یار سمجھنا کیسے صحیح ہو جائے گا؟ لیکن اب دلیل بھی سن لیجئے تاکہ آپ کے اور اہل علم کے قلب کو اور بھی زیادہ تسلی ہو جائے۔ حکیم الامت تھانوی عَزَّوَجَلَّ تفسیر بیان القرآن حاشیہ مسائل السلوك میں **تُوْقِرُوْهُ** کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اے لوگو! اے صحابہ! میرے نبی کی توقیر، تعظیم کرو، عزت کرو۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضَّ کے اندر

محبت بہت تھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو بھی منہ پر مل لیتے تھے، ایسی محبت تھی تو اس کا خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو غلبہ محبت میں میرے رسول کے ساتھ کہیں یا رانہ نہ کر لیں۔ لہذا فرمایا کہ اسی آیت سے مسئلہ سلوک بیان کرتا ہوں کہ اپنے شیخ کی تو قیر بھی لازم ہے کیونکہ وہ نائب رسول ہے۔

شیخ نائب رسول ہوتا ہے، اس کا ادب ضروری ہے

اس کی تائید میں ایک ارشاد اور بھی ہے۔ حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ جب شیخ کی مجلس میں بیٹھو تو جسم کو گویا تم حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہو۔ ”گویا“ لفظ یاد رکھنا ورنہ کوئی فتویٰ لگادے گا۔ علیٰ سبیل نیابت شیخ نائب رسول ہے۔ گویا کہ تم حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہو۔ یہ مفہوم چھپا ہوا ہے، چھپا ہوانہیں ہے۔ جن لوگوں کو حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ سے عقیدت ہو، ان کے لئے یہی کافی ہے۔

حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ کتاب ”اصول الوصول“ میں لکھتے ہیں کہ شیخ جہاں لیٹا ہو اُدھر پیر بھی نہ کرو، اگرچہ درمیان میں دیوار حائل ہو، اُدھر تھوکو بھی مت، اور اپنا سایہ بھی شیخ پر مت ڈالو۔ جیسے راستہ چل رہے ہو تو تمہارا سایہ ایسے زاویہ سے زمین پر پڑے کہ شیخ پر نہ پڑے۔ مجھے اس کی وجہ نہیں معلوم تھی، حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ کے مضمون میں مل گیا کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ تمہارے سائے سے شیخ کا دل مشوش ہو گا کہ کیا چیز بار بار میرے اوپر سایہ فَگَانِ اینڈ سایہ انداز ہو رہی ہے۔ دیکھئے! یہاں اینڈ کیسا لگ رہا ہے؟ یہ اس لئے کہہ دیا کیونکہ بعض لوگوں کو جب تک ”لینڈ“ نہ ملے ان کو مزہ نہیں آتا، اینڈ کا وزن تو مل گیا لینڈ سے۔ ایک سینٹ کمپنی ہے، اس کا نام ہے ”پاک لینڈ سینٹ فیکٹری“، میں نے کہا کہ لینڈ بھی پاک نہیں ہو سکتا، ہندوستان میں لینڈ پاخانے کو کہتے ہیں۔ مریض کہتا تھا کہ حکیم صاحب! آج کل لینڈ خشک ہو گیا ہے یعنی پاخانہ نہیں ہو رہا ہے، تو لینڈ ترکرنا بھی حکیم کا کام ہے۔

شیخ جب ہنسائے تو ہنسو، رُلائے تو رو روَ

عظمت کے یہ معنی نہیں کہ جب شیخ ہنسائے تو اس وقت بھی نہ ہنسو نہیں،

اس وقت سنجیدہ نہ رہو، جب شیخ ہنسائے تو ہنسو، اس وقت یہی ادب ہے، اور جب شیخ خاموش رہے تو خاموش رہو، شیخ رو رہا ہے تو رو نے لگو۔ جس کیفیت میں شیخ ہو، اسی کیفیت میں تم مُتَكَلِّف (بناؤنی طور پر کوئی کام کرنے والا) ہو جاؤ۔ یا اس کا ادب ہے، اس کی محبت کا حق ہے۔ اب شیخ رو نے لگو کوئی ہنسنے لگے، یہ سخت نالائقی ہے۔ حکیم الامت عَزَّیْلَةُ اللَّهُ نے فرمایا کہ یہ تو عام عاشقوں کا بھی حق ہے، اللہ کا کوئی بندہ بھی کہیں رورہا ہو تو ہنسومت ورنہ اس کا ہارت فیل ہو جائے گا، اس کا ساتھ دو کیونکہ کیفیات مہمان خداوندی ہوتی ہیں، کیفیات اللہ کی مہمان ہوتی ہیں۔ مہمان کا اکرام ضروری ہے یا نہیں؟ جب اللہ کا عاشق رو نے لگے، تمہیں رونانہ آئے تو تم شکل ہی بنالو، رو نے کی آواز ہی نکالنے لگو، نقل کرنے سے بھی رو نے والوں کا انعام مل جاتا ہے۔

ایک عالم مرید کا حضرت والا عَزَّیْلَةُ اللَّهُ کی جائے نماز کا ادب کرنا
 (ایک عالم مرید حضرت والا امامت برکات ہم کی مجلس میں حاضر ہوئے، حضرت والا نے انہیں قریب بلا لیا جہاں حضرت والا کی جائے نماز بھی تک بچھی ہوئی تھی، لیکن انہوں نے مصلے کو ادب سے ہٹا دیا اور اس پر نہ بیٹھے۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری عَزَّیْلَةُ اللَّهُ فرماتے تھے کہ ایک من علم کے لئے دس من عقل چاہیے، اور عقل میں سلامتی اہل اللہ کی صحبت سے آتی ہے، اور صحبت بھی طویل ہونی چاہیے تاکہ اپنے شیخ کا ہر زمانہ دیکھ لے۔ دیکھو! مولانا بھی مجلس میں آئے، جو جائے نماز بچھی ہوئی تھی، کیا اس پر نہیں بیٹھ سکتے تھے؟ لیکن شیخ کی نسبت کا ادب کر کے نہیں بیٹھے، اسی کا نام سلامتی عقل ہے۔ بیس سال کوئی شخص شیخ کے ساتھ رہے اور شیخ کا اکرام اس کے دل میں نہ آئے تو کیا ہے، میں بھی سوچ رہا تھا کہ دیکھو! یہ مولوی صاحب کیا کرتے ہیں؟ اگر یہ میرے (یعنی شیخ کے) مصلے پر بیٹھ جاتے تو پھر میں ان کو ادب سکھا دیتا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ یہ آداب شیخ کے خلاف ہے۔ لہذا اظر قُ الْعِشْقِ كُلُّهَا أَدَبٌ، اللہ کا راستہ ابتداء تا انتہاء ادب ہی ادب ہے۔ اب دیکھو! اس

ادب سے میرا دل کتنا خوش ہوا، اس مصلے پر بیٹھ سکتے تھے، امام مسجد بھی ہیں اور امام کو حق ہوتا ہے یا نہیں؟ مصلے پر سارا القبة تو امام ہی کا ہوتا ہے لیکن محض میرے ساتھ چونکہ ان کا تعلق ہے تو اس پر نہیں بیٹھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجھے خیال نہیں رہا تو یہ اللہ کا راستہ بے فکری کا نہیں ہے، اس میں تو ہر وقت چوکنار ہو، ہر انس میں دیکھتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ پھولپوری علیہ السلام کی عادت تھی کہ جہاں بیٹھتے تھے تو پہلے ایک کپڑا بچھاتے تھے لیکن اپنے شیخ حضرت تھانوی علیہ السلام کی قبر پر جب حاضر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ادب کی وجہ سے بغیر کچھ بچھائے زمین پر بیٹھ گئے اور رور ہے تھے۔ قطب العالم حضرت گنگوہی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شیخ کے سامنے سوائے نماز کی ضرورت کے جائے نماز پر نہ بیٹھے، اور نماز کے بعد فوراً جائے نماز اٹھائے اور زمین پر آبیٹھے، اور نوافل بھی اس کے سامنے نہ پڑھے، اور جو کچھ شیخ حکم فرمائے اس کی تعمیل کرے، حتیٰ المقدور اس میں کوتا ہی نہ کرے، اور شیخ کی جائے نماز پر قدم نہ رکھے۔ (اکابر کا سلوک و احسان: ص: ۹۸)

مرید کے دل میں مرشد کی عظمت کیسی ہوئی چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ مجلس جو میں نے آپ کے ساتھ اس وقت کی ہے پوری امت کے اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ ان مجالس سے ہی دین پھیلا ہے۔ یہ مجلس ان مجالس کی نقل ہے، اب حقیقت کہاں سے لاوے گے؟ اب نقل ہی کو غنیمت سمجھو، ورنہ وہ بھی کہاں ملے گی؟ اب اولیائے سابقین کہاں ملیں گے؟ جو موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھو۔ میرے شیخ پھولپوری علیہ السلام فرماتے تھے: ”گندم اگر بہم نرسد بھس غنیمت است“، ”گندم اگر نہ ملے تو بھوسی کی روٹی کھالو، لیکن شیخ اپنے کو ایسا سمجھے، طالبین نہ سمجھیں کہ میرا شیخ بھوسی ہے ورنہ مرید پھوسی ہو جائے گا، پھوسی کہتے ہیں ملی کو، یعنی شیخ کو حقیر سمجھنے والا محروم ہو جائے گا۔ حضرت حاجی صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شیخ تو یہی سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں، مگر مرید یہ سمجھیں کہ روئے زمین پر میرے لئے ان سے بہتر کوئی مرتب نہیں۔ یہ عقیدہ لازم ہے، ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، اور مولانا گنگوہی علیہ السلام نے اس کو سکھا دیا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی عَزِيزُ اللہِ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس میں ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب عَزِيزُ اللہِ تشریف فرماء ہوں، اور اسی مجلس میں امام غزالی، جنید بغدادی، بابا فرید الدین عطار، شیخ عبدالقدار جیلانی عَزِيزُ اللہِ ہوں تو میں کسی کی طرف رُخ نہیں کروں گا، بس اپنے حاجی صاحب کو دیکھتا رہوں گا۔ مرید کو شیخ سے ایسی محبت ہونی چاہیے، آج کل تو ایسا حال ہے کہ اولیاء اللہ تو در کنار، دنیا رکو دیکھ کر مرید صاحب شیخ کو بھول جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے شیخ سے ملنے آئے تھے، اتنے میں ایک نواب صاحب آگئے تو اپنے شیخ کو بھول گئے، بس نواب صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب ہنسے اور مجھ سے کہا اس مخلاص کو دیکھا؟ آیا تھا ہم سے ملنے، اور ایک نواب آگیا تو اب نواب کی طرف منہ کرنے ہوئے ہے اور ہماری طرف پیٹھ کرنے ہوئے بیٹھا ہے۔

اگر شیخ سے صحیح عقیدت اور محبت ہے تو چاہے بادشاہ اور روزیرا عظم بھی آجائے تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا کہ ہمارا بادشاہ تو ہمارا شیخ ہے۔ اللہ کا شکر ہے جب میرے شیخ پاکستان آتے ہیں تو میں اعلان کر دیتا ہوں کہ میرا بادشاہ، میرا وزیر اعظم آرہا ہے، سب کام بند کرو اور شیخ کے استقبال اور خدمت کی فکر کرو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے مگر اے حکیم اختر! سن لے کہ اگر سچا اللہ والا شیخ مل جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا، مزیدار ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر شیخ کی مجلس میں بادشاہ آکر بیٹھ جائے اور مرید بجائے شیخ کے بادشاہ کو دیکھنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ مرید مخدوم ہے، ابھی اس کو نسبت عطا نہیں ہوئی، یہ عارف باللہ نہیں ہے ورنہ اسے شیخ سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نظر نہ آتا۔ جس کو اللہ اپنی معرفت دیتا ہے پھر اس کو مرشد کی معرفت بھی ہوتی ہے۔

بادشاہوں سے زیادہ شیخ کے ادب کی تلقین

ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! اختر اپنے شیخ کا اتنا ادب کرتا ہے جتنا رعا یا وزیر اعظم کا ادب کرتی ہے بلکہ میں اس سے بھی زیادہ اپنے شیخ کا ادب کرتا ہوں، مولانا شاہ ابرار الحق

صاحب دامت بر کا تم کی عظمت کو میں اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں اور ان کے حقوق ادا کرنے کی فکر رکھتا ہوں کہ میرے شیخ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ والوں کے مقابلوں میں بادشاہ یا وزیر اعظم کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے بادشاہ، ہمارے وزیر اعظم، ہمارے چیف سماںڈر، ہمارے سب کچھ ہمارے شیخ ہی ہیں۔ جب شیخ ہمارے یہاں تشریف لاتے ہیں تو ہم ان کی نظرِ عنایت کو اپنی مغفرت کا سامان سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے محسن ہیں، ہمارے مربی ہیں، وہ ہمیں اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمارا روحانی یوٹی پارلر کرتے ہیں یعنی ہماری بندگی کی نوک پلک کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنائے کر ہمیں اللہ کا پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے وہ سختی سے ہی کیوں نہ ڈانٹیں۔ اب ظاہری بات ہے کہ نوک پلک درست کرنے کے لئے تراش خراش تو کرنی ہی پڑے گی، اگر ناخن بڑے ہوں گے تو کثر استعمال کرنا پڑے گا اور اگر کٹر استعمال کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اب بھی گٹر میں گرنے کی اور لید سو ٹنگھنے کی عادت ہے تو پھر شیخ آپ کو مژہ نہیں کھلائے گا، گٹر میں گرنے کے بعد سڑپڑر پٹائی ہو گی، کبھی ایسے بھی اصلاح ہوتی ہے۔ آپریشن میں کیا ہوتا ہے؟ مریض کو حلوا کھلایا جاتا ہے یا چاقو چلتا ہے؟ لیکن جب گردے کی پتھری نکل جاتی ہے، پتے کی پتھری نکل جاتی ہے، آپریشن ہو جاتا ہے تو بعد میں مریض کیسا ہنستا ہوا ہسپتال سے نکلتا ہے، ڈاکٹر کا شکر یہ ادا کرتا ہے اور فیس بھی دیتا ہے جبکہ ہماری کوئی فیس نہیں ہے بلکہ بعض لوگ اُنکا ناراض ہوتے ہیں کہ صاحب! یہ تو بڑے سخت ہیں، بڑے کڑک ہیں۔ ماشاء اللہ! ہمارے قرار صاحب نے اس کا بڑا چھا جواب دیا۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے پیر مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب بڑے کڑیں ہیں، ذرا سی بات ہوئی ایک دم چھرہ لال ہو جاتا ہے، خوب ڈانٹ لگاتے ہیں۔ تو قرار صاحب نے جواب دیا کہ میر افس بھی تو اڑیں ہے، اڑیں نفس کے لئے کڑیں پیر ہوتا ہے۔

تجربہ یہی ہے کہ جس کا شیخ کڑوا ہو اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کرے، اس کے نفس کی زیادہ اصلاح ہوتی ہے لیاً یہ کہ کوئی بزرگ صاحب کرامت ہوں جو اپنے اخلاق و شفقت سے

اور روحانیت سے منزل تک پہنچا دیں، جیسے کہ حاجی امداد اللہ صاحب عَزَّلَهُ ڈا نٹے نہیں تھے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب ڈا نٹا اور خفا ہونا تو جانتے ہی نہ تھے، سراپا رحمت تھے لیکن ان کی صحبت کے فیض سے کوئی محروم نہیں رہتا تھا۔ ایسے اولیاء اللہ بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن عام حالات یہ ہیں کہ بغیر ڈا نٹ ڈپٹ کے اصلاح نہیں ہوتی۔

شخ سے حسن ظن کی تلقین

ارشاد فرمایا کہ جب ہم لوگ اپنی محبت اور نیک گمان اپنے شخ کو لکھتے تھے تو حضرت تحریر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے احباب کے نیک گمان کی برکت سے محروم نہ فرمائے۔ میں بھی اپنے مریدوں سے یہی کہتا ہوں کہ مرید اپنے شخ سے جتنا بھی حسن ظن کر سکتا ہو جائز ہے مگر بلا تنقیص دیگرالا ہو۔ دیکھ لو یہ لفظ کیسا مزیدار ہے۔ کسی کی تنقیص نہ کرو لیکن اپنے شخ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھو کہ پورے عالم میں میرے لئے میرے شخ سے بہتر اور مفید کوئی نہیں ہے۔

حضرت حاجی صاحب عَزَّلَهُ نے فرمایا کہ جتنا اپنے شخ سے حسن ظن کرو گے اتنا ہی فیض پاؤ گے۔ شخ سے فیض لینا اس کے ساتھ حسن ظن پر ہے، مگر شیخ صاحب نسبت ہو اور کسی اللہ والے کا اجازت یافتہ ہو، تبع سنت و شریعت ہو۔ پس اگر کوئی اپنے شخ سے حسن ظن رکھتا ہے کہ نہ جانے میرے شخ کو لکتنا عظیم مقامِ قرب حاصل ہے، نہ جانے اس کے سینہ میں درد کا لکنا دریا پوشیدہ ہے، تو چاہے اس شخ میں وہ خوبیاں نہ ہوں لیکن اس کے حسن ظن کی بدولت اس پر (مرید پر) اللہ کا فضل مرتب ہو جاتا ہے۔ لہذا اپنے شخ سے حسن ظن رکھو، مان لوایک پیر ہے، رات بھر میں رکعت پڑھتا ہے اور ایک شخ ہے ضعف کی وجہ سے رات کو اٹھ کر تھجد نہیں پڑھتا، عشاء کے وقت تھجد پڑھ لیتا ہے تو اس کو کم مت سمجھو۔ اس کو اس مثال سے سمجھو کہ ایک بچہ ہے جو اماں سے دور بیٹھا ہوا ہے اور تستیج کے دانے پر اماں اماں کر رہا ہے، عام بے وقوف اور نادان لوگ سمجھیں گے کہ اس سے بڑھ کر اماں کا عاشق کوئی نہیں ہے، اور ایک بچہ ہے جو اماں کی گود میں گردن سے لپٹا ہوا دو دھپری رہا ہے اور

ایک دفعہ بھی اماں نہیں کہتا تو بتاؤ کون زیادہ مقرب ہے؟ تو بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اللہ سے ہر وقت ان کے قلب و جان چکپے ہوئے ہیں اور اللہ کے قرب کا دودھ پی رہے ہیں۔
مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| علم چوں شیر است در پستان جاں | بے کشندہ خوش نی گردد رواں |
|------------------------------|---------------------------|

علم مثل دودھ کے ہے شیخ اور استاد کی روح کی پستان میں، جب پینے والے ہوتے ہیں تو اللہ ان کے مرکز سے اسے جاری فرمادیتے ہیں۔

مجھے ان لوگوں پر افسوس ہے جو میرے ساتھ آئے ہیں اور یہاں موجود نہیں ہیں، کتنی بڑی حمافت ہے کہ ساتھ آئے ہیں اور شیر دیکھنے پلے گئے لیکن ان کی قسمت اور ان کی حمافت کا کیا کیا جائے۔ جس کی قسمت اچھی ہوتی ہے اس کی حمافت سے بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھاگے جا رہے تھے، کسی امتی نے پوچھا کہ آپ کیوں بھاگ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ایک احمد سے بھاگ رہا ہوں۔ کہا آپ تو کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اچھا ہو جاتا ہے، ناپینا پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو پینا ہو جاتا ہے، آپ نے اس کی حمافت پر ہاتھ کیوں نہیں پھیرا کہ اس کی عقل ٹھیک ہو جاتی؟ تو فرمایا کہ حمافت قہر خداوندی ہے اور میرے ہاتھ میں قہر کو مہر (محبت) سے بدلا نہیں ہے، قہر خداوندی کو مہر خداوندی سے بدلا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

شیخ کو لوگوں کی نظر سے نہیں، اپنی نظر سے پہچانو

ارشاد فرمایا کہ جب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے ایک بات نکل گئی کہ ”اب خانقاہ چک جائے گی“۔ حضرت نے ان کو بہت ڈانٹا کہ خواجہ صاحب! آپ نے مجھے نہیں پہچانا، میری قدر نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے کافر بادشاہ مسلمان ہو کر اشرف علی کے ہاتھ پر مرید ہو جائیں، تب بھی اشرف علی کی عبیدیت اور بندگی کے زاویہ قائمہ، ۹۰ ڈگری میں ایک اعشار یہ فرق نہیں آئے گا نعوذ باللہ نعوذ باللہ! کیا شیخ تھماج ہے مریدوں کی تعداد کا۔

یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اگر ساری دنیا میں میرے شیخ کا کوئی ایک بھی مرید نہ ہو بلکہ سارے مرید اپنی بیعت توڑ کر میرے شیخ کو چھوڑ کر چلے جائیں، تب بھی ہم شیخ کو نہیں چھوڑ سیں گے۔
شیخ کو اپنی نظروں سے پہچانو، دنیا کے مرید ہونے سے عقیدت مت رکھو۔

حضرت والا عَزِيزٌ اللہِ کا اپنے شیخ کے لئے گمان

ارشاد فرمایا کہ جب کسی اللہ والے سے مناسبت ہو جائے تو پھر یہ نہ دیکھو کہ وہاں کتنے لوگ آتے ہیں، مجمع بھی نہ دیکھو، یہ محبت رکھو کہ اگر اسے ساری دنیا چھوڑ دے لیکن ہم اس کی جو تیار اٹھاتے رہیں گے۔ الحمد للہ! مسجد میں اعلان کرتا ہوں کہ شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم سے اختر کو اتی ہی محبت ہے کہ ہم نہیں دیکھتے حضرت سے کتنے لوگ تعلق چھوڑتے ہیں، کون آتا ہے اور کون جاتا ہے، اگر ساری دنیا ان کو چھوڑ دے تو ان شاء اللہ! اختر انہیں نہیں چھوڑے گا۔ شیخ کی یہ محبت ہونی چاہیے۔ الحمد للہ! حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری عَزِيزٌ اللہِ سے تعلق ہوا تو میں نے یہی معاملہ رکھا۔

شیخ کی عظمت قلب میں دامنی ہونی چاہیے

ارشاد فرمایا کہ جو نور شیخ کے پاس خاموشی اور اس کی عظمت میں ملتا ہے وہ نور بولنے میں نہیں ملتا، بولنے سے نور نکلتا ہے آتا نہیں ہے اور خاموش رہنے میں نور جمع ہوتا ہے، یہ میرا تجربہ ہے۔ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے پاس بالکل خاموش رہتا ہوں، اس سے قلب میں نور جمع ہوتا ہے اور زیادہ بولنے سے نور نکل جاتا ہے اور اگر کوئی غلطی ہو گئی تو ڈانٹ بھی پڑتی ہے اور شیخ کا احتمال تکدر بھی ہوتا ہے، تو کیوں خطرے میں پڑتے ہو؟ جیسے اللہ کے حضور میں با ادب بیٹھتے ہو، اہل اللہ کے حضور میں بھی با ادب ہی رہو کیونکہ اللہ والوں سے محبت اللہ ہی کے لئے تو ہے۔ لہذا ہر وقت شیخ کی عظمت رہنی چاہیے، نہیں کہ جب کچھ کھارے ہیں تو بھول گئے کہ اللہ کہاں ہے؟ شیخ کدھر ہے؟ شیخ کے سامنے عظمتِ دامنہ رہنی چاہیے، کھاتے وقت بھی ایسی کوئی بے تکلفی کی بات مت کرو جس سے معلوم ہو کہ دل میں شیخ کی عظمت نہیں ہے۔

مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ کیسا معااملہ رکھنا چاہیے؟ عجیب مضا میں حضرت والا مرشدی و محسنی دامت الطافہم روزانہ صبح شام سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جاتے ہیں۔ (حضرت والا دامت برکاتہم کے وہاں تشریف لے جانے سے ان لوگوں کو بہت دینی نفع ہوا اور انہوں نے خود رخواست کی تھی کہ حضرت روزانہ تشریف لا کر درس دیا کریں۔ سہیل) ایک صاحب نے (جو حضرت ہردوئی دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے پیر بھائی ہیں) حضرت والا کونا مناسب مشورہ دیا کہ ”حضرت! اگر بُرَانہ مانیں تو ایک بات عرض کرتا ہوں کہ آپ روزانہ وہاں نہ جایا کریں، اس سے آپ کی عظمت، وقت سوسائٹی کے مکینوں کے دلوں میں کم ہو جائے گی۔“

حضرت نے ان صاحب سے فرمایا کہ آپ نے مشورہ تو اخلاص کے ساتھ دیا لیکن یہ اخلاص ایسا ہی ہے جیسے کوئی کرے میں تمام دروازے بند کر کے خوب اخلاص کے ساتھ نوافل پڑھ رہا ہو، اس کے اخلاص میں کوئی شبہ ہی نہ ہو لیکن وہ وقت عصمر کے بعد کا ہوتا یہ اخلاص کا کیا حال ہوگا؟ آپ کے اندر اخلاص تو ہے لیکن نادانی ہے اور عظمت کی کمی ہے۔ آپ کو سوچنا چاہیے تھا کہ ہو سکتا ہے کہ روزانہ وہاں جانے سے وہ سب صاحب نسبت ہو جائیں، حسنِ ظن رکھنا چاہیے تھا۔ اگر بے قسمتی ہونے کا بھی خدشہ تھا تو اخلاص نیت کی وجہ سے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اور وقت ڈال دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بعض بندوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس طرف خیر نہیں بھی ہوتی جس طرف وہ قدم اٹھاتے ہیں تو ان کی خاطر سے اللہ تعالیٰ خیر کو اسی طرف کر دیتے ہیں، جیسے حضرت علیؓ کے لئے حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

((رَحْمَ اللَّهُ عَلَيْاً أَلَّهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ رواه الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب مناقب العشر قرضی عنہم؛ ص ۵۶۷)

کے اے اللہ! حق کو اسی طرف کر دے جس طرف میرا علی ہو، ﷺ اپنے مربی سے، مصلح سے جتنا زیادہ حسنِ ظن ہوگا اتنا ہی نفع ہوگا، حسنِ ظن کی کوئی حد تھوڑی ہے۔

یہ گمان رکھنا چاہیے کہ ہمارا مصلحین کا جو طبقہ ہے، ان کا ہر فعل، ہر قول، ہر قول من جانب اللہ ہوتا ہے، آسمان والے کی طرف سے ان کے دل میں آتا ہے۔ لہذا اگر خیر نہیں بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی طرف خیر کو کر دیتے ہیں۔

بعض لوگ—مربہ بننے نہیں اور دوسروں کی اصلاح شروع کر دیتے ہیں۔

تحانہ بھون میں ایک بڑھیا نے ایسا ہی کیا تھا، وہ حضرت سے بیعت ہوئی، پھر حضرت کے گھر میں گئی اور حضرت ہی کی اصلاح شروع کر دی کہ حضرت! یہ لوٹا یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے، اس کو یہاں نہیں ہونا چاہیے، یہ چیز ایسے ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا ان بڑھیا! تو اپنی اصلاح کرنے آئی ہے یا میری اصلاح کرنے آئی ہے؟ میں اگرچہ آپ کا شیخ نہیں ہوں لیکن آپ کے شیخ کا خلیفہ تو ہوں، شیخ کی غیر موجودگی میں اس کا خلیفہ قائم مقام شیخ کے ہوتا ہے۔ میں خود کچھ نہیں ہوں لیکن آپ کو فائدہ اس سے ہو گا کہ آپ سب کچھ مجھے سمجھیں کیونکہ اگر دل میں یہ ہو گا کہ یہ تو حضرت نے خلافت دے دی ہے ورنہ ان میں کوئی کمال نہیں ہے، تو سوچ لو! ایسا گمان رکھنا گویا شیخ پر اعتراض کرنا ہے کہ نعوذ باللہ! شیخ کوئی اندازا ہے، مفتود العقل ہے کہ ناابلوں کو خلافت دے دیتا ہے۔ یہ جب اوپر سے فیصلہ ہوتا ہے کہ اس مرید کو نوازا ہے تب ہی خلافت عطا ہوتی ہے۔ خلافت، شیخ کے اختیار میں بھی نہیں، شیخ اگر نہ بھی چاہے کہ مثلاً مجھے فلاں مرید کی اصلاح نہیں کرنی ہے، اور وہ مرید ہو مخلص، تو بھی وہ محروم نہیں رہے گا۔ ملائی قاری بیشی اللہ کی بات سناتا رہتا ہوں:

((مَنِ اعْتَرَضَ عَلَى شَيْخِهِ وَنَظَرَ إِلَيْهِ احْتِقَارًا الْمُرْيُقْلِحُ أَبَدًا))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاعتصام بالكتاب والسنۃ، ج ۱ ص ۳۲۳)

کہ جس نے اپنے شیخ پر اعتراض کیا، یا حقارت کی نظر سے دیکھا کہ یہ کچھ نہیں ہیں، ایسے ہی چکر باز ہیں تو کبھی فلاں نہیں پاسکتا۔ آپ اندازہ کیجئے کہ میں نے اپنے شیخ حضرت ہر دوئی دامت برکاتہم کو صرف اتنی بات لکھ دی تھی کہ مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم نے فلاں صاحب کو خلافت دے دی۔ میں نے یہ صرف اطلاع لکھا تھا اور کوئی لفظ نہیں

لکھا تھا کہ وہ ایسے ہیں یا ویسے ہیں لیکن شیخ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ”اللہ والے جب کسی کے ساتھ نیک گمان کرتے ہیں اور کوئی منصب دیتے ہیں تو اگر وہ اس کے اہل نہیں بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین اور پیاروں کی خاطر سے ان کو اس منصب کا اہل بنادیتے ہیں، اپنے پیاروں کے اکرام اور ان کی محبت میں اس کو اہلیت بھی دیدیتے ہیں۔“

ایمان کی سلامتی کے دو اصول: اتباعِ سنت اور حبِ شیخ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی جیسا کہ ارشاد ہے کہ جس مرید سے شیخ نوش ہو اور اتباعِ سنت اس مرید کو حاصل ہو تو اس کے اندر ہیرے بھی پھر اجائے ہیں، ظلمات بھی انوار ہیں اور اگر ان دونوں میں سے کسی چیز میں کمی ہے تو اس کے انوار بھی ظلمات ہیں۔ اگر اتباعِ سنت تو کرتا ہے مگر شیخ کو ناراض کرنے ہوئے ہے تو شیخ کو ناراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ کو ناراض کرے، تو جس طرح ماں باپ کو نوش کرنا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی رضا بھی ضروری ہے، جو شیخ کو ناراض رکھتا ہے تو یہ شخص بھی محروم رہے گا اور اس کے اجا لے بھی اندر ہیرے ہیں، اگر اس کو روشنی بھی نظر آتی ہے تو سمجھ لو سب دھوکہ ہے۔

حبِ شیخ سلوک کی پہلی سیرٹھی ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے جسم خاکی کونہ دیکھو بلکہ اس مٹی میں جو روح اللہ کی محبت اور تعلقِ خاص سے مشرف ہے اس پر نظر رکھو۔ اس جسم خاک کے اندر جبور وح ہے اس کو دیکھو کہ اللہ کی محبت کے کس مقام پر فائز ہے، اگر مٹی کو دیکھو گے تو مگرہ ہو جاؤ گے۔ کچھ میں اگر کوئی ایک لاکھ روپے کا موتی چھپا دے تو جس شخص کو معلوم ہو گا کہ اس مٹی میں ایک لاکھ روپے کا موتی چھپا ہوا ہے، وہ جب کچھ میں کے پاس بیٹھے گا تو اسے محسوس ہو گا کہ میں ایک لاکھ روپے کے موتی کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی صرف مٹی کو دیکھا، ان کی روح کونہ دیکھا جو نسبتِ نور و نبوت اور خلیفۃ اللہ فی الارض کے منصب سے مشرف تھی۔ عطر کی شیشی کا اگر کوئی ادب کرتا ہے تو دراصل وہ شیشی کا ادب نہیں ہے، عطر کا

ادب ہے۔ اسی طرح شیخ کا ادب دراصل شیخ کا ادب نہیں، اللہ تعالیٰ کا ادب ہے کیونکہ اس اللہ والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے تعلقِ خاص کا عطر پوشیدہ ہے۔

حبِ شیخ کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ حبِ شیخ سے بڑھ کر محبتِ حق کے حصول کے لئے کوئی عمل موثر نہیں۔ یہی راز ہے جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی عین اللہ ائمۃ النبیوں نے کتبِ تصوف میں ذکر فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں فرائض و واجبات و سنن موکدہ پراکتفا کرے اور نوافل و اذ کار ملتوی کر دے۔ دیکھو! حضور ﷺ نے اس دعا کی تلقین کی:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ حُبَّ الْعَمَلِ يُبَيِّنُ غُرْبَةَ إِلَى حُمْبَكَ))
(مشکوٰۃ المصائب (قدیمی)؛ باب جامع الدعاء؛ ص ۲۱۹)

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کا طالب ہوں اور اس کی محبت کا بھی جو آپ کا محب ہو اور اس عمل کی محبت کا بھی جو آپ کی محبت سے قریب تر کر دے۔ یہاں محبِ ربیٰ یعنی عاشقِ حق کی محبت کو ان اعمال پر مقدم کیا گیا جو حق تعالیٰ کی محبت سے قریب کرتے ہیں جس سے حبِ شیخ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جس کو دراصل باللہ جان کر رہنما بنا یا گیا ہو، اس کی محبت جتنی بھی زیادہ ہوگی اسی قدر جلد وصول الی اللہ کی ضامن ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس عاشقِ حق کی محبت کی برکت سے اعمالِ تقرب کی محبت اور توفیق ہوگی جو ذریعہ ہوگا وصول الی اللہ کا۔ پس اہل اللہ کی محبت اعمالِ تقرب کی بھی ضامن ہے اور اللہ کی محبت کی بھی ضامن ہے۔

شیخ کی محبت بد رجہ حلقتِ مانگو

ارشاد فرمایا کہ جس کو شیخ کی محبت مل جاتی ہے اس کو اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی توفیق بھی ہو جاتی ہے اور حدیث "الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ" سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنے خلیل (گھرے دوست) کے دین پر خود مخوذ ہو جاتا ہے لہذا جس کو اپنے شیخ کی محبت کم ہوگی، علی سبیلِ حلقت نہیں ہوگی، اس کے اندر شیخ کا دین، شیخ کا اخلاق، شیخ کا

تعلق مع اللہ پورا منتقل نہیں ہوگا۔ خلیل کے معنی ہیں گہر ادوسست۔ دوستی اتنی گہری ہو کہ دل کے اندر داخل ہو جائے۔ اس حدیث کی شرح مولانا رومی عین اللہ شیخ نے یوں فرمائی۔

مہر پا کاں درمیان جاں نشاں

شیخ کی محبت کو، اللہ والوں کی محبت کو اپنی جان کے اندر رکھلو، عقل میں نہیں، عقلی محبت کافی نہیں ہے، دماغ میں بھی نہیں، قلب میں بھی نہیں، صرف دل کی محبت بھی کافی نہیں ہے، اور آگے بڑھو، دل کے درمیان کی محبت سے بھی آگے بڑھو، درمیان جان لے آؤ، روح کے اندر لے آؤ، جان کے اوپر اوپر والی محبت بھی کافی نہیں۔ یہ مولانا رومی عین اللہ شیخ کی بلاعثت ہے، فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت کو جان کے اوپر ہی نہ رکھو، جان کے درمیان میں لے آؤ اور۔

دل مدد الا بمبہر دل خوشاب

اور دل کسی کو مت دلیکن جن کے دل اچھے ہو گئے ہیں ان کو دل دو، اور دل کب اچھا ہوتا ہے؟ دل تو ایک ظرف ہے، برتن کب اچھا ہوگا؟ جب اس میں اچھی چیز رکھو گے۔ اللہ کی محبت سے بڑھ کر کون سی چیزاچھی ہو سکتی ہے؟ بس جن کے دل اللہ کی محبت سے اچھے ہو گئے ان کو اپنا دل دے دو۔

شیخ سے کیسی محبت ہونی چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ جو شخص ولایت کا اعلیٰ ترین مقام صدقیقت بلکہ اللہ کے راستہ کا پورا مزہ حاصل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کسی اللہ والے سے حُلت کا تعلق قائم کر لے اور حُلت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے علاوہ غیر پر نظر نہ جاوے، اللہ رسول کے بعد اس اللہ والے پر دل و جان سے ندا ہو۔ اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ پر بھی نظر ہے کہ چلو! ان سے بھی استفادہ کر لیں تو سمجھ لو کہ اسے حُلت حاصل نہیں اور یہ شخص صدقیق نہیں ہو سکتا۔ اس اللہ والے پر جان و مال و آبر و قربان کرنے کا جذبہ دل میں رکھے کہ اگر میرا شیخ یہ حکم دے کہ چلو! جہاد پر چل رہا ہوں تو پھر بیوی اولاد مال باپ کچھ یاد نہ آئیں۔ اس کی محبت میں اپنی آبرو کی بھی پرواہ نہ کرے کہ اس کی خدمت کروں گا یا یا تھوڑے چوموں گا

یا پا خانہ پیشاب صاف کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ ہر طرح شیخ کے آرام کی فکر کرے۔ میں اپنے شیخ کی کڑکڑاتی ہوئی سرد یوں میں ماش کرتا تھا اور بدن دبا تا تھا کہ پسینے چھوٹ جاتے تھے حالانکہ اس زمانہ میں سرد ہوا نہیں چلتی تھیں۔ بس یہ جذبہ تھا کہ کیسے اپنے شیخ کی جان پاک کو خوش کر دوں، جانے کس وقت دعامنہ سے نکل جائے۔ ایک مرتبہ میرے شیخ پھولپور سے پانچ میل دور ایک مدرسہ کے جلسے میں گئے ہوئے تھے، رات کے بارہ نج گئے اور حضرت کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ حضرت رات کو بھوکے سو جانیں گے، میں نے حضرت سے پوچھا بھی نہیں کہ حضرت! آپ کا کھانا پھولپور سے لے آؤں؟ کیونکہ اگر پوچھتا تو حضرت منع کر دیتے کہ کوئی ضرورت نہیں اتنی تکلیف کرنے کی۔ اس لئے میں نے پوچھا بھی نہیں اور چپکے سے سائیکل اٹھا کر پانچ میل پھولپور جل دیا۔ راستے میں چوروں کا بھی خطرہ تھا لہذا لاٹھی ساتھ رکھ لی اور سوچا کہ اگر راستہ میں مر بھی گیا تو کیا ہے؟ ایک اللہ والے کی خدمت میں مارا جاؤں گا، شہید ہو جاؤں گا اور حضرت میرے لئے روکر کچھ اللہ سے کہہ دیں گے تو میرا کام بن جائے گا۔ میاں! مجبت ایسی چیز ہے کہ جان کی بھی پرواہ نہیں رہتی۔ مجبت میں آدمی وہ کام کر گز رتا ہے کہ جو چار آدمی نہ کر سکیں۔ بس گر کی بات یہی ہے کہ کسی اللہ والے سے دل لگا لو، اس پر فدا ہو جاؤ تو برسوں کا راستہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ (معلوم ہوا کہ شیخ سے ہر خدمت کو پوچھنا بھی نہ چاہیے بلکہ سمجھ سے کام لے کر خود کر دے کہ شیخ کی جان پاک خوش ہو جائے۔ پوچھنے سے شیخ انکار کر دیتا ہے طالب کی تکلیف کے نیال سے۔ ارجام)

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے ایسی مجبت کی جیسے دنیوی محظوظ سے شیخ کا سرد بانا، سر میں تیل ڈالنا، بدن دبانا، کپڑے دھونا، گھر کے لئے آتا پوسا کر لانا، خدمت کرنا، مجبت میں شیخ کے پاؤں سے آنکھیں ملننا۔ یہ مجبت کا صحیح محل ہے نہ کہ مر نے سڑنے والی لاشوں سے مجبت کرنا۔ اللہ کو تو ہم اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اس زمین پر جہاں اکثر بندے مختلف چیزوں کو تلاش کر رہے ہیں، کوئی وزارت عظمیٰ کی کرسی کی تلاش میں ہے، کوئی تجارت کو تلاش کر رہا ہے، کوئی حسن فانی کی جستجو میں سرگردان ہے

لیکن بعض بندے ایسے ہیں جن کی رو جیں صرف مجھے تلاش کریں گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ پیدا کئے تاکہ اللہ والوں کو اللہ کے ساتھ جو وہ ہانہ تعلق ہوتا ہے، ان اللہ والوں کو دیکھ کر میرے بندوں کو اللہ یاد آ جائے اور ان کے دل کو تسلیم ہو جائے اور اللہ کی محبت کا اور اللہ کے حضور میں سجدے کا مزہل جائے۔

مرید کی نظر میں اپنے شیخ کا کیا مقام ہونا چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ امیر خسر و عجہ اللہ نے اپنے پیر نظام الدین اولیاء عجہ اللہ سے پوچھا۔
گفتہم کہ روش از قمر

کماے میرے پیر! چاند سے زیادہ روشن کیا چیز ہے؟ تو حضرت نے فرمایا۔
گفتہ کہ رخسارِ من است

میرا پھرہ تیری نظر میں چاند سے زیادہ روشن ہونا چاہیے۔ پھر انہوں نے پوچھا۔
گفتہم کہ شیریں از شکر

شکر سے میٹھی کیا چیز ہے؟ تو ان کے پیر نے فرمایا۔
گفتہ کہ گفتارِ من است

میری گفتگو تیرے کا نہ میں شکر سے زیادہ میٹھی معلوم ہونی چاہیے۔ آخر میں پوچھا۔
گفتہم کہ خسر و ناتوان

اے میرے پیر! میں آپ کا کیا ہوں؟ آپ کے نزدیک خسر و کیا حیثیت ہے؟ فرمایا۔
گفتہ کہ پرستارِ من است

تو میرا عاشق اور دیوانہ ہے۔ فارسی میں پرستار کے معنی دیوانہ، پاگل کے ہیں۔

محبتِ شیخ کی حدود

ارشاد فرمایا کہ صحبت اور محبتِ شیخ با عاشقِ فرح ہے، مگر یہ محبت حادث ہے اور اس کا فرح دائم نہ ہوگا، ہاں! اگر اس محبت للحق کا صحیح استعمال ہو یعنی دوامِ ذکر و فکر میں کوتاہی نہ کی جاوے تو یہ محبت للحق موجب و سبب محبت بالحق ہو جاوے گی کیونکہ یہ محبت

حوادث باشخ معین لمحبت الحق القديم ہے اور محبت بالحق کا سُرور فرح لا زوال اور دائم ہو گا کیونکہ وہ قدیم ذات ہے جو حدوث و تغیر سے پاک ہے۔ جنہوں نے شیخ سے محبت کی اور اس سے اللہ کی محبت حاصل نہ کی، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی وضو کرے اور نماز نہ پڑھے کیونکہ محبت شیخ ذریعہ مقصود تھی، مقصود محبت حق تھی، تو ایسے لوگوں کی محبت للحق محبت بالحق نہیں ہو سکتی یعنی ایسوس کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا نہیں ہو سکتا اور وہ صاحب نسبت نہیں ہو سکتا، اصلاح رذائل اور مقاومت نفس عطا ہونے سے محروم رہے گا۔

(یہ مفہوم آج احقر میرے لئے بیان فرمایا، احقر اپنی نالائیتی سے ذکر و معمولات چھوڑ دیتا تھا۔ جامع) یہ مفہوم بیان فرمایا کہ آج میں نے اپنی امانت کا حق ادا کر دیا۔ کوئی اور پیر ہوتا تو کہتا کہ بس میری ٹانگ دابتے رہوا درمیرے لئے بازار سے سبزی اور گوشت وغیرہ لاتے رہو، کام بن جائے گا لیکن محبت شیخ سے مقصود حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل کرنا ہے، جب تک براہ راست تعلق حق سبحانہ تعالیٰ کی ذاتِ قدیم سے نہ ہو گا تو شر و رو فرح و سکون لا زوال کا حصول بھی ناممکن ہے۔ پس اگر محبت شیخ محبت حق کا سبب ہو گئی تو مقصود حاصل ہو گیا اور نہیں۔ اس مفہوم سے محبت شیخ کے حدود کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت شیخ کی محبت پر بھی غالب ہونی چاہیے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی محبت بھی شدید ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو الہذا اگر کوئی شیخ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی بات کر رہا ہے تو اس کی توجہ نہایت ادب سے اس جانب کر دیں کہ آپ اس بات سے رجوع کریں ورنہ میں آپ سے رجوع کرتا ہوں۔ شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ شیخ سے محبت بھی تو اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔

حضرت پھولپوری عزیزیہ کا عشق شیخ تھانوی عزیزیہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری علیہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھے تو کچھ نہیں آتا نہ میں یہلے سے کچھ سوچ کر کہتا ہوں، یہ سب ہمارے حضرت مرشدی (حضرت

حکیم الامت تھانوی علیہ السلام کا فیض ہے، بڑے میاں (حضرت تھانوی) نے اس اپنے باولے کے متعلق فرمایا تھا کہ تو حاملِ علوم و لایت اور حاملِ علومِ نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے پیر کی زبان کی لاج رکھ لیتے ہیں۔

تھانہ هم قونیہ هم تبریز ما
روم و شمش است ما را تھانوی

تھانہ بھون ہمارے لئے قومیہ اور شہر تبریز ہے اور ہمارے مولاۓ اشرف علیہ السلام
ہمارے لئے مولاۓ روم علیہ السلام اور شمس الدین تبریزی علیہ السلام ہیں۔

ہر زماں از فوح روح انگیز جاں
از فراز عرش بر تبریزیاں

اے اللہ! ہر لمحہ عرش کی بلندی سے اہل تبریز (اہل تھانہ بھون) پر خاص رحمت فرماتے رہیے۔

حضرت والا علیہ السلام کا عشقِ شیخ

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کبھی اپنے شیخ کے ساتھ سفر کروتا کہ تم بھی
بے وطن ہو اور شیخ بھی بے وطن ہو، دونوں بے وطنوں پر خدا کو حم آجائے کہ یہ میری محبت میں
مارے مارے پھر رہے ہیں، گھر سے دور، بال پچوں سے دور، کار و بار سے دور، لہذا ان پر
اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
مے ہو جاتی ہے تیز غریب الوطنی میں

چنانچہ جب موقع ملے چاہے دو تین ہی دن ہوں، اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو، پھر ان شاء اللہ!
اس کا فائدہ دیکھنا۔ اگر پیر تو بے وطن ہے اور تم اپنے وطن میں بیٹھے رہو تب بھی فائدہ تو ہوگا
مگر تھوڑا ہوگا، اگر مکمل فائدہ چاہتے ہو تو پیر کے ساتھ سفر کرو، شیخ کے ساتھ بے وطن ہو جاؤ
کیونکہ بے وطن ہو کر دنیا کی محبت سے دل پاک ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ! جب میرے شیخ
مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم تشریف لاتے ہیں تو پھر میں یہ نیت کر لیتا ہوں کہ

کراچی سے خیر تک جہاں جہاں میرے شخچائیں گے ہم بھی حضرت کے ساتھ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ میں سوچتا ہوں کہ ویسے تو میری کوئی کمائی نہیں ہے مگر اپنے پیاروں کے ساتھ رہنے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب توفیق بخشی ہے کہ الحمد للہ! میں نے اللہ والوں کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہمیشہ ان پر جان و دل سے فدار ہا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت کو ایئر پورٹ سے کراچی شہر میں آنے کی اجازت نہیں ملی، ہم نے بڑے وسائل استعمال کئے لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ سب میرے شخچ کو چھوڑ کے چلے گئے اور حضرت والا ایئر پورٹ سے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ سب جائیں، ہم نہیں جائیں گے۔ میرا شیخ ہندوستان سے آکر یہاں ایئر پورٹ پر بے طن ہوا اور میں اپنے بال بچوں میں رہوں، یہ غیرتِ محبت کے خلاف ہے چنانچہ میں نے بھی اپنا بستر وہیں لگادیا۔ اب ہر پانچ منٹ بعد ہوائی جہاز کا شور ہوتا، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! جہازوں کے شوروں غل سے مجھے نیند نہیں آ رہی ہے، تو حضرت نے اپنا صندوق تچہ کھولا اور مجھے روئی دی اور کہا کہ یہ روئی اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس لے، پھر دیکھ کیسی مزیدار نیند آتی ہے۔ بس میں نے کانوں میں روئی لگائی اور الحمد للہ سو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

حضرت خواجہ مجدد علیہ السلام کے عشقِ شیخ کا ایک واقعہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت میاں مظہر جانِ جاناں علیہ السلام کو ان کے خادم حضرت شاہ غلام علی صاحب علیہ السلام پنچھا بھل رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ میاں! تم بہت آہستہ آہستہ پنچھا بھل رہے ہو، کیا ہاتھ میں جان نہیں ہے؟ پھر انہوں نے اتنا زور سے جھلا کہ حضرت نے فرمایا: کیا اُڑا دے گا مجھ کو؟ تو ان کے منہ سے نکل گیا کہ کسی طرح چین نہیں ہے، بلکہ پنچھا جھلتا ہوں تو آپ کہتے ہیں ہاتھ میں جان نہیں ہے، تیز جھلتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اُڑا دے گا۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہیے تھا کہ حضرت دونوں صورتوں میں معافی چاہتا ہوں، اب درمیانی رفقار سے جھلوں گا مگر وہی بات ہے کہ جب تک خدا عقل نہ دے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔

بعد میں انہوں نے اپنے تصور کی خوب تلا فی کی اور شیخ نے بھی انہیں معاف فرمادیا اور بہت دین کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ السلام ایک مرتبہ قبرستان کی طرف جا رہے تھے، ساتھ ایک مرید بھی تھا۔ حضرت تو نظر جھکائے تلاوت کرتے ہوئے جا رہے تھے، راستے میں ایک کا نٹے دار درخت آیا تو جب ایک فٹ دور رہ گیا تو اس مرید نے کہا حضرت! دیکھ کے، کا نٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے! پہلے سے بتانا چاہیے تھا۔ دوسرا دن پھر جا رہے تھے تو ایک فرلانگ پہلے ہی اس نے بونا شروع کر دیا کہ کا نٹے ہیں، کا نٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے! میں کوئی اندھا ہوں؟ تو اس مرید نے واپس آ کر پیر بھائیوں میں کہا کہ یہ بھی کیسا شیخ ہے؟ قریب سے بتاؤ تو کہتے ہیں دور سے بتاؤ، دور سے بتاؤ تو کہتے ہیں میں کوئی اندھا ہوں۔ جب یہ بات خواجہ صاحب علیہ السلام نے سنی تو مفتی محمد شفیع صاحب علیہ السلام راوی ہیں کہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے اور جھوم کر فرمایا وہ رے میرے شیخ! وہ رے میرے شیخ! عاشق کو تو شیخ کی ہر ادا میں مزہ ہی آتا ہے۔

شیخ کی ناراضگی سے مریدِ صادق کی کیا کیفیت ہوئی چاہیے؟

(ایک صاحب پر حضرت والا دامت برکاتہم کچھ ناراض ہوئے، اس پر انہوں نے معانی نہ مانگی البتہ دل میں نادم تھے)

ارشاد فرمایا کہ میرے تنبیہ کرنے کے باوجود انہوں نے اس وقت مجھ سے معانی نہیں مانگی، اظہارِ تأسف ضرور کیا، لیکن کوئی دل میں نادم ہوا اور زبان سے اظہارِ ندامت نہ کرے تو یہ خامی ہے۔ زبان کس لئے دی گئی ہے؟ پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں ندامت بہت تھی کہ آنکھوں سے آنسو بہرہ ہے تھے لیکن پھر رَبَّنَا ظَلَمَنَا آنفُسَنَا کیوں کہلوایا گیا؟ اس لئے کہ زبان اسی لئے دی گئی ہے کہ دل کی بات کو لفظوں میں ظاہر بھی کرے۔ اگر شیخ کی ناراضگی کے بعد قلب پر اتنا اثر ہو کہ چاروں طرف سے موت آتی ہوئی معلوم ہوا اور نیند نہ آئے اور زندگی تلنگ ہو جائے تو سمجھ لو کہ شیخ کے دل سے

اس کے دل کا صحیح رابطہ قائم ہے، ایسے ہی شخص کو فیض ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو دلیل ہے کہ اس کا رابطہ مرشد سے صحیح نہیں ہے، یہ قلتِ عظمت کی دلیل ہے۔

(اسی طرح ایک اور شخص کے بارے میں فرمایا کہ) اس کو میں نے جو بھی حکم دیا اس پر بھی عمل نہ کیا، اس کے دل میں میری عظمت نہیں تھی، اور جس کے دل میں عظمت نہ ہو ایسے شخص کو کوئی خدمت سپرد نہیں کی جاسکتی۔ ان کو مجھ سے محبت بھی ہے، غلطی پر نداشت بھی ہے، اور معاف بھی میں نے کر دیا لیکن معاف کر دینا اور بات ہے اور خدمت سپرد کرنا اور بات ہے۔

حکیم الامت عَجَّلَ اللَّهُ بِهِ کی ناراضگی سے خواجہ صاحب عَجَّلَ اللَّهُ بِهِ کی کیفیت خواجہ صاحب عَجَّلَ اللَّهُ بِهِ کو دیکھئے۔ حضرت حکیم الامت عَجَّلَ اللَّهُ بِهِ ان سے کسی بات پر ناراض ہو گئے، لوگ خواجہ صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے، اب لوگ ان کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے ہیں کہ آئیے آئیے خواجہ صاحب! خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم کو آپ زیادہ سر آنکھوں پر مت بٹھاؤ، آج کل حضرت ہم سے کچھ ناراض ہیں اور پھر یہ شعر پڑھا۔
بٹھاتے ہیں جو سر آنکھوں پر سب اس کی خوشی کیا ہو
کسی کے قلب نازک پر گراں معلوم ہوتا ہوں

یہی ہم نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے، ہم جو اپنے بزرگوں کے پاس بیٹھتے تھے، آج اللہ نے انہی کے صدقہ میں اختر کو یہ دن دیکھایا کہ میرے احباب میرے پاس بیٹھے ہیں۔

شیخ کی ناراضگی پر خانقاہ تھانہ بھون میں ایک عالم کی کیفیت ارشاد فرمایا کہ ایک عالم تنگرے تھے، عالم بھی بہت اچھے تھے، مقرر بھی تھے اور مناظر بھی تھے۔ تھانے بھون میں بھگیوں کی اسٹرائک (ہڑتاں) ہو گئی تو خانقاہ کے بیت الخلاء صاف کرنے بھی کوئی بھتی نہیں آیا، تو ان عالم صاحب نے آدمی رات کو اٹھ کر خانقاہ کے تمام بیت الخلاء خود صاف کئے، کمر پر رسی باندھی اور فجر نماز سے پہلے پہلے رات بھرجاگ کر سب صاف کر دیا، صبح لوگوں نے دیکھا کہ بیت الخلاء بالکل صاف ہو گئے۔ یہ تھے اللہ والے،

انہوں نے اپنے کو کتنا مٹا یا۔

لیکن ایک غلطی ان سے ہو گئی کہ اپنی ہی باتوں کو لکھتے تھے ”فرمایا کہ“، اپنے ملفوظات کو اس طرح لکھتے تھے ”فرمایا که“۔ انسان ہی سے غلطی ہوتی ہے، وہ کتاب کہیں کسی نے دیکھی تو حضرت کو دیکھائی گئی، حضرت نے بہت ڈانٹ لگائی، فرمایا کہ اس کو تلف کر دو اور ان سے بات چیت بند کر دی۔ ان کو اپنی اس خط پر شدید غم ہوا۔ جب حضرت نے ان سے بول چال بند کر دی تو انہوں نے کھانا پینا بند کر دیا، مارے غم کے کچھ نہیں کھاتے تھے، صرف پان، تمبا کو والا کھا لیتے تھے، اس میں آدمی مجبور ہوتا ہے۔ لوگوں نے حضرت سے سفارش کی کہ انہوں نے کھانا کھانا چھوڑ دیا ہے، پھر کئی دن کے بعد حضرت نے ان کو معاف کیا۔ معاف کرتے ہوئے حضرت نے ان کو امامت کے لئے آگے فرمایا اور اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا۔ اللہ والے مہربان بھی بہت ہوتے ہیں، ہماری اصلاح کے لئے وہ نظر سے دور کرتے ہیں، دل سے پاس رکھتے ہیں۔

شیخ کے معاف کردینے کے بعد ناراضگی کا وسوسہ رکھنا حماقت ہے
ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے شیخ کو لکھا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج کل آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے لکھا کہ یہ بدگمانی حرام ہے، اگر شیخ ناراض ہو گا تو اسے مرید کو تحریر آیا تقریر آ بتانا لازم ہے کہ دیکھو! تمہاری اس خط سے ہم کو تکلیف ہوئی۔ دل میں تکلیف یا ناراضگی رکھنا شیخ کے لئے حرام ہے، ہاں دشمنوں کے لئے کر سکتا ہے لیکن مرید تو دوست ہوتا ہے، وہ دوستوں سے اپنے غم کو کیوں چھپائے گا؟ فوراً کہہ دے گا کہ آج اس بات سے تکلیف ہوئی۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب شیخ نے خط معاون کر دی تو پھر اس کا خیال بھی لانا قبر سے مردوں کو اکھاڑنا ہے۔ آپ بتاؤ! مردے کو دفن کرنے کے بعد کیا اس کا اکھاڑنا جائز ہے؟ حضرت نے یہ مجھ سے خود فرمایا کہ جب شیخ نے ایک دفعہ معاون کر دیا تو بعد میں جب کبھی شیخ کوئی بات بتائے گا تو سمجھ لو کہ وہ مستقبل کا لائجھہ عمل بتا رہا ہے کہ آئندہ مت ستاؤ،

آنندہ اپنی عاقبت مت خراب کرو۔ شیخِ مستقبل کے لئے کہتا ہے تاکہ تم پکا ارادہ کر لواور سوچو کہ شیخ از راہِ شفقت چاہتا ہے کہ مستقبل میں ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو۔ شیخِ مستقبل کے تحفظ کا راستہ بتارہا ہے اور مرید بے تو فاضی کی باقی میں سوچ رہا ہے کہ ہم سے کوئی خطہ ہو گئی، کیا ہم سے کوئی ناراضگی ہے۔ یہ بدگمانی حرام ہے، اس سے توبہ کرو۔

محبتِ شیخ میں کمی بیشی کے متعلق حکیم الامت عجیب ملفوظ
ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شیخ تھانوی عجیب اللہ کو لکھا کہ کبھی تو آپ کی محبت بہت معلوم ہوتی ہے اور کبھی قلب میں محبت کم ہو جاتی ہے تو ایسا کوئی وظیفہ بتائیے کہ ہر وقت شیخ کی محبت میں مست رہوں۔ توحضرت نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت یکساں رہتی ہے یا کبھی گھٹتی بڑھتی ہے؟ لکھا کہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے تو فرمایا کہ اللہ سے زیادہ حق تو پیر صاحب کا نہیں ہے۔ کوئی فکر نہ کرو البتہ شیخ کی محبت اللہ سے مانگو۔

حقوقِ شیخ میں کوتاہی کی تلافی کے دو حق ہیں

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے حق میں کوتاہی کی تلافی کے یہ دونوں ہیں: (۱) اللہ سے استغفار کرے اور (۲) شیخ سے معافی مانگے، اور یا سُبُّوْحُ یا قُدُّوْسٌ یا غَفُوْرٌ یا وَدُوْدُ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ! میرے شیخ کے دل میں میرے لئے محبت ڈال دے۔ جب حضرت کراچی تشریف لاتے ہیں تو میں ملاقات کے وقت دل ہی دل میں پڑھتا رہتا ہوں، اور فضا میں ان حروف کو آہستہ سے ڈم کرتا ہوں تاکہ ان ہواں کے واسطے سے میرے شیخ کے اندر وہ داخل ہو جائیں اور مجھ پر شیخ کی شفقت رہے۔ یہ عبادت ہے، شیخ کی محبت اور شفقت کی طلب عبادت ہے اور بہت بڑی نعمت ہے۔ ہمیشہ شیخ کو خوش کرتے رہو، جس طرح سے بھی، اس کی خدمت سے، محبت سے، اس کا دل لے سکو لے لو اور اگر کبھی خط اہوجائے تو اعتراف کرو کہ مجھ سے سخت نالائقی ہوئی، بے قوفی ہوئی، پر لے درج کا امیر الحمقاء ہوں۔

شیخ سے نفع کی شرط

ارشاد فرمایا کہ شیخ سے نفع کے لئے جہاں شیخ سے عشق و محبت شرط ہے، وہاں ایک شرط یہ بھی ہے کہ غیر شیخ کو مت چاہو، اگر غیر شیخ عالم ہے یا مفتی ہے تو اس سے مسائل تو ضرور پوچھو لیکن اس کی مجلس میں (باطنی نفع کی نیت سے۔ از مرتب) مت جاؤ، یہ محبت اور غیرت کے خلاف ہے۔ شیخ زندہ ہوتا دوسروں کے پاس مت بیٹھو۔ ایک کٹ آٹھ ہونا چاہیے تاکہ پاور ہاؤس سے پوری بجلی ملے۔ دوسروں کے پاس جانے کو دل چاہنا شیخ سے محبت کی کمی کی علامت ہے۔

مرید کا شیخ کے ساتھ تملق (خوشامد) بھی جائز ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت میں تملق (تملُّق، چاپلوسی) بھی جائز ہے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ کبھی شیخ موڈی میں ہو اور کسی مرید سے کہہ آج تم سے کشتنی لڑنی ہے۔ اگر لائق مرید ہے تو ادھر ادھر کر کے خود گرجائے گا کہ میرا شیخ مجھے ہرادے اور یہ بھی کہے گا کہ حضرت! ہمیں کیا خبر تھی کہ آپ اتنے طاقتور ہیں حالانکہ دل میں سمجھ رہا ہے کہ بابا (شیخ) ہم سے کمزور ہیں لیکن شیخ کو خوش بھی کر رہا ہے کہ آپ کی روحانیت بہت زبردست ہے، تو شیخ بھی سمجھ جاتا ہے کہ یہ سراپا ادب کر رہا ہے، (لہذا شیخ کی محبت کو ظاہر کرنے کا جب موقع ملے تو کرنا چاہیے)۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سے ناز و خرہ حرام ہے۔

میل معشووقاں نہان سست و سیر

میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

معشووقوں کی محبت مخفی اور مستور ہوتی ہے اور عاشق کی فطرت سیکڑوں طبل و نفیر بجا تی ہے۔ مراد یہ ہے کہ مرشد کی شان محبوبیت اگر اظہار محبت طالب پر نہ کرے تو یہ اس کی شان کو زیبا ہے مگر طالب کے لئے اظہار محبت ہی میں نفع ہے۔ اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کے ساتھ تملق کو جائز فرمایا ہے کیونکہ تملق (خوشامد) وہ مذموم ہے جو دنیا کے لئے ہو،

اور یہ دین کے لئے ہے، اس لئے محمود ہے۔

شیخ کی محبت کو خدا سے مانگنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک کی دعا ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّبَتِيْنِ يُحِبِّنِيْكَ“ میں نیت کرو کر اے اللہ! مجھے شیخ کی محبت نصیب فرم۔ شیخ کی محبت کو اللہ سے مانگنا چاہیے، اگر کبھی کمی بیشی ہو تو فکر نہ کرو لیکن عمل کرو عاشقوں والا۔ اگر دل میں محبت ہے تو کیا کہنا ورنہ عاشقوں کی نقل کرو، خوشامدی چھپ جنے بنے رہو۔ شیخ کے ہاں چھپ جنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اللہ کے لئے چھپ بنا ہوا ہے۔ سمجھ لو کہ چھپ بنا کہاں حرام ہے؟ جہاں دنیا سمیٹنے کے لئے چھپ گیری کرے، اور جہاں آخرت لینے کے لئے اور اللہ کو خوش کرنے کے لئے ہو، یہ چھپ گیری اللہ کو پسند ہے کہ دیکھو! یہ میری محبت میں اپنے شیخ کے لئے کیسا بچا جا رہا ہے۔ تو عاشقوں کی نقل کرتے کرتے کرتے ایک دن وہ عاشق ہی ہو جائے گا۔ نقل کی برکت سے اللہ اس کو اصل بھی دے دیتا ہے۔

اصلی عاشق شیخ

ارشاد فرمایا کہ میں جب اپنے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو خط لکھتا ہوں تو تین مرتبہ یا سُبْلُوْحُ یا قُدُوْسٍ یا غُفُوْرٍ یا وَدُودٍ پڑھ کر خط پر دم کرتا ہوں اور تین مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خط پڑھتا ہوں تاکہ کوئی بات نامناسب ایسی نہ ہو کہ حضرت پر گراں گذرے اور ہر دفعہ یا سُبْلُوْحُ اخ پڑھتا ہوں، پھر ڈاک بھیجا ہوں کہ میرے کسی لفظ سے میرے شیخ کو ایک اعشار یہ بھی تکدر نہ ہو۔ اصلی عاشق وہ ہے جو اس دعا میں مر رہا ہو کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی ایسی حرکت و سکون یا کوئی ایسا قول فعل نہ ہو جس سے میرے شیخ کو ایک اعشار یہ، ایک ذرہ بھی تکدر ہو، یہ اصلی عاشق ہے۔ پیرد بانے اور دوا پلانے کا نام عشق نہیں ہے، ناراضگی سے بچنے والا زیادہ اعلیٰ درجہ کا دوست ہے، جس طرح گناہ سے بچنے والا اللہ کا زیادہ بڑا ولی ہے، ایسے ہی شیخ کو اذیت نہ پہنچانے والا شیخ کا زیادہ دوست ہے۔

یا سُبُّوْحٍ یا قُدُّوْسٍ یا غَفُورٍ یا وَدُودٍ پڑھ کے دعا کیا کرو کہ اے اللہ!
 اپنے ان اسماء کی برکت سے میرے شیخ کے دل میں مجھ کو پیارا بنا دے، اگر بیوی پڑھے گی
 تو شوہر کی نظر میں پیاری بنے گی اور شوہر پڑھے گا تو بیوی کی نظر میں پیارا بن جائے گا،
 امام پڑھے گا تو کمیٹی کی نظر میں پیارا ہو جائے گا اور کمیٹی پڑھے گی تو امام تختہ نہیں اُلتے گا،
 یا سُبُّوْحٍ یا قُدُّوْسٍ یا غَفُورٍ یا وَدُودٍ یہ عجیب نام ہیں، ورنہ سب کچھ ہونے کے
 باوجود بعض وقت آدمی نگاہ میں کھکھتا رہتا ہے۔

پیا جس کو چاہے سہا گن وہی ہے

بعض وقت بے ہنر، ناک کی چپٹی بیوی کو شوہر پیار کرتا ہے اور دوسرا طرف نہایت حسین
 بیوی کی پٹائی ہوتی ہے۔ میرے پاس ایسے لکنے والے اوقات آئے کہ بیوی نہایت حسین ہے مگر
 بیچاری ہر وقت مارکھا رہی ہے اور اس کے مقابلے میں کالی کلوٹی چپٹی ناک والی کواس کے
 شوہر کا پیارا مل رہا ہے۔ تو اپنی قابلیت کو مت دیکھو کہ میں تو شیخ کوانتا آرام پہنچاتا ہوں اور
 شیخ بلاوجہ مجھ سے ناراض ہے، اور جو ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والے ہیں ان پر زیادہ
 ذمہ داری ہے کہ ان کی ذات سے شیخ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ جو چوہیں گھنٹہ شیخ کے ساتھ
 رہتا ہے اس کی رفاقت میں حسن بہت ضروری ہے وَحَسْنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا میرے شیخ
 فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حسن کیوں نازل فرمایا؟ اس لئے کہ ساتھ توہر ہو مگر
 رفاقت حسین ہو۔ لہذا ایک ایک لفظ کو پہلے سوچو پھر بولو، زیادہ بات بھی نہ کرو کہ بعض وقت
 احمدقانہ الفاظ سے شیخ کو اذیت پہنچ جاتی ہے۔

کوئی کتنا ہی بیوقوف ہو اگر وہ اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل میں نور
 ڈال دے گا، اللہ کا فضل عقل کے ساتھ جب مل جائے گا تو اس کی عقل میں اجلال آجائے گا
 اور وہ ہمیشہ اچھا کام کرے گا اور کامیاب ہو جائے گا۔ بعض وقت بے وقوفوں نے اللہ کو
 راضی کر لیا اور عقلمندوں سے نالائقیاں ہو گئیں، بے وقوف نے اپنی نادانی کے باوجود اپنی
 چھوٹی سی عقل سے اللہ کو اللہ سے مانگ لیا اور عقلمند نے ناز کیا کہ میں تو بہت ہی قابل ہوں
 اور اس نے نہیں مانگا تو عقل والوں سے ایسی نالائقیاں صادر ہوئیں جس کی حد نہیں۔

سکوتِ شیخ کے نافع ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ شیخ اگر خاموش بھی ہو تو بھی اس کے پاس بیٹھے رہو، یہ سمجھو کو وقت ضائع ہو رہا ہے، نفع نہیں ہو رہا ہے، شیخ خاموش بھی ہو گا تو بھی نفع ہو گا۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایئر کنڈ لیشن تقریر نہیں کر رہا مگر ٹھنڈک مل رہی ہے۔ اپنے شیخ کے قلب کو ایئر کنڈ لیشن سمجھو، خاص کرو وہ مشائخ جو اپنے جسم کی کار میں حواسِ خمسہ کی کھڑکیوں پر تقویٰ کا شیشہ بھی چڑھا کر رکھتے ہیں اور جن کے قلب میں ذکر کا ایئر کنڈ لیشن بھی چل رہا ہے لہذا ان کے پاس بیٹھنے والوں کو لتنی ٹھنڈک، کتاب طمینانِ قلب ملے گا! جس کار کے سب شیشے بند ہوں، اس کار کے ایئر کنڈ لیشن میں لتنی ٹھنڈک ہو گی اور جس کار کے شیشے کھلے ہوں، اس کے ایئر کنڈ لیشن میں ایسی ٹھنڈک نہیں ہو سکتی۔

لہذا جو شخص تقویٰ سے نہ رہتا ہو، نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو، چاہے ذکر کرتا ہو تو اس کے پاس بیٹھنے سے ذکر کی پوری ٹھنڈک نہیں ملے گی کیونکہ ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نافرمائی سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جہاں دو مختلف صفات کا ظہور ہو رہا ہے وہاں سوچ لو کہ کیا حال ہو گا، خود فیصلہ کرلو۔ نہ خود اس کے قلب کو ذکر کی پوری ٹھنڈک اور طمینانِ کامل نصیب ہو گا نہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو نصیب ہو گا، اور جو شیخ نظر کی حفاظت کرتا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے، ہر گناہ سے بچتا ہے، اس کے قلب کا ایئر کنڈ لیشن اتنا قوی ہو گا کہ اس کے پاس بیٹھنے سے طمینانِ کامل نصیب ہو گا چاہے وہ کوئی تقریر نہ کرے، جس طرح ایئر کنڈ لیشن تقریر نہیں کرتا لیکن سب کو ٹھنڈک نصیب ہو جاتی ہے۔ لہذا شیخ کی خاموشی کو غیر مفیدہ سمجھنا چاہیے۔

سالکیں کی استعداد کے مطابق شیخ کو مضامین کا القاء ہونا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تورب العالمین ہے، ماں باپ سے بچوں کو جو کھانا ملتا ہے وہ رزق اللہ تعالیٰ ہی تو ماں باپ کو دیتے ہیں، بچے کہاں سے کمار ہے ہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے

علم میں ہے کہ اس بچے کو کیا غذا مفید ہوگی؟ ہم نے اس کو بادشاہ بنانا ہے، اس کو عالم بنانا ہے تو مفید غذاوں کا انتظام ماں باپ کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح طالبین کے لئے جو روحانی غذا شیخ کے قلب میں آئے یعنی اللہ تعالیٰ جو مضمایں دل میں ڈالیں، سمجھ لو کہ اس وقت ہماری تربیت کے لئے یہی غذا مفید ہے، پوچنکہ اللہ تعالیٰ رب الابدان ہمیں ہیں اور رب الارواح بھی ہیں، بدن کی تربیت بھی کرتے ہیں کہ ماں باپ کو روئی دیتے ہیں اور روح کی تربیت بھی کرتے ہیں کہ مرشد کو مضمایں عالیہ دیتے ہیں۔

لہذا شیخ جب کوئی مضمون بیان کر رہا ہو تو لقمنہ دو کہ حضرت! فلاں وقت آپ نے یہ بھی بیان کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب حَشْرَ اللَّهُ کی مجلس میں بھی بعض مرتبہ ایسی باتیں ہوتی تھیں کہ کسی وقت کچھ بیان ہوا، کسی وقت کچھ بیان نہیں ہوا لیکن ہم لوگ خاموش رہتے تھے۔ ایک مرتبہ یاددا یا تو ڈانٹ پڑ گئی، فرمایا کہ بولا مت کرو، جو اوپر سے آئے، اس میں دخل اندازی مت کرو، جو آئے اسے پی لو، جو جام و مینا اُس مسیدہ ازل سے، اُس عالم غیب سے آئے، اس جام و مینا کو پی لو۔ اس وقت یہ مت کہو کہ پہلے آپ نے یہ پلایا تھا، اس کی یاد بھی مت دلاو۔ اگر اعلان کیا جائے کہ دس بجے سے گیارہ بجے تک فلاں سبق ہوگا، تو اس کا مزہ الگ ہے اور ایک یہ ہے کہ کوئی مضمون مقرر نہیں ہے، چلتی پھرتی درسگاہ، چلتا پھرتا مدرسہ، چلتی پھرتی خانقاہ، تو یہ خانقاہ انتظام و ترتیب کے تابع نہیں ہوتی، اس کا مزہ الگ ہے۔ اس زمین کا خاص تعلق اوپر سے ہوتا ہے، جب آجائے بیان کردیا، جب نہیں آئے کچھ بیان نہیں کرتا۔

شیخ کے بیان کی بجائے اس کی ذات کے عاشق بنو

ارشاد فرمایا کہ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ وعظ سننے وقت صحبت کی نیت بھی ہونی چاہیے کیونکہ اگر خالی وعظ سننے کی نیت ہے تو کسی زمانے میں آپ کا مرتبی بوڑھا ہو کر وعظ کہنے سے معذور ہو سکتا ہے، پھر شیطان آپ کو اس کی صحبت سے بھگا دے گا۔ اور اگر آپ صحبت کی نیت سے آئیں گے تو وعظ مفت میں ملے گا اور صحبت بھی ملے گی،

پھر اگر شیخ بوڑھا ہو گیا، کمزور ہو گیا تو اگر چوہ خاموش ہو گا پھر بھی اس کی محبت سے توفیق ہو جائے گی کہ چلو تھوڑی دیر صحبت میں یہ ٹھوٹ تو یہ فرق ہو گیا صحبت کے حریصوں کا اور وعظ سننے کے لاچپوں کا۔ مجھے ایک تنخ تجربہ ہوا۔ میرے مرشد شاہ عبدالغنی عزیز اللہ تک یہاں دوسوآدمیوں کا مجمع لگتا تھا لیکن جب حضرت کوفا نجف ہو گیا تو مجمع آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور صرف دس بارہ آدمی رہ گئے۔ کیا شیخ بیمار ہو جائے تو اس کے معنی یہی ہیں کہ اس کی زیارت بھی نہ کرو؟ جب حضرت بیمار ہو گئے، کمزور ہو گئے اور وعظ انہیں کہنے لگے تو مجمع گھٹتے گھٹتے چند آدمی تک رہ گیا اور سارے وعظیہ لوگ بھاگ گئے۔

وعظیہ کا تعزیہ جلد دفن ہو جاتا ہے، اس کا عشق و محبت ختم ہو جائے گا، جب سے گا کہ مولانا بیمار رہتے ہیں، وعظ انہیں کہتے تو کہے گا کہ بس اب وہاں جانا ختم! مگر جو صحبت کا حریص ہے وہ کہے گا کہ چاہے حضرت کچھ نہ بولیں، ہم ان کو ایک نظر دیکھیں گے، ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھیں گے کیونکہ کام صحبت ہی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی پیغمبر بیمار ہو، بول نہ سکتا ہو، کمزور ہو گیا ہو بلکہ اس کا آخری وقت ہے مگر حالاتِ ایمان میں ایک شخص اس کو دیکھ لیتا ہے تو اگر چہ نبی نے کچھ نہیں فرمایا مگر ایمان کی حالت میں اس آدمی نے نبی کو دیکھ لیا تو وہ صحابی ہوا یا نہیں؟ بتاؤ بھئی! پیغمبر نے کوئی وعظ نہیں کیا، بالکل ضعیف اور کمزور ہے تو وہ آدمی صحابی ہوا یا نہیں؟ علماء جانتے ہیں کہ وہ صحابی ہو گیا کیونکہ اس نے نبی کو دیکھ لیا، نبی کی صحبت اس کو مل گئی۔ یہ چیز آپ کو اس زمانے میں کام آئے گی جب آپ کاشتھ اور مرتبی وعظ نہ بھی کہے گا تو بھی آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی صحبت سے فیض یا بہوتے رہیں گے اور اگر خالی وعظیہ رہیں گے تو پوچھیں گے کہ آج شیخ صاحب کا وعظ ہو گا یا نہیں؟ میرے پاس بھی ٹیلیفون آتا ہے کہ آج وعظ ہو گا؟ جب کہا جاتا ہے کہ ہاں! تو آتے ہیں، اور اگر کہہ دو کہ آج وعظ نہیں ہو گا تو نہیں آتے۔

ارشاد فرمایا کہ ایسی محبت دینی مرتبی سے ہونی چاہیے کہ چاہے وہ تقریر کرے یا نہ کرے محبت قائم رہے کیونکہ تقریر سننے کے شوق میں آنا اور اس کی محبت و ملاقات کو

غیمت نہ سمجھنایا بھی محبت کی کمی کی علامت ہے۔ ایسا شخص کبھی چھوڑ بھی سکتا ہے، جب اس کو خبر مل گئی کہ ہمارا مرتب آج کل بیمار ہے، تقریر نہیں کرتا، جماعت کا بیان بند ہو گیا، تو ایسا شخص اپنے مرتب سے ملاقات کرنے نہیں آئے گا کیونکہ وہ تقریر کا عاشق ہے، مقرر کا کہاں عاشق ہے؟ دل میں کہے گا کہ میں وعظ کا عاشق ہوں، واعظ کا عاشق نہیں ہوں، وہ وعظ کہے گا تو جاؤں گا، اگر بیماری کی وجہ سے وعظ بند ہو گیا تو وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ ایسا شخص عاشق صفات ہے، عاشق ذات نہیں ہے، وعظ ایک صفت ہے لہذا مرتب کی ذات پر عاشق ہو، شیخ کی ذات محبوب ہونی چاہیے۔ آخری سانس تک، اس پر عالم نزع طاری ہو تو بھی اس کو دیکھتے رہو اور اس کے لئے دعا کرتے رہو، جب تک وہ زندہ رہے، اس کی ملاقات کو نعمت سمجھو۔

شیخ اگر بیمار ہو کر خاموش ہو جائے تو اس کا فیض اور بڑھ جاتا ہے
 جب پیر معدور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اس کے بال کو دریائے فیض بنادیتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب انسان معدور ہو جاتا ہے تو اللہ کا فضل اس پر اور زیادہ ہوتا ہے، مثلاً پیر ہے، شیخ ہے، اس کو اتنا ضعف ہے کہ زبان سے نہیں بول سکتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے بال کو زبان بنادیں گے، ہر بُنِ منہ کو اللہ تعالیٰ زبان بنادیتے ہیں، اس کو دیکھتے ہی دو گھنے کی تقریر کا فائدہ مرید کے دل میں اُتر جاتا ہے۔ اس پر دلیل میں ایک اللہ والے کا شعر پیش کرتا ہوں۔

لب پیستند و بہ ہر موئے زبانم دادند
 لب تو کمزوری سے خاموش ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے بال کو زبان بنادیتے ہیں،
 کیونکہ کام تو اللہ بناتا ہے۔

دیکھئے! جب تک میں نثر میں کہہ رہا تھا تو کچھ اہل علم سوچ رہے ہوں گے کہ اس کی کیا دلیل ہو گی؟ دلیل یہ شعر ہے، ہمارے لئے ہمارے بزرگوں کا قول دلیل ہے، شاہراہ یعنی اللہ کی شاہراہ پر جو چلنے والے ہیں، ان کا قول ہمارے لئے پکی دلیل ہے

کیونکہ یہ مستند رستے ہیں۔

مستند رستے وہی مانے گئے

جن سے ہو کر ترے دیوانے گئے

لب پیشند و بہ ہر موئے زبانم دادند

پا شکستند و بہ ہر کوئے نشام دادند

اگر پیر کمزور ہو گئے، اللہ میاں نے اگر پاشستہ کر دیا، تو ہر طرف اپنی آیات اور نشانات اس کو پیش کر دیں گے، کیونکہ پیر میں طاقت نہیں ہے، پیر کمزور ہو گئے لیکن ہر طرف جو پیر سے چل کر نشانات تلاش کرتا، سارے وہ نشانات اس کے گردو پیش اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں۔
لہذا اگر شیخ خاموش رہے، کچھ نہ بولے تو بھی طالبین محروم نہیں رہیں گے۔

دینی مرتبی کو ایک نظر دیکھنے کا مقام

ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ اور دینی مرتبی کو ایک نظر محبت سے دیکھ لینا یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ مفتی محمد حسن امرتسری عَزَّوَجَلَّ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حافظ قرآن، اتنے بڑے عالم، حضرت حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ کے خلیفہ، انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ اے میرے مرشد حکیم الامت تھانوی! اگر میں ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کے شکر یہ میں سجدے میں پڑا رہوں اور ایک نظر آپ کو دیکھ لوں تو اس ایک نظر کا شکر یہ ادا نہیں ہو سکتا۔ آہ!
پنجہر عَلَيْهِ السَّلَامُ کی بھی نظر تو تھی جس نے صحابہ رضِیَ اللہُ تَعَالَیٰ عَنْہُمْ کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

خواجہ مجدد ب عَزَّوَجَلَّ کا شیخ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے طویل سفر کرنا

ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجدد ب عَزَّوَجَلَّ اپنے شیخ کے بہت بڑے عاشق تھے۔ ایک مرتبہ کانپور میں تھے اور کچھ موقع ملا تو حضرت حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے خانقاہ حاضر ہوئے، ایک نظر دیکھا اور واپس چلے گئے۔ سوچئے آپ!
کتنا فاصلہ ہے؟ تقریباً چار پانچ سو کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ اس کا واقعہ مجھے خود حضرت شاہ

عبدالغنى پھولپوری عَلَيْهِ السَّلَامُ نے سنایا تھا کہ خواجہ صاحب کانپور میں ملازم تھے اور ایک دن کی، اتوار کی چھٹی تھی تو کانپور سے سفیر کو وختانہ بھون آئے۔ حضرت تھانوی عَلَيْهِ السَّلَامُ تو سری میں کسی کام میں مشغول تھے اور دوسری ریل واپسی کی تیار تھی۔ بس خواجہ صاحب نے دور سے دیکھا، زیارت کی اور پھر واپس چلے گئے کیونکہ نوکری کا معاملہ تھا۔ ملاقات بھی نہیں کی، ملاقات کرتے تو ریل جھوٹ جاتی۔ خانقاہ میں دوستوں کو بتا دیا کہ میرا نوکری کا معاملہ ہے، ٹھہر نے کا وقت نہیں ہے، میں ایک نظر شیخ کو دیکھ کر واپس جا رہا ہوں، حضرت کو بتا دینا کہ عزیز الحسن آپ کی زیارت کو آیا تھا، پھر دوسری ریل سے چلے گئے۔ حضرت نے سنایا تو کیا گذری ہو گئی کیسا عاشق ہے۔

اس دری: معمول سے چھوٹا برا آمدہ جو بڑے صحیح میں بنایا جاتا ہے، اس میں محاب دار، بغیر دروازہ کے ہوتے ہیں

شیخ کو ہدیہ پیش کرنا اس کی محبت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے
ارشاد فرمایا کہ اپنے مشائخ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا اکابر کا معمول رہا ہے، آج کل اس میں بہت غفلت ہے جس کی وجہ قلتِ محبت ہے حالانکہ شیخ کی محبت اور توجہ حاصل کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ میرا طالب علمی کا زمانہ بہت غربت کا تھا۔ حکمت پڑھنے کے بعد میدیہ یکل آفیسر کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر میں اپنے شیخ کی خدمت میں آیا تھا اور وہیں علم دین بھی حاصل کیا۔ اُس زمانے میں میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہوتا تھا تو میں اپنے شیخ کے لئے جنگل سے درخت کی شاخ توڑ کر مسوک بناتا تھا اور شیخ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، کبھی استجاء کے لئے مٹی کے ڈھیلے پیش کر دیتا تھا اور کبھی ایک دو آنہ جمع ہو گیا تو بازار سے الائچی خرید کر شیخ کی خدمت میں پیش کر دی۔ مجھے تو کوئی یہ آداب محبت سکھانے والا بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ ہی میرے دل میں یہ باتیں ڈالتے تھے۔ ایک موقع پر

حضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

((**حُبِّبَ إِلَيَّ الظَّلِيلُ وَالنِّسَاءُ وَجَعَلْتُ قُرْةَ عَيْنِي فِي الصَّلُوةِ**)

(مشکوٰۃ البصایح (قدیسی)، باب فضل الفقراء و ما کان من عیش النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ص ۳۴۹)

نمبر ایک: خوشبو، نہر دو: نیک بیوی لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔
 بیوی کو آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں فرمایا۔ یہ کیا ٹھنڈک ہے کہ آج ٹھنڈک ہے، کل اس کو
 موت آئے گی تو گویا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کوموت آگئی۔ نبوت کی جانِ عاشق نے
 نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا، نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ کے قرب کی جو ٹھنڈک ہے،
 یہی ٹھنڈک دائمی ہے، باقی سب چیزیں فانی ہیں۔ جب حضور ﷺ کی یہ بات سنی کہ
 دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں، تو صدقیق اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کی یہ!
 مجھے بھی تین چیزیں کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

((النَّظَرُ إِلَيْكَ وَالجُلُوسُ بَيْنَ يَدَيْكَ وَإِنْفَاقُ مَالِيْكَ))

(تفسیر روح البیان: (دار الغکر، بیروت): سورۃ النمل، ج ۲، ص ۳۶۲)

نمبر ایک: آپ کو ایک نظر دیکھ لینا، میں ایک نظر جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو
 ساری کائنات کی نعمتوں سے زیادہ مجھے لذیذ تر وہ نظر ہے۔ پیغمبر کو دیکھنا ایسے ہی ہے کہ
 گویا اس نے اللہ کو دیکھ لیا، اللہ کا نبی اللہ کے جلوؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ نہر دو: آپ کے
 سامنے بیٹھے رہنا، نمبر تین: اپنا مال آپ پر خرچ کرنا، آپ پر اپنے مال کو قربان کرتا رہوں،
 اور خرچ کر کے بھی دکھایا، ایسا خرچ کیا کہ ان کے مقابلہ میں کون خرچ کر سکتا ہے۔
 یہی ذوق صدقیق شیخ کے ساتھ منتقل ہو جانا چاہیے، محبت شیخ جس کو ملی وہ بڑے بڑے
 عبادات گزاروں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

شیخ کو ہدیہ دینے کا ایک خاص ادب

ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں باپ اور شیخ کو ہدیہ دیتے وقت صدقہ یا کسی ثواب کی
 نیت نہ کرے۔ حضرت تھانوی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ثواب تو یقیناً ملے گا لیکن ثواب کی
 نیت نہ کرو، جیسے کوئی اپنے ابا کے لئے کپڑے کا جوڑا بنائے، کرتا پا جامہ پیش کرے اور
 ابا پوچھیں کہ تم نے یہ کس لئے بنوایا ہے؟ اور بیٹا کہہتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ثواب دیں تو
 باپ کہے گا کہ مجھے خیرات دیتا ہے ظالم! میں نے تجھے بچپن سے اسی لئے پالا پوسا ہے؟

اس لئے حضرت تھانوی علیہ السلام نے یہ ادب لکھا ہے کہ اپنے ماں باپ کو اور اپنے شیخ کو کوئی چیز دو تو اس میں یہی نیت کرو کہ ان کا دل خوش ہو جائے گا۔ ارے دوست!

ملا علی قاری علیہ السلام نے مرقاۃ کی جلد ۲ میں لکھا ہے:

((إِدْخَالُ السُّرُورِ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ الشَّقَّالِينَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الجنائز، ج ۲ ص ۱۲۰)

کسی مونمن کا دل خوش کر دینا جن اور انس کے تمام اعمال سے افضل ہے۔
توجب عام مونمن کا دل خوش کرنا اتنی عظیم الشان فضیلت رکھتا ہے تو شیخ اور ماں باپ
اور استاد کا دل خوش کرنا، ان کا تو اور زیادہ حق ہو گا۔

شیخ کے ہدیہ (تحفہ) کی قدر و قیمت

ارشاد فرمایا کہ اگر کہیں سے کوئی ہدیہ مل جائے تو اس کی قدر کرو، خاص کر بہستِ شیخ اگر کچھ ملے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری علیہ السلام (۸۰) سال کی عمر میں عید، بقر عید میں ایک بالکل شکستہ عمامہ نکالتے تھے، اس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے، فرماتے تھے کہ یہ عمامہ میرے شیخ تھانوی علیہ السلام کا تحفہ ہے، یادگار ہے۔ اس کو صرف عید، بقر عید میں پہنتے تھے، جمعہ کو بھی نہیں پہنتے تھے، بہت خستہ ہو گیا تھا، ایسی اس کی قدر فرماتے تھے کہ میرے شیخ کی یادگار ہے۔

نوٹ: جب بڑے چھوٹوں کو کوئی چیز دیں اس کا نام تحفہ ہے اور چھوٹا اپنے بڑوں کو دے اس کا نام ہدیہ ہے

خدمتِ شیخ رائیگاں نہیں جاتی

کمرے میں احتراق میل حضرت والا علیہ السلام کے سر مبارک میں تیل لگا رہا تھا کہ مولوی عمر فاروق فرازی (ری یونین والے، جو حضرت والا کی خدمت میں ایک سال کے لئے تفسیر و حدیث و مثنوی پڑھنے اور حضرت والا کی خدمت میں رہنے ملیا آئے ہوئے تھے اور اگل فلیٹ میں رہتے تھے) حضرت والا کے پیر دبانے کے لئے حاضر ہوئے۔
حضرت والا نے خوش ہو کر فرمایا کہ ماشاء اللہ! پڑھنے لکھنے کے ساتھ اس کا مام کو بھی جاری رکھو،

شیخ کی خدمت بہت بڑی نعمت ہے، بڑی سعادت کی بات ہے، اپنے شیخ کی خدمت کبھی رایگاں نہیں جاتی۔ میں ہر وقت اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا، سفر میں حضر میں، مجھے یہ ڈر ہوتا تھا کہ میں کہیں سب پڑھا ہوا علم بھول نہ جاؤں۔ کبھی حضرت کے ملفوظات جمع کر رہا ہوں، کبھی خدمت کر رہا ہوں، کبھی سفر پر ساتھ جا رہا ہوں، لیکن آج میں اپنے شیخ کی کرامت دیکھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ تمام عربی عبارات حفظ یاد کرا کے منبر پر بیان کے دوران سنانے کی بھی توفیق عطا فرماتا ہے ورنہ اگر عین وقت پر یاد نہ آئے تو پھر علم کیا ہے؟

محض خدمت سے خدا نہیں ملتا

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ محض شیخ کی ٹانگ دبانے سے اللہ نہیں ملے گا اگرچہ مرید کی اس محبت سے آرام ملتا ہے، دعا بھی نکلتی ہے، میں اس کی ناقدرنی نہیں کرتا مگر اس کو بنیاد مدت بناؤ کہ پیر کے پیروی دبائے کے ولی اللہ ہو جائیں گے، ولی اللہ تقویٰ سے بنو گے یعنی ایک لمحہ مالک کو ناراض نہ کرو۔ حکیم الامت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے پیروی نہیں دبائے، ایک دفعہ پنچھا ہا نکا توہا تھا میں درد ہو گیا مگر بتاؤ! تقویٰ کی وجہ سے مجدد ہوئے یا نہیں؟ إِنَّ أَوْلِيَاً وَهُدًى لِّلْمُتَّقُونَ جس کا تقویٰ جتنا زیادہ ہو گا وہ اتنا ہی بڑا ولی اللہ بنے گا۔

خدمتِ شیخ کر کے بدله چاہئے والا محروم رہتا ہے

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اپنے شیخ کی خدمت کر کے بدله چاہتے ہیں، کہتے ہیں کہ شیخ جب ہمارے گھر آئے تھے تو ہم نے تو خوب دیسی مرغی، دیسی انڈا، اصلی گھنی اور مکھن کھلایا تھا، اور جب ہم گئے تو شیخ نے پوچھا بھی نہیں۔ شیخ سے بدله چاہئے والے کو کیسے اللہ ملے گا؟ اس نے تو مقصود ہی اپنی خدمت کا صلہ بنایا تھا، اللہ تو مقصود نہیں تھا۔ میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگ ڈاکٹر سے کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں ناشتہ کراؤ، وہاں تو ہسپتال کا ناشتہ کھا کر پیسے بھی دینے پڑتے ہیں، ڈاکٹر کی فیس بھی بھرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ

چادر جو بستر پر بچھائی جاتی ہے اس کی دھلانی کے بھی پیسے ہسپتال والے وصول کرتے ہیں۔ جسمانی ڈاکٹر کے ساتھ تو یہ معاملہ ہے اور روحانی معانج کے بارے میں کہتے ہیں کہ صاحب! ہمارا خیال نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور قلب سلیم عطا فرمائے۔

حضرت والا عَزَّلَهُ کی اپنے پاس آنے والے سالکین کو تین ہدایات ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تعلق رکھنے والے یہاں آکر تین باتوں کا اہتمام کریں:

- (۱)..... جب میں بات کروں تو ہم تین گوش ہو کر میری بات سنیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب پیر بات کرے تو اس پر زنگ و محبت و احترام ڈالے، اس وقت نہ ذکر کرے، نہ کوئی کتاب دیکھے، یہ بے ادبی ہے۔
- (۲)..... جب میں نہ ہوں تو پھر میری یا بزرگوں کی کوئی دینی کتاب پڑھیں۔
- (۳)..... اور کچھ وقت مسجد میں بیٹھ کر ذکر و غیرہ کریں۔

شیخ کی مجلس پر نوافل کو ترجیح نہ دے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی صحبت سے اپنے کو مستغفی مت سمجھو کیونکہ کیفیتِ احسانیہ اور حضور قلب شیخ کے قلب ہی سے منتقل ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جب شیخ آجائے تو اپنی عبادت پر ناز نہ کرو، نفلیں نہ پڑھو، فرض، واجب اور سنت موقکدہ پر اکتفا کرو اور اپنے شیخ کے پاس بپھوتا کہ اس کے قلب کی کیفیتِ احسانیہ تمہارے قلب میں منتقل ہو جائے تو پھر تمہاری دور کعات ایک لاکھر کعات سے افضل ہو جائیں گی۔ یہ ہے کُونُوا مَعَ الصَّدِيقِينَ کا راز اور کُونُوا امر ہے جو بتا ہے مضرائے اور مضرائے میں تجد د استمراری کی شان ہے، جس سے ثابت ہوا کہ استمرارِ شیخ کی صحبت پر حریص رہو۔

مرید پر شیطان کا ایک وار

ارشاد فرمایا کہ ملکی قاری عین اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بعض وقت شیطان بڑی نیکی سے چھڑا کر چھوٹی نیکی میں لگا دیتا ہے، جیسے کوئی اللہ والا آپا ہے یا

بزرگ آیا ہے یا شیخ آیا ہے، اب وہ اپنی الگ عبادت اور نفلوں میں لگا رہتا ہے کہ تم یہیں آہ وزاری کرو۔ اب مرید صاحب مسجد میں الگ کہیں کونے میں تلاوت کر رہے ہیں اور وہاں بیان ہو رہا ہے یا مجلس ہو رہی ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دین کے ایک مسئلہ کے سیکھ لینے کا ثواب سورکعات کے برابر ہے اور ایک مفسون سیکھ لینے کا ثواب ایک ہزار کعات کے برابر ہے۔

شیخ کی صحبت میں نفلی عبادات متنوی کر دو

(ایک صاحب مجلس میں دیر سے آئے تو ان سے دریافت فرمایا کہ) آپ کہاں تھے؟ جب شیخ افادہ کر رہا ہو تو شیخ کے پاس بیٹھنا تام نفلی عبادات سے خواہ وہ نفلی عمرہ و طواف ہی کیوں نہ ہوافضل ہے۔ جب صحبتِ شیخ میسر ہو تو صرف فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرو، باقی وقت شیخ کے پاس بیٹھو۔ کعبہ شریف میں اگر ترکیب کی طاقت ہوتی تو کعبہ خود تین سو ساٹھ بتوں کو نکال دیتا، مگر کعبہ سے بت نبی ﷺ نے نکالے۔ شیخ کو نائب رسول سمجھو، دل کو غیر اللہ کی گندگی سے پا کیزگی شیخ کے ذریعہ ملے گی۔

جو لوگ دیر سے آئے، گذارشاتِ شیخ سے محروم ہو گئے۔ کیا عبادت کرتے ہو؟ ارے! عبادت کی روح شیخ سے ملے گی، اپنی عبادت میں لگر ہے اور شیخ کی صحبت میں نہیں آئے۔ افسوس ہے آپ لوگوں کی سمجھ پر! شیخ موجود ہو تو فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو ادا کر کے جا کے دیکھو کہ معلوم نہیں شیخ کی ایمیت کر رہا ہے۔ شیخ سے اللہ ملے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے كُنُوا مَعَ الْحَااضِرِينَ فِي الْكَعْبَةِ نہیں فرمایا كُنُوا مَعَ الصَّدِيقِينَ فرمایا کہ جو سچے ہیں، متقی ہیں، صادقین ہیں یعنی جو تقوی میں صادق ہو کر ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ جیتا ہو، وہی اصل شیخ ہے، ایسیوں کے ساتھ رہو۔

مجلسِ شیخ کا ادب: جہاں خاص احباب بیٹھے ہوں اس طرف بیٹھنا ارشاد فرمایا کہ ایک خاص نکتہ، خاص گر کی بات بتا رہا ہوں کہ شیخ کی مجلس میں

دیکھو کہ جس طرف خاص لوگ بیٹھے ہوں، اُس طرف آکر بیٹھو۔ جس طرف خصوصی احباب ہوتے ہیں، اس طرف شیخ کی توجہ زیادہ ہوتی ہے، اس عقل کو اور ہوشیاری کو سیکھو۔

مجلسِ شیخ کا ادب: شیخ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے مجلس میں شیخ کے قریب بیٹھنا چاہیے، قریب بیٹھنے والوں کو زیادہ نفع ہوتا ہے۔ اگر کہیں آگ جل رہی ہو تو دور سے نظر تو آئے گی لیکن گرمی اس کو ملے گی جو قریب ہو گا۔ یہ بات میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔

مجلسِ شیخ کا ادب: خوب متوجہ ہو کر ساکت بیٹھنا

(حضرت والا مظلہ ایک مضمون بیان فرمار ہے تھے، پکھے بند تھے، ایک صاحب کو گرمی لگنے لگی تو انہوں نے کاغذ سے اپنے آپ کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا، جس کی آواز بیان میں مخل ہوئی، اس پر یوں تنبیہ فرمائی۔۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ یہ کیا آپ نے کھٹ پٹ کھٹ پٹ شروع کر دی، میری غاطر سے ذرا سی گرمی برداشت نہیں کر سکتے؟ آپ کی یہ آواز کیا میرے بیان میں مخل نہیں ہو رہی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک غزوہ میں کیا حال تھا:

((خَرَجَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَّةٍ وَنَحْنُ سَتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيزٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقَبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقَبَتْ قَدَمَائِنِي وَسَقَطَتْ أَظْفَارِنِي وَكُنَّا تَلْفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخَرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزَّةً ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعِصِبُ مِنَ الْخَرَقِ عَلَى أَرْجُلِنَا))

(صحیح البخاری: (قدیمی): باب غزوۃ ذات الرقاع: ج ۲ ص ۵۹۲)

غزوۃ ذات الرقاع میں شدید گرمی تھی اور جو تے بھی نہ تھے، چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، پیرسے خون بننے لگا تو پیروں پر چیڑھرے باندھ لے لیکن حضور ﷺ کی مجلس میں ایسے ساکت بیٹھتے تھے جیسے سر پر چڑھا بیٹھی ہوئی ہو:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلْسَاؤُهُ كَأَنَّهَا عَلَى رُؤُوفِ سِهْمِ الظَّلِيرٍ وَإِذَا تَكَلَّمَ سَكَّتُوا وَإِذَا سَكَّتَ تَكَلَّمُوا))

(كنز العمال: دار الكتب العلمية، كتاب الشمائل، ج ۷ ص ۲۲۳، رقم ۱۸۵۳)

کیا عاجل تھی کہ کوئی ادھر ادھر دیکھ لے۔ اگر شیخ کی مجلس میں گرمی لگ رہی ہو یا

شیخ کے ساتھ دھوپ لگ جائے تو یوں دعا کرو کہ یا اللہ! اس دھوپ کو میرے لئے دوزخ کی گرمی سے نجات کا بہانہ بنایجیے۔ یہ راستہ نازک مزا جوں کا نہیں ہے۔ اہل اللہ نے اللہ کے راستے میں بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں۔ مولا نا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ نے بتایا کہ سخت بارش میں دہلی کا دریائے جمنا بھرا ہوا، سینہ تانے ہوئے بہر رہا ہے، اور مولا نا اسماعیل شہید حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ بارش کے زمانے میں دریائے جمنا کے سیلاں میں کوڈتے تھے کہ اگر جہاد میں کہیں تیرتے ہوئے آگرہ تک چلے جاتے تھے۔ کس لئے؟ مشق کرتے تھے کہ اگر جہاد میں کہیں دریا میں کوڈنا پڑے تو ہم تیر سکیں۔ دہلی اور آگرہ میں کتنا زیادہ فاصلہ ہے، اتنی دور جا کر نکلتے تھے، یہ شاہ عبد الغنی پھولپوری حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی روایت ہے، میرے اور ان کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے۔ اور مسجد فتح پوری جو بہت بڑی مسجد ہے، اس کے سچن میں ٹھیک بارہ بجے دوپہر کے وقت سخت گرمی میں ایک دیوار سے دوسرا دیوار تک ننگے پیر چلتے تھے کہ بالا کوٹ کے پہاڑوں پر چنانا پڑے تو اس کی مشق ہو جائے، اللہ کے راستے میں جان دینے کا ایسا جذبہ تھا۔ مومن کی شان یہی ہے کہ اپنی جان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ کانپور میں جب مسجد کو شہید کرنے کے لئے ہندوآئے تو مسلمان بچے دس بارہ سال کے شہید ہو گئے کہ کیسے ہمارے اللہ میاں کا گھر تم شہید کر سکتے ہو، ان سے برداشت نہیں ہوا۔ علامہ شملی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ نے جب ان بچوں کی لاشیں دیکھیں تو بڑا عجیب ایک شعر کہا۔

تجب کیا جو ان بچوں میں یہ شوق شہادت ہے

یہ بچے ہیں انہیں کچھ جلد سو جانے کی عادت ہے

سبحان اللہ! کیا غصب کا شعر ہے! کتنی بلاغت ہے اس میں!

مجلسِ شیخ کا ادب: آپس میں کانا پھوسی اور ہنسی مذاق نہ کرنا

(دسترخوان پر دورانِ طعامِ احقر میر سے ایک سختِ غلطی ہو گئی کہ احقر نے سرگوشی کرتے ہوئے مولانا دادا دوکے کان میں کچھ کہا جو احقر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور احقر کو بے اختیار ہنسی آگئی اور آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔ کھانے سے فارغ ہو کر احقر کی اصلاح کے لئے حضرت والا نے یوں تنبیہ فرمائی۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ تجربہ ہے کہ اتنے پرانے ہو کر ایسی غلطی کرتے ہو کہ مبتدی بھی نہیں کر سکتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شیخ کی مجلس میں اس طرح کانا پھوسی کرنا سخت ہے ادبی ہے۔ کیا آپ نے ہم لوگوں کو بھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحنف صاحب کی مجلس میں اس طرح کانا پھوسی کر کے ہنستے ہوئے دیکھا ہے؟ بتائیے! نے لوگ آپ کی اس حرکت سے کیا اثر لیں گے؟ بجائے اس کے کہ آپ دوسروں کو ادب سکھاتے، اپنے عمل سے دوسروں کو بے ادب بنا رہے ہو۔ سورہ جہراۃ میں جو آداب نبی ﷺ کے لئے نازل ہوئے ہیں، حکیم الامم عَزَّلَ اللَّهُ تَعَالَى نے لکھا ہے کہ ناسیبین رسول یعنی علماء و مشائخ کے لئے بھی وہی آداب ہیں، اس وقت آپ تَبَجَّهُرُوا بِالْقَوْلِ کا مصداق تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو حضوری مع الحق حاصل نہیں تھی کیونکہ ہر وقت اکرامِ شیخ کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جو ہر وقت با خدا ہوتی کہ ہنسنے میں بھی خدا کو نہ بھولے۔ غلطی تو یہ اتنی بڑی تھی کہ اسی وقت سزا دی جاتی لیکن اب جا کر اعلان کرو کہ مجھ سے سخت نالائقی ہوئی کہ شیخ کی مجلس میں کانا پھوسی کر کے ہنسا، اللہ میری اس نالائقی و بے ادبی کو معاف فرمادے۔ (احقر نے حضرت والا سے معافی مانگی کہ سخت نالائقی ہوئی اور ان شاء اللہ! آئندہ بھی ایسی حرکت نہ ہو گی اور احباب کے سامنے اعلان کر کے حضرت والا کو اطلاع کی تو حضرت والا خوش ہو گئے۔ جامع)

مجلسِ شیخ کا ادب: بلا ضرورت گفتگونہ کرنا

ارشاد فرمایا کہ جب شیخ کی خدمت میں ہوں تو اپنی طرف سے کوئی بات نہ کریں،

شیخ کی سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے زبان ایک دی ہے اور کان دو دیے ہیں کہ بولو کم اور سنوزیارہ، جیسے چھوٹا بچہ دو سال تک ماس باپ کی سنتا ہے، پھر انہیں کی بولی بولنے لگتا ہے۔

شیخ کی مجلس میں کسی کا ملفوظ بھی بغیر اجازت نقل مت کرو

ارشاد فرمایا کہ چھوٹوں کو اپنے بڑوں کا اکرام کرنا چاہیے، شیخ ہو تو شیخ کا اور شیخ نہیں ہے لیکن عمر میں بڑا ہے تو عمر کے تقاویت کا بھی اکرام کرنا چاہیے، اور خاص کر کسی بڑے کی مجلس میں جاؤ جہاں لوگ ان کو بڑا سمجھ کر بیٹھے ہیں تو وہاں مت بولو، کوئی تقریر مت کرو جائے تم کتنے بڑے عالم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ لوگوں کے دل میں خواہش ہوتی ہے کہ میرا شیخ مجھے کچھ سنائے، تم بولو گے تو ان کو گرانی ہوگی، شوق سے نہیں سنیں گے، بلکہ کہیں گے کہ یہ کون فتح میں آ گیا۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت حکیم الامت حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے خلیفہ تھے، اور اس لحاظ سے میرے شیخ کے پیر بھائی تھے مگر میں ان کا ادب سنا تاہوں کہ جب بھی پھولپور تشریف لاتے تھے تو مجال نہیں تھی کہ ہم لوگوں کو بٹھا کر کوئی ایک مجلس بھی کہیں کر لیں، ہاں جب حضرت شاہ عبدالغنی صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے تھے کہ آپ فلاں جگہ بیان کے لئے چلے جائیں تب بولتے تھے۔ جب پھولپور تشریف لاتے اور دروازہ کھلکھلاتے تو حضرت پھولپوری حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ اندر سے پوچھتے تھے کہ کون؟ تو مولانا فرماتے تھے کہ ابراہیم آیا ہے۔ اپنی زبان سے نام کے ساتھ مولانا بھی نہیں لگاتے تھے، کیا اللہ والے تھے، مٹنا ہی تو سب کچھ ہے۔

مفتق شیع صحاب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ مولانا ظفر احمد عثمانی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ مولانا ناشیر احمد عثمانی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے علوم کیا کم تھے؟ مگر حکیم الامت حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی مجلس میں بالکل خاموش ہوتے تھے، مجال نہیں تھی کہ کوئی بول دے۔ یہ ادب مجلس بتارہا ہوں، چاہے مرید ہو یا نہ ہو، یہ ادب مریدی نہیں آ دب مجلس ہیں۔ جب کوئی مجلس کا امیر ہو تو وہاں جاؤ تو خاموش رہو چاہے تم مرید نہیں ہو۔ اس میں یہ بات نہیں کہ کوئی مرید نہیں تو اس کے ذمہ یہ ادب ضروری نہیں نہیں، اگر حضرت حکیم الامت حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی مجلس میں کوئی بولنے لگتا تو حضرت کیا کرتے؟ شاید فرماتے کہ اس کا

کان پکڑا اور خانقاہ سے باہر لے جاؤ، لیکن جو لوگ سادے ہوتے تھے تو ان کی بد تیزی بھی حضرت برداشت کرتے تھے۔ ایک آدمی سبزی لے کر آیا اور پوچھا مولیٰ جی! کہاں رکھوں؟ فرمایا کہ تجھے کہیں جگہ نظر نہیں آتی، لامیرے سر پر کھدے۔ تو وہ گاؤں کا آدمی اتنا سادہ تھا کہ بڑا سا گھٹھڑا لوگوں کی حضرت کے سر پر کھدیا۔ حضرت بنسے اور کچھ نہیں بولے، نادانوں کے ساتھ معاملہ اور ہے۔

لہذا جب اپنے بڑوں کی کسی مجلس میں جاؤ تو خاموش رہو ورنہ ان کے احباب میں تم بے قدر ہو جاؤ گے۔ مولانا ابراہم الحق صاحب دامت برکاتہم معمولی آدمی تو نہیں ہیں مگر شاہ عبدالغنی صاحب رض کی مجلس میں اس طرح خاموش رہتے تھے کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں ہیں، اتنا ادب رکھا، اور اس طرح سے حضرت کو کھانا کھلاتے تھے جس طرح کوئی اپنے باپ کو کھلاتا ہے، شوربے میں روٹی توڑ کر اور اس کو اپنے ہاتھوں سے نرم کر کے حضرت کو کھلاتے تھے۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے کتنی مقبولیت عطا فرمائی۔

شیخ کی مجلس میں کس بات کا دھیان کریں؟

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی صحبت پر حریص رہو، کسی بڑے سے بڑے مقام پر بھی پہنچ جاؤ، خواہ لا کھوں مرید ہو جائیں لیکن شیخ سے مستغفی نہ رہو، اور شیخ کی مجلس میں یہ مرافقہ کرو کہ شیخ کے قلب سے میرے قلب میں کیفیت احسانیہ، حضور مع الحق، نسبت خاصہ، ولایت خاصہ اور نسبت صدیقیت منتقل ہو رہی ہے، شیخ کے ساتھ جتنا زیادہ حسن نظر ہوگا اتنا ہی زیادہ اللہ کا فضل ہوگا۔

شیخ کی آنکھیں بھی ہادی ہوتی ہیں

ارشاد فرمایا کہ شیخ مخاطب ہو تو اس کی آنکھوں میں بھی ہدایت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں میں ہدایت کا نور ڈال دیتے ہیں۔ شیخ سراپا ہدایت ہے لیکن آنکھوں میں ہدایت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی جب کسی کو ایمان کی حالت میں دیکھتا ہے تو وہ

صحابی ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کسی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اندھا پیدا نہیں کیا تاکہ اہل ایمان صاحبی بن سکیں۔ اگر نبی ناپینا ہوتا تو ناپیناً امتی صاحبی نہیں ہو سکتے تھے۔ پیغمبر کی گاہوں سے صاحبی بنتے ہیں۔ اسی لئے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے پینا پیدا کیا تاکہ اُمّتی اگر اندھا بھی ہو مگر نبی اس کو دیکھ لے تو صاحبی ہو جائے گا۔ جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رض ناپینا تھے مگر پیغمبر علیہ السلام نے ان کو دیکھ لیا تھا تو صاحبی ہو گئے۔

شیخ کی بات آنکھیں کھول کر سنو

ارشاد فرمایا کہ میری بات آنکھیں کھول کر سنو، میری گذارشات میں یہ چیز داخل ہے کہ جو حضرات میری بات سننے کے لئے دور دور سے آئے ہیں، وہ آنکھیں کھول کر سنیں کیونکہ آنکھیں بند کرو گے تو اس سے ہم کو نقصان پہنچتا ہے، آپ کی نظر سے مجھے جو فیض ہوتا ہے اس سے آپ ہمیں محروم کر رہے ہیں، اس لئے اگر مسلسل نہ دیکھو تو کبھی کبھی نظرِ عنایت ڈال لیا کرو، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک نظر دیکھ لیا کرو۔

ادھر دیکھ لینا ادھر دیکھ لینا

پھر اُن کا مجھے اک نظر دیکھ لینا

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کر کے وعظ امت سنو، اس سے نیند کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ جیسی شکل بناؤ گے ویسی حقیقت اُتر آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مجلس شیخ چھوڑ کر اپنی مجلس سجانا سخت بے ادبی ہے

(ایک اجازت یافتہ نے عرض کیا کہ سخت عذر و معذرت کے باوجود اور علم عمل کے اعتبار سے

بے ما نگی کے باوجود لوگ حسن ظن کی وجہ سے احقر کو بیانات پر مجبور کرتے ہیں،

اس وقت یہ ہفتہواری سلسلہ شہر کی مختلف مساجد میں جاری ہے،

پتا نہیں یہ سلسلہ مجھے جاری رکھنا چاہیے یا نہیں؟)

ارشاد فرمایا کہ غور کریں کہ ”لوگ مجبور کرتے ہیں“، کوئی چیز آپ کو اپنے شیخ کی مجلس میں آنے پر مجبور نہیں کرتی؟ ہمارے بزرگوں کا کیا طریقہ رہا ہے؟ اپنے بیانات کی

مجاہل سجنانا یا شیخ کی مجلس میں خود کو مٹانا؟ بیانات کے لئے وقت نکل آنا اور اپنے شیخ کے پاس آنے کی فرصت نہ مانا قلت محبت کی علامت ہے۔ اولیاء اللہ کی تاریخ شاہد ہے کہ جنہوں نے اپنے مشائخ کی قدر کی، اللہ نے ان ہی سے دین کا کام لیا۔

محالس شیخ کی ناقدری کا و مال

احقر میر عرض کرتا ہے کہ چند سال پہلے حضرت والا دامت برکاتہم نے ایک صاحب کو اجازت بیعت عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنی مجلس کا وہی وقت رکھا جو رات کو حضرت والا کی مجلس کا وقت ہوتا ہے اور مجلس میں نہیں آئے۔ حضرت والا نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کے گھر پر مجلس ہو رہی ہے۔ حضرت والا نے ناراضی کا اظہر فرمایا اور فرمایا کہ جو خلیفہ میری مجلس کو چھوڑ کر اپنی مجلس کو گرم کرے گا، اس کی گرمیاں بھی سرد یاں ہوں گی۔

شیخ کے پاس کم آنے سے ایمان میں کمزوری آنے لگتی ہے

ارشاد فرمایا کہ جس مرید کا شیخ کے پاس آنا جانا کم ہو جائے گا تو اس کے ایمان میں کمزوری آنے لگے گی۔ جب دور رہے تو بخط و کتابت رکھے اور اگر قریب ہے تو حاضری کی کوشش کرنی چاہیے۔ جن لوگوں کا مجھ سے تعلق تربیت کا ہے وہ ایک مجلس (میں حاضری) لازم کر لیں الٰہ یہ کہ کوئی مصروفیت ہو، اور یہ نہیں کہ دور سے کھڑے ہو کر سلام کر کے چلے جائیں بلکہ مصافحہ بھی کیجئے تاکہ شیخ کو معلوم ہو جائے اور اس کے دل میں آپ کی حاضری لگ جائے۔ اگر دور کھڑے ہیں اور اندر آنے کا راستہ نہیں ہے تو وہیں سے کھڑے ہو کر کہنے کہ میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اہل اللہ کے پاس جانے اور دینی مجالس کے مزید آداب

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے پاس جانے کے کچھ آداب ہیں، ان آداب کے پاس لحاظ ہی سے وہاں جانا خاطر خواہ نفع کا باعث بتتا ہے۔

بزرگوں کے پاس حاضری صدقِ دل کے ساتھ ہو، ان کے شایانِ شان اکرام و احترام میں کمی نہ ہو، ان کے پاس آنے سے پہلے توبہ و استغفار کے ذریعہ قلب کو صاف کر لیا جائے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان جس کی آنکھوں پر عینک ہوتی ہے اور وہ اپنی عزیز ترین چیزوں کو دیکھنا چاہتا ہے تو کس طرح اس کے شیئے کو صاف کرتا ہے تاکہ عینک کے اوپر چڑھے ہوئے گردو غبار اس کے دیکھنے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اسی طرح جب آپ کسی اللہ والے کی مجلس میں جا کر ان کو دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی باتوں سے اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دل کی عینک کو توبہ و استغفار کے کپڑے سے صاف کر لیجیے، پھر جب آپ وہاں حاضری دیں گے تو آپ کے دل پر بغیر کسی رکاوٹ کے ہدایت کے انوار و برکات کا نزول ہوگا اور بیکار و عین شفای پا جائیں گی۔ دینی مجلس میں بیٹھنے اور سننے کے بھی کچھ آداب ہیں مثلاً یہ کہ:

۱۔ آپ جب ان مجلس میں پہنچیں تو نہایت نشاط و انبساط کے ساتھ ہشاش بشاش ہوں۔

۲۔ دل میں کسی چیز کا تکدر اور انقباض نہ ہو۔

۳۔ ذہن میں کوئی گرانی نہ ہو۔

۴۔ نیند اور اونکھ کا غلبہ نہ ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ آنکھیں بند کر کے سنتے ہیں وہ میرے سامنے نہ بیٹھیں، جن پر نیند اور اونکھ کا غلبہ ہو وہ بھی سامنے نہ بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر بیان کرنے والے کے مضامین کا سلسہ بند ہو جاتا ہے، خیالات کا سلسہ رُٹ جاتا ہے۔ جس کسی پر نیند کا خمار اور غلبہ ہو اور وہ اس بارے میں مجبور ہو تو اسے چاہیے کہ وہ پچھے بیٹھ جائے یا ایک گوشہ میں بیٹھے تاکہ بیان کرنے والے کی نظر اس پر نہ پڑے اور مضامین کی آمد بند نہ ہو۔

۵۔ دینی مجلس میں بیٹھ کر آپس میں باتیں بھی نہ کریں، اس سے بھی ذہن منتشر ہو جاتا ہے۔

۶۔ مجمع میں بار بار اٹھنے سے بھی ذہنی انتشار ہوتا ہے۔

۷۔ وعظ اور دینی مذاکرہ کی مجلس کے قریب ٹیلیفون بھی نہیں ہونا چاہیے، اس کی گھنٹی سے بھی مجمع کی توجہ بٹتی ہے اور سلسہ بیان میں خلل پڑتا ہے۔

۸۔ ایک ادب یہ بھی ہے کہ مل کر بیٹھیں، درمیان میں خلانہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیٹھنے کی شان تھی کہ اگر ان کے اوپر چادر دال دی جاتی تو درمیان میں کہیں سے جھوول نہیں آتا۔

۹۔ بعد میں آنے والوں کے لئے فراخدلی کے ساتھ بیٹھنے کی گنجائش پیدا کی جائے۔

۱۰۔ کوئی شخص درمیان میں کسی ضرورت سے اٹھے تو اس کی جگہ پر بیٹھنے کا وہی شخص مستحق ہے۔

۱۱۔ وعظ و تقریر جاری ہو تو آنے والہ اسلام نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے۔

۱۲۔ وہ لوگ جو زیادہ فہیم و سلیم (اہل علم، سمجھدار) ہوں، انہیں بیان کرنے والے کے قریب

اور سامنے بیٹھنا چاہیتا کہ وہ زیادہ استفادہ کریں اور بیان کرنے والے کو بھی شرح صدر ہو۔

سامعین کے اندر طلب اور توجہ ہو تو بیان کرنے والے پرمطاب میں کے دروازے کھلتے ہیں۔

ایسے ماحول میں اگر آپ دین کی باتیں سنیں گے تو وہ باتیں یاد رہیں گی، ذہن و دماغ پر ان کا اثر ہو گا۔

شیخ کے ساتھ گستاخی اور بدگمانی معصیت سے زیادہ اشد ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملعوظ پڑھا، فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کی شان میں گستاخی، اعتراض اور بدگمانی سے جو ظلمت پیدا ہوتی ہے، معصیت سے بھی ویسی نہیں پیدا ہوتی، یہ بات معصیت سے زیادہ اشد ہے۔ ایسا شخص باطنی نعمتوں سے محروم رہ جاتا ہے کیونکہ جب عام مومنین کے لئے ظُلُمُوا إِلَيْهِمْ مِنْ خَيْرٍ (تفسیر کبیر: سورہ الحجرات: ج ۲۸ ص ۱۱۰) کا حکم ہے (کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو) تو پھر اس شخص سے جس سے اللہمل رہا ہے بدگمانی کرنا، فیض بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے مربی سے جس طالب کو جس قدر حسنِ ظن ہو گا، اسی قدر اس پر اللہ کا فضل متوجہ ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی اپنے شیخ سے حسنِ ظن رکھتا ہے کہ نہ جانے میرے شیخ کو کتنا عظیم مقامِ قرب حاصل ہے، نہ جانے اس کے سینہ میں درد کا کتنا دریا پوشیدہ ہے، تو چاہے اس شیخ میں وہ خوبیاں نہ ہوں لیکن اس کے حسنِ ظن کی بدولت اس پر

اللہ کا فضل مرتب ہو جاتا ہے۔

اعتراض پیدا ہونا علامت محبت کی کمی کی ہے۔ شیطان کو اعتراض کیوں پیدا ہوا؟ کیونکہ عاشق نہیں تھا، اس کے عکس جب حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ فلاں درخت سے کیوں کھایا؟ عرض کیا رَبَّنَا ظلِّمَنَا آنفُسَنَا۔ بس کنجی اس راستے کی بھی ہے۔ دعا کرنا اور ہمت سے کام لینا، جب تک ہمت نہیں، گڑگڑاتے رہو اور شخ سے دعا کرو۔

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا سست

(یعنی مربی کی دعا کوئی معمولی دعائیں ہوتی) کیونکہ مرید نے اپنادین اس کے حوالہ کر دیا ہے، اس لئے اس کی دعا مرید کے حق میں زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ میدانِ محشر میں کسی کے ساتھ حسن ظن پر دلیل طلب نہیں کی جائے گی لیکن بدگمانی پر دلیل طلب کی جائے گی کہ تم نے فلاں شخص کے ساتھ فلاں وقت کیوں بدگمانی کی تھی؟ دلیل پیش کرو کہ کیوں کی تھی؟ دلیل نہ ہونے پر پٹائی ہوگی۔ پس شیخ کے ساتھ بدگمانی کو حضرت نے بڑی سے بڑی معصیت سے اشد فرمایا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! اپنے حقوق، اپنے رسول ﷺ کے حقوق، میرے شیخ کے حقوق، بندوں کے حقوق کی حفاظت میں آپ میری مدفرمائے، آپ میرا راستے طے کر دیجئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ راستہ تو اللہ تعالیٰ ہی طے کراتے ہیں، ان کا فضل نہ ہو تو کتنا بڑے سے بڑا پہلوان ہو، چوتھا جاتا ہے۔ بغیر ان کے فضل کے کسی کا راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ بس گڑگڑاتا رہے اور استعانت طلب کرتا رہے۔

اس مرتبہ مدینہ شریف میں حق تعالیٰ نے میری مدفرمائی، ایک وقت آیا کہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے میری ایک معاملہ میں گرفت فرمائی، میرے نفس کو ذرا ناگواری ہوئی، میں نے فوراً حضرت کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے اور نفس کو سزا منادی کہ اے نالائق! میرا شیخ دین کے معاملے میں تو کیا دنیا کے معاملے میں بھی بلکہ نا حق بھی اگر میرے مریدوں کے سامنے مدینے کی گلیوں میں سر بازار جوتے لگائے تو میرے شیخ کو

بالکل اس کا حق ہے، تجھے سر جھکائے رہنا پڑے گا۔ بیٹا چاہے کچھ بھی ہو جائے، باپ باب پسی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس آزمائش سے اپنے فضل سے پاس کر دیا، حق تعالیٰ میرے شخ کے قلب کو ہمیشہ مجھ سے خوش رکھے۔

معترضانہ مزاج والوں کے لئے ہدایت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی عقل اتنی تیز ہوتی ہے، وہ اتنے ذہین ہوتے ہیں اور ان میں اعمتراضات کا اتنا ماؤہ ہوتا ہے کہ ان کو بزرگوں کی بات بات پر اعمتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو فرض کر لو کہ ان کو دنیا میں کسی شیخ سے مناسبت نہیں ہوتی، ہر شخص میں ان کو کیڑا نظر آتا ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے حضرت حکیم الامت رض نے فرمایا کہ ایسے لوگ کسی شیخ کے پاس جا کر نہ رہیں، بس خط و کتابت سے اصلاح کرائیں کیونکہ قریب رہیں گے تو اعمتراضات میں بیتلار ہیں گے اور بدگمانی کی وجہ سے شیخ کے فیض سے محروم رہیں گے اور اگر خط و کتابت کے ذریعہ ہی اصلاح کرانے لگیں تو ان شاء اللہ! محروم نہیں رہیں گے۔ مگر یہ شاذ و نادر کا مسئلہ ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس کی یہ حالت ہو۔ بہرحال! یہ حکیم الامت رض کی شان ہے کہ ایسے مسئلہ کو بھی حل فرمادیا لیکن میں پناہ چاہتا ہوں ایسے مزاج سے کہ جس کو کسی شیخ سے مناسبت نہ ہو۔ اگر مزاج عاشقانہ ہے تو ان شاء اللہ! سب کام آسان ہو جائے گا۔

اہل اللہ سے بدگمانی ہوت رو تے رو تے سجدہ گاہ کو ترکردو

ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! جب اللہ والوں سے بدگمانی ہونے لگے تو رو تے سجدہ گاہ کو ترکردو اور اللہ سے پناہ مانگو کیونکہ اب شیخ کا فیض نہیں ملے گا۔ جو بدگمانی کرتے ہیں وہ ان کے اپنے دل کی گندگی و بدبو ہوتی ہے ورنہ شیخ کا فیض ویسا ہی صاف شفاف ہوتا ہے۔

شیخ کے ساتھ معاملہ کا ایک سبق

ارشاد فرمایا کہ ایک زمانے تک مجھ پر قرضہ تھا، حضرت شیخ کے حکم پر چھ سال تک

خانقاہ تعمیر ہوئی۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت والا ہر دوئی دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرمادیجئے کہ میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ بس حضرت نے فرمایا کہ دعا کرتا ہوں۔ دوسری دفعہ لکھا تو وہاں سے بڑا کڑوا جواب آیا کہ خبّردار! آئندہ سے اب مت لکھنا، دعا کے لئے بھی مت لکھنا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ عجیب جلالی شیخ ہے، لیکن معلوم ہوا کہ واقعی شیخ کو بار بار نہیں کہنا چاہیے۔ اس میں خبریہ کے ساتھ ایک قسم کا انشائیہ بھی ہے، دوسرائی خ بھی ہے کہ شیخ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ شیخ کو اتنا پریس (Press) کرو کہ وہ کسی پریس والے کے پاس جائے کہ چھاپوں تو میرے کان کھڑے ہو گئے، وہ دن ہے اور آج کا دن کہ میں نے کبھی مالیاتی معاملے میں شیخ سے دعا بھی نہیں کروائی۔ سندھ بلوچ میں کتنی زمینیں خرید رہا ہوں لیکن میں نے شیخ سے کبھی نہیں کہا کہ حضرت! دعا کر دیجئے کہ فلاںی زمین بہت اہم ہے، اس کے لئے پیسے کا انتظام ہو جائے۔ میں نے سوچا بھی! دعا کی درخواست کر کے ایک دفعہ مزہ چکھ لیا، اس معاملے میں شیخ کو استعمال کرنا صحیح نہیں۔

حضرت والا علیہ السلام کے دل میں حصولِ رضاۓ شیخ کے جذبات کا عالم ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! ہمیں عقل میں سلامتی عطا فرماؤ تھیں اپنے بڑوں کی پیچان اور ان کا ادب نصیب فرمائے کس وقت کیا بولنا چاہیے؟ کیا کرنا چاہیے؟ اختر کے لئے آپ سب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر قول، ہر فعل، ہر گفتگو کو میرے شیخ شاہ ابرا رحمت کے ہر دوئی دامت برکاتہم کے لئے باعثِ سُرور اور باعثِ مسرت بنادے اور حضرت کے قلب و جاں کو مجھ سے اتنا خوش کر دے کہ جہاں خوشی کی آخری سرحد ہے، آگے کوئی خوشی کا مقام ہی نہ ہو، اتنا میرا پیر مجھ سے خوش ہو جائے۔ میں اپنے شیخ کی ادنیٰ خوشی کا اتنا حریص اور بھوکا اور لا لپھی ہوں، یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کو مجھ سے اتنا خوش کر دے کہ جہاں خوشی کی حد تھم ہو جاتی ہے، آگے اور کوئی مقام ہی نہ ہو۔ سب سے زیادہ میرے شیخ کے قلب و جاں کو ہم سے خوش فرمادے اور کوئی حرکت و سکون یا لفظ یا تحریر ایسی نہ ہونے دے جس سے ایک اعشاریہ، ایک ذرہ ان کے دل میں دُکھ پیدا ہو۔

شیخ کچھ پوچھئے تو کس طرح جواب دینا چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ الہ آباد ریل اسٹیشن کے پاس ایک مسجد عبداللہ کی مسجد کھلاتی ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی عین اللہ وہاں تشریف لائے اور میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری عین اللہ بھی عظیم گڑھ سے تشریف لائے تو میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت تھانوی عین اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! آپ کا مزاج کیسا ہے؟ تو میں نے خوب جوش سے کہا کہ الحمد للہ! بہت اچھا ہوں۔ یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب شیخ کچھ یوں ہجھ تو اس وقت آواز میں سستی مت لاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت تھانوی علیہ السلام نے اپنی تقریر کے بعد ایک عالم سے پوچھا کہ میری آج کی تقریر کیسی تھی؟ آپ کو تقریر میں مزہ آیا؟ تو انہوں نے مریل سی آواز میں کہہ دیا کہ اچھی تقریر تھی۔ حضرت کوان کی اس ناقدری سے بڑا صدمہ پہنچا اور فرمایا کہ یہ کوئی بات ہے کہ مریل سی آواز میں کہہ دیا کہ اچھی تقریر تھی، جیسے ظایفانیہ میں، بخار میں پڑے ہوئے ہو۔ ارے! آپ کہتے کہ حضرت! وجد آگیا، روح میں بہار آگئی، قلب دیوانہ ہو گیا، ماشاء اللہ، کیا کہنا تم نے اس مضمون کی یہ قدر کی؟ یہ اللہ کی محبت کا مضمون جنت کی حوروں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب سے جومضا میں آتے ہیں، جو ہماری جانوں کو اللہ سے قریب کرتے ہیں، کیا وہ حوروں سے افضل نہیں ہیں؟ ایک شخص حوروں کے پاس بیٹھا ہے اور ایک اللہ کے پاس بیٹھا ہے، بتاؤ کون افضل ہے؟

شیخ کو طبعی تکلیف بھی نہ دو

(اپک خادم خاص نے حضرت والا عَلِیٰ کو بیان نہ کرنے اور ڈاکٹر کی تجویز پر

آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا، اس یہاں طرح تدبیہ فرمائی۔-----)

ارشاد فرمایا کہ طبعی تکلیف اور طبعی کلفت بھی اپنے بزرگوں کو نہیں پہنچانا چاہیے، سمجھنا چاہیے کہ اس وقت ان پر کیا کیفیت طاری ہے؟ شیخ کی صحت کی اتنی فکر ہو جانا کہ

جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور تعلیماتِ محبت اور معرفت سے اُمت کا نفع ہونا کچھ اس کو سمجھ ہی میں نہ آئے، یہ محرومی کی علامت ہے۔ اگر صحت اتنی مطلوب ہوتی اور جان اتنی پیاری ہوتی تو اللہ تعالیٰ جہاد کیوں فرض کرتا؟ معلوم ہوا کہ اللہ پر جان دینے کا وقت آئے تو اس وقت جان بچانے کی فکر کرنا بے وقوفی اور رحمافت ہے۔ پہچانو! اللہ تعالیٰ سے فہم سلیم مانگو۔

شیخ کی کیفیت، بیان کے وقت آرام کا مشورہ مت دو

شیخ کی کیفیت کو نظر انداز کر کے اسے آرام کا مشورہ دینے والا روح کی پرواز اور روح کے حالات سے بے خبر اور خود روحانیت سے معمول معلوم ہوتا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں ہے کہ شیخ کس مقام پر ہے؟ کس مقام سے بیان کر رہا ہے؟ سوائے اس کے کہ ایسے لوگوں کو بھی کہا جائے کہ اس شخص کو سلوک سے اور روحانیت سے مناسبت ہی نہیں ہے، جیسے عنین، نامرد کیا جانے شادی کیا چیز ہے؟ ایسے ہی بعضوں کی روح کو کچھ عنینیت سے مناسبت ہوتی ہے کہ زمانہ گذر جائے مگر شیخ کے مزاج کو سمجھنے سے قاصر ہتے ہیں۔ محبت سے اتنا مغلوب ہو جانا کہ جس سے حق تعالیٰ کی عظمتوں کا حق نہ ادا ہو، یہ کیسے جائز ہوگا؟ عقلِ سلیم بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر عقلِ سلیم عطا ہو تو کوئی بیٹا اپنے باپ سے بے ادب نہیں کر سکتا، نہ مرید شیخ سے، نہ شاگرد استاد سے، نہ بیوی اپنے شوہر سے۔ عقلِ سلیم سے ادب ملتا ہے، جب اس کو عقل ہی نہیں ہے، سمجھتا ہی نہیں ہے کہ اس وقت شیخ روحانیت کے کس مقام پر ہے تو کیا ادب کرے گا؟ گناہوں کی خوست سے عقل پر ظلمات کے سخت گھیرے پڑ جاتے ہیں، اعتدال نہیں رہتا کہ ہمیں کیا بولنا چاہیے، کیا کرنا چاہیے، کیا کہنا چاہیے؟

اہل اللہ کو اللہ کی محبت کا درد خاموش نہیں بیٹھنے دیتا

خدائے تعالیٰ کی محبت کے درد کی طاقت کو تم کیا جانو! کر گئی صفات کو کیا معلوم کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کیا اثر ہوتا ہے؟ کسی عورت کو درد زدہ ہو رہا ہو، بچہ ہونے کا درد ہو رہا ہو، اولاد ہونے والی ہو اور محلہ کی عورتیں اس کو کہیں کہ بیٹی! زیادہ زور سے مت بول،

شورمت مچا، خاموش رہ، تو یہ ساری عورتیں الو ہیں۔ اس کے درد کو پہچانا چاہیے کہ جب تک بچ پیدا نہیں ہوا گا اس کا درخت نہیں ہو سکتا بلکہ اس درد کے پیدا کرنے کے لئے تو دادی جاتی ہے، اگر نو مہینہ پورا ہو جائے اور اسے درد نہ اٹھنے تو اس کے لئے دادی جاتی ہے کہ کیا بات ہے؟ تو مہینے کے بعد درد ہونا چاہیے، اس کے درد کیوں نہیں اٹھتا؟ اللہ کے جس درد کو سب مانگتے ہیں، اس درد کو خاموش کرنے والا کس قدر ظالم اور حمق ہو گا؟ جب اللہ والوں پر کوئی کیفیت طاری ہو تو اس وقت سارے قانون ختم کر دو۔ اس قسم کی گفتگومت کرو کہ حضرت! آج کل آپ کو ضعف ہے، کم بولنے۔ اس شخص کے اندر محبت تو ہے مگر اس کو شیخ کی عظمت اور معرفت نہیں ہے۔ نایبنا شخص ہے، اس کی روح بالکل اندھی بڑھیا ہے، یہ شیخ کی صحت کو تو سامنے رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احصار والاطاف اور ان کی عنایات کو نہیں دیکھتا کہ آسمان سے کن علوم کی بارش ہو رہی ہے؟ کاش! ان آسمانی علوم سے اس کو مناسبت ہوتی تو وجد کرتا، اس کو شیخ یاد بھی نہ آتا۔ لہذا خدا کے لئے میری جان پر وہ لوگ رحم کریں جو میرے مضمون اور بیان اور جوش کے وقت کہتے ہیں کہ ذرا آہستہ بولنے، آپ کو کمزوری بڑھ جائے گی۔ ہم مرتے ہیں، ہم کو مرنے دو

جان دے دی میں نے ان کے نام پر

عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اختر اگر جان دینا چاہتا ہے تو میری جان کو مت روکو ورنہ مجھ سے تعلق منقطع کر دو، اگر میری جان پر تمہیں رحم آتا ہے تو اور کسی دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرو، میں اللہ تعالیٰ پر جان دینا چاہتا ہوں۔

طبعی امور میں بھی شیخ کی رعایت ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ محبوب کی مرضی کے مطابق محبوب سے محبت کرنا اور اپنی مرضی کو فنا کر کے اس کو خوش رکھنا اس مقام کو عقل سے نہیں پاسکو گے۔ یہ جملہ یاد رکھو کہ عقل سے عقل نہیں ملتی، فضل سے عقل ملتی ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائیں گے تب

سمجھ آئے گی کہ میں اب تک کس حماقت میں بنتا تھا۔ اس لئے اللہ سے فضل مانگو کہ اے خدا! مجھے ایسا ادب سکھا دے کہ میرا شیخ مجھ سے خوش رہے۔

دوسرے یہ کہ اپنا شیخ تو کیا کسی بھی اللہ والے کا دل نہ دکھاؤ۔ اپنے شیخ کے علاوہ بھی جو لوگ اللہ والے صاحب نسبت ہیں، میں نے کبھی ان کا دل بھی نہیں دکھایا اور اگر دل دکھانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو بھی اپنی بے وقوفی اور نادانی سے شیخ کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ عقلِ سلیم کے لئے دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے عقلِ سلیم نصیب فرم اور میری عقل پر اپنے فضل کا سایہ نصیب فرم اکہ میری وجہ سے میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے کیونکہ عقل سے اللہ کا راستہ نہیں طے ہوتا، فضل سے طے ہوتا ہے، ورنہ عقل ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ شیخ کے دل کو مکدر کر دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ سے شیخ کے تکدر سے پناہ مانگتے رہو۔

حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سرورِ عالم عَلَيْهِ السَّلَامُ کے مرض وفات میں ایک کڑوی دوا پلانا چاہ رہے تھے اور آپ انکار کر رہے تھے مگر جب آپ کو تھوڑی سی غشی آئی تو دوا پلادی، بعد میں جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ جس جس نے مجھے کڑوی دوا پلائی تھی اس کو یہ کڑوی دوا پلادو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندیشہ عذاب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اخلاص سے بھی اذیت مت پہنچاؤ، یہ بہت نازک مسئلہ ہے، سوائے اللہ سے پناہ مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں، اللہ ہم سب سے ہمارے بزرگوں کو خوش رکھے، ان کے بال بال کو دعا گور کھے اور ان کے تکدر سے ہمیں محفوظ فرمائے۔

غلطی کی تاویلات میں نقصان، ہی نقصان ہے

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں پر عقل کا غالبہ ہے وہی شیخ کو دکھا پہنچاتے رہتے ہیں، غلبہ عقل سے کام ملتا ہے، غلبہ عشق سے کام اٹا، ناکرده خطاؤں پر بھی یعنی اگر خطاؤں نہیں بھی ہوئی تو بھی کہہ دو کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف کردیجئے۔ جیسے ایک بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی میں گھس جاؤ مگر کپڑا انہیں بھینگنے پائے، وہ پانی میں گھس گیا مگر کپڑا بھیگ گیا، بادشاہ نے کہا کہ کپڑا کیوں بھیگا؟ کہا حضور خطہ ہو گئی، معافی چاہتا ہوں۔

تو امن کا راستہ چھوڑ کر کیوں خود بھی پریشان ہوتے ہو اور شیخ کو بھی پریشان کرتے ہو۔ راہِ امن کیوں نہیں اختیار کرتے؟ دو جملے کہ لوٹا کہ آگے کوئی سوال وجواب ہی نہ ہو، اعتراف کرلو کہ مجھ سے خطا ہو گئی، معافی چاہتا ہوں، آئندہ نہیں کروں گا۔

حکیم الامت رض فرماتے ہیں کہ بعض وقت خطا چھوٹی سی ہوتی ہے مگر اس کا منشاء اور جڑ خطرناک ہوتی ہے، مثلاً اس میں کبر چھپا ہوتا ہے۔ بعض وقت میں شیخ بڑی خطا کو معاف کر دیتا ہے اور چھوٹی خطا پر سخت گرفت کرتا ہے کیونکہ اس کی نظرِ اصلاح مرید کے مصالح دینیہ کا دور تک احاطہ کر رہی ہوتی ہے۔ لہذا دو جملے میں خود بھی آرام سے رہو اور شیخ کو بھی آرام سے رکھو۔ بولو بھی! شیخ کو آرام سے رکھنا مطلوب ہے یا نہیں؟ خاص کر جو رات دن ساتھ رہیں۔ لہذا ان لوگوں کو دور کعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنی چاہیے جنہوں نے اپنے شیخ کو اپنی حماقتوں سے ایذا رسانی کی۔

اس سے ما یوں بھی نہیں ہونا چاہیے کہ بزرگوں سے تو دور بھاگنا چاہیے۔ بہت آسان راستہ ہے، حکیم الامت رض نے سکھا دیا کہ تاویل مت کرو، ایک جملہ کہہ دو کہ مجھ سے خطا ہوئی، آئندہ ان شاء اللہ! جیسا آپ کی منشاء ہے ویسا ہی کروں گا۔ چاہے دل کہتا ہو کہ تم اس کا تحمل نہیں کر سکو گے، اوپر ہی سے کہہ دو کہ مجھ سے خطا ہوئی، معافی چاہتا ہوں اور آپ کی منشاء کے مطابق اپنے خیالات اور جذبات کو اور خدمات کو بجالاؤں گا۔ بھئی! خادم اپنی طبیعت سے خدمت کرے یا اپنے مخدوم کی طبیعت سے خدمت کرے؟ بولئے! عقل کیا کہتی ہے؟ خادم پر فرض ہے کہ اپنی طبیعت کو اپنے مخدوم کی طبیعت کے تابع کر دے، چاہے وہ معمولی سی بات ہو۔ شیخ کی طبیعت ہے کہ اس کام کو ایسے کیا کرو، وہ کہتا ہے کہ اس میں کیا خاص بات ہے؟ یہ کام تو ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ پھر تم نے اپنی رائے کو پیش کیا، تمہاری رائے کہاں فنا ہوئی؟

جس نے اگر مگر لگایا کہ یہ یوں ہے اور وہ یوں ہے، مالہ و ماعلیہ پیش کیا تو یہ کبر کی علامت ہے۔ خود اس کو پتا نہیں کہ یہ کبر ہے، وہ پیر دبانے سے سمجھتا ہے کہ میر افس

مٹ چکا ہے۔ اگر اس کو کہوتو شیخ کا پاغانہ بھی اٹھا لے گا، مگر کبران چیزوں سے نہیں جاتا، کبر کچھ اور ہی چیز ہے۔ فنا نیت یہ ہے کہ شیخ کی ناراضگی پر اس کو ریکشن نہ ہو، اس کے نفس میں ارتقاشی کیفیت نہ ہو، رد عمل نہ ہو۔

شیخ کے ساتھ ریپچھ جیسی نادانی والی محبت مت کرو

ارشاد فرمایا کہ عشق کے ساتھ تھوڑی سی دانائی بھی شامل کرو، شیخ کی محبت میں جان دو مگر شیخ کو ستاستا کے پاگل یا فانج میں بتلانہ کرو، شیخ کی خدمت دانائی کے ساتھ کرو، پاگلوں کی طرح سے محبت و خدمت مت کرو جیسے ایک ریپچھ نے محبت کی تھی۔ ایک ریپچھ اپنے مالک کو پینچاہا نک رہا تھا، اس نے ریپچھ کو سکھا دیا تھا، ایک لمبھی اس کے مالک پر پیٹھی تو اس نے ہا نک دیا، پھر پیٹھی پھر ہا نک دیا۔ جب تین چار دفعہ پیٹھی تو ریپچھ ایک پتھر لے آیا اور اس لمبھی کوزور سے مارا تو مالک کی ناک پھٹ گئی اور وہ مر گیا۔ تونیت تو اس کی اچھی تھی، اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نیت تو آپ کو اذیت دینے کی نہیں تھی۔ تو ریپچھ والی محبت مت کرو، اللہ سے عقل و فہم مانگو، اللہ سے رو رو کے یہ کہو کہ اے خدا! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لئے دعا گو بنانا اور ان کی آنکھیں مجھ سے ہمیشہ ٹھنڈی فرما، میری ذات سے ان کو ایک اعشار یہ بھی غم یا تکدر نہ پہنچ۔

شیخ کی ریامرید کے اخلاص سے افضل ہے

ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب پھوپوری رض میرے مرشد اول کے لئے میں نے ایک خواب دیکھا تو حضرت نے فرمایا کہ اپنے سب پیر بھائیوں کو جمع کرو اور اس خواب کو سناؤ۔ میں نے سوچا کیا بات ہے کہ اپنے کمالات کو اتنا حضرت ظاہر فرمائے ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کبھی اپنے کمالات کا اظہرا را پنے مریدین میں اس نیت سے کرتے ہیں تاکہ ان نادانوں کی آنکھوں میں جوموتیا ہے وہ نکل جائے اور شیخ کی عظمتوں سے باخبر ہو جائیں، ان کے دل میں حسن ظن پیدا ہوتا کہ اپنے شیخ سے اور زیادہ

فائدہ اٹھائیں اور استفادے میں ان کو عارم حسوس نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی ادراک کے تھرما میٹر سے شیخ کی عظموں کا اندازہ نہ کریں۔ یہ اللہ والوں کی شفقت ہوتی ہے، لہذا شیخ کا یہ کلیہ اہل تصوف نے اور حکیم الامت تھانویؒ نے لکھا کہ **رِیَاءُ الشَّیْخِ اَفْضَلُ مِنْ اِحْلَالِ الْمُرِيْدِ** کہ شیخ کی ریاء مرید کے اخلاص سے افضل ہے کیونکہ اس کی نیت درست ہے۔ جو مخلوق میں اپنی عزت کے لئے دکھاوا کرتا ہے اس کے لئے حرام ہے۔ عبادت کو دنیاوی غرض کے لئے دکھانا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شیخ اپنے مریدوں کو تجد پڑھ کر اس لئے دکھارہا ہے کہ وہ لوگ بھی شیخ کو دیکھ کر، اس کی پیروی میں تجد پڑھ لیں تو یہ ریانہیں ہے کیونکہ اس کا یہ دکھا دنیاوی غرض سے نہیں ہے۔ جیسے شہزادے اگر کسی استاد کو حقیر سمجھ رہے ہوں، پڑھنے رہے ہوں تو استاد پروا جب ہے کہ اپنے کمالات ظاہر کرے تو اس اظہار کمال سے با دشہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے اپنے کمالات سے معتقد کر کے میرے نادان بچوں کو علم عطا کر دیا۔ ایسے ہی اہل اللہ جب کوئی کمال اپنا ظاہر کریں اس نیت سے کہ اللہ کے بندے مجھ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے تو حق تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں، شرط یہی ہے کہ اپنی جاہ مقصود نہ ہو، حصول جاہ کے لئے اظہار منوع ہے اور اللہ کے لئے اظہار منوع نہیں بلکہ مطلوب ہے۔

شیخ کو خوش کرنے کے لئے نیک عمل کرنا ریانہیں ہے

ریاء کی تعریف حکیم الامت تھانویؒ نے یہی کی ہے **الْمُرَا اَعْذُّ فِي الْعِبَادَاتِ لِغَرِّضِ دُنْيَوِيِّ** عبادت کو دنیاوی غرض سے دکھانا کہ میری عبادت دیکھ کر یہ مجھے اللہ والا سمجھے گا اور مجھے پیسے دے گا، مٹھائی کا ڈب لائے گا، نذرانہ دے گا تو یہ ریا ہے لیکن اگر اللہ کے لئے دکھارہا ہے تاکہ دوسروں کو بھی نیک کام کی توفیق ہو تو پھر یہ ریانہیں ہے۔ اسی طرح حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو خوش کرنا یہی ریانہیں ہے، مثلاً ایک شخص تجد نہیں پڑھتا لیکن جب اس کا شیخ اس کے گھر مہمان ہوا تو اس دن تجد پڑھ لی کہ حضرت خوش ہو جائیں تو یہ ریانہیں ہے، اور کتنی پیاری دلیل دی کہ یہ بات حدیث سے

ثابت ہے، حضور اکرم ﷺ نے ایک صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم رات کو تہجد میں قرآن پڑھ رہے تھے تو میں نے رہا تھا:

((قَالَ يَا أَبَا مُوسَى إِسْتَمْعُتْ قِرَاءَةَكَ الْلَّيْلَةَ لَقَدْ أُوتِيَتْ مِزْمَارًا
فَمَنْ مَزَّأْمِيرًا إِلَى ذَوْكَ قُلْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَمَّا إِنِّي لَوْ عَلِمْتُ مَكَانَكَ
لَحَبَّرْتُ لَكَ تَحْبِيَرًا))

(صحیح ابن حبان: جزء ۱۲ ص ۱۲۹) (فتح الباری: (دارالكتب العلمية: ج ۱۰ ص ۲۹))

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے پتا ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور بھی اچھا قرآن پڑھتا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی یہ بات سن کر خاموش رہے۔ یہی دلیل ہے کہ شیخ کو خوش کرنے کے لئے عبادت کرنا ریانہیں ہے۔ اگر یہ ریا ہوتی تو حضور ﷺ خاموش نہ رہتے۔ حکیم الامت عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کی خاموشی سے بھی مسئلہ نہ ہے، شریعت بنتی ہے، اگر پیغمبر خاموش ہو جائے، زبان سے کچھ نہ کہے تو یہ عمل بھی شریعت بن جاتا ہے کیونکہ منکر پر نبی کو خاموشی جائز ہی نہیں، چاہے اس کی جان چلی جائے لیکن کسی نبی کے لئے منکر پر سکوت جائز نہیں ہے۔ حکیم الامت عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبی کو خوش کرنے کے لئے، اور اسی طرح نبی کی نیابت میں اللہ کے ولی کو خوش کرنے کے لئے، اپنے شیخ و مرشد کو خوش کرنے کے لئے اگر کوئی نیک عمل کر لے تو یہ ریانہیں ہے کیونکہ اللہ والوں کو خوش کرنا اصل میں اللہ ہی کو خوش کرنا ہے، جو محبت اللہ والوں سے کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت میں شمار فرماتے ہیں۔

شیخ کا کوئی عمل سمجھ میں نہ آئے تو کیا کرے؟

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بات یاد دین کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو میں نہ جانے والی تھی میں اس کو ڈال دیتا ہوں اور بے فکر رہتا ہوں ورنہ ہر وقت کھٹک رہے کہ بھی اس میں کیا راز ہے؟ اس میں کیا راز ہے؟ تو بجائے اللہ کو یاد کرنے کے دل انہی چیزوں میں لگا رہے گا۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے

تو سمجھو کہ اور بھی تو لئی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں سمجھتے، ایک یہ بھی سہی، تو نہ سمجھنے والی تحلیل میں اس کو ڈال دو۔ ایسے ہی فرمایا کہ جب ہمیں اپنے بڑوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو وہاں بھی میں یہی کہتا ہوں کہ میرا شیخ جس مقام پر ہے، اللہ سے وہ جوبات سمجھ رہا ہے، ہم بہت پیچے ہیں، ہماری نظر وہاں تک نہیں جا رہی ہے۔ بس ہم یہی سمجھتے ہیں کہ جو میرا شیخ کر رہا ہے سب ٹھیک ہے، ہم خطا پر ہیں، میرا شیخ صواب پر ہے اور یہی راستہ ہے جس پر چلنے سے آپ صاحبِ عطا رہیں گے اور اگر بڑوں کے کیڑے سوچو گے کہ یہاں شیخ چوک گیا، وہاں شیخ چوک گیا، تو پھر سمجھ لو کہ محروم رہو گے۔ بس یہی کہو کہ شیخ جس مقام پر ہے ہم اس مقام پر نہیں ہیں، وہ جہاں ہے اسے زیادہ نظر آ رہا ہے۔

اللہ والے مالداروں کا اکرام کیوں کرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ دوستو! بدگمانی سے بچو، اگر اہل اللہ کا کوئی عمل سمجھ میں نہیں آ رہا تو اس کی تاویل کرو کہ اگر یہ کسی امیر سے محبت کرتے ہیں تو اللہ ہی کے لئے کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی امیر ایسا بددین ہے کہ اسلام کو گالیاں دیتا ہے اور اہل اللہ کے ساتھ گتنا خیال کرتا ہے تو ایسے امیروں کو وہ گھاس بھی نہیں ڈالتے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر بن عثیۃ فرماتے تھے کہ میں مالداروں سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ ان کو بھی تو دین سکھانا ہے، اگر یہ اللہ والے بن گئے تو اللہ کے دین پر مال خرچ کریں گے اور ان کا مال صحیح جگہ استعمال ہو گا اور پھر وہ بھی تو اللہ کے بندے ہیں۔ کیا مالداروں اللہ نہیں بن سکتا؟ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام مالدار نہیں تھے؟ وہ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی تھے، حکیم الامم حضرت تھانوی علیہ السلام کا جملہ نقل کرتا ہوں کہ جب نبوت سلطنت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے تو ولایت سلطنت کے ساتھ کیوں جمع ہو سکتی کہ آدمی بادشاہ بھی ہوا اور وہ بھی ہو جیسا کہ حضرت عالمگیر علیہ السلام ولی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

کیا یہ سنت نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مال پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگر آپ ایک مدرسہ قائم کریں اور کوئی آپ کو ایک لاکھ روپے دے دے تو

کیا آپ اس کولات ماریں گے یا اس کو انگوٹھا دکھائیں گے؟ الہذا مالداروں کے بارے میں یہ اصول ہمیشہ یاد رکھو کہ ان کو حقیر مرمت سمجھو کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں اپنا مال دے رہے ہیں۔ اس لئے ان کی عزت کرو اور سوچو کہ معلوم نہیں قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو؟ ہمیں کسی کو حقیر سمجھنے کا حق ہی کیا ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ بعض مالدار خود تو بے عمل ہوں لیکن انہوں نے اپنا جو مال مدرسہ میں دیا اور اس سے بعض اولیاء اللہ پیدا ہو گئے جن کی برکت سے وہ مال دینے والے بخشنے جائیں۔ آہ! کیا بات فرمائی! اس لئے کسی کو حقیر مرمت سمجھو لیکن قلب میں ان کا احترام علماء کے احترام سے زیادہ نہ ہو کہ علماء سے بھی زیادہ ان کو محترم سمجھنے لگو۔

شیخ کی کوئی بشری خط انشد آئے تو کیا کرے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک بات بڑے کام کی ذہن میں آئی جس سے بہت رہنمائی ہوئی، کاش کہ یہ مضمون میرے سارے مریدوں کو پہنچ جائے کہ شیخ سے اگر کبھی کوئی بشری خط ہو جائے تو فوراً اپنے دل کو سمجھا دو یا آپ سے کوئی کہے کہ آپ کے شیخ میں یہ کمزوری ہے تو یہ کہہ دو کہ وہ بھی انسان ہے، نبی تو نہیں ہے، میں نے شیخ کو نبی نہیں مانا، شیخ کو ولی مانتا ہوں اور ولی سے خطاب ہو سکتی ہے مگر اس کی توبہ بھی اسی مقام سے ہو گی یعنی مقامِ ولایت سے۔ عوام کی توبہ سے اللہ والوں کی توبہ عظیم ہوتی ہے، جس قدر اشکنباری اور درد دل سے وہ معافی مانگتے ہیں، عوام کو اس کی توبہ بھی نہیں لگی۔

شیخ کی برائی کرنے والے کا اعلان

یہ بات مجھے مولانا شیر علی صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلے پہنچتے تھے اور حضرت کو بڑے ابا کہتے تھے، انہوں نے بتائی کہ بعض لوگوں نے حکیم الامت کے خلاف مجھے کہا کہ تمہارے حضرت ایسے ہیں، ویسے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بڑے ابا کو نبی نہیں مانا ہے، ان سے بھی خطاب ہو سکتی ہے لیکن سمجھو کہ ان کی نیکیاں کتنی ہیں،

کروڑوں نیکیاں ہیں، سینکڑوں تصنیف ہیں، رات دن اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں لہذا اگر کبھی ان سے صد و خطا ہو گیا تو اتنا یقین ہے کہ صد و خطا کے بعد اللہ والوں کو توفیق تو بھی زبردست نصیب ہوتی ہے بوجہ ان کی مقبولیت کے، جیسے اپنے پیارے بچوں کو ماں باپ نہلا دھلا کر صاف کر لیتے ہیں۔ تو اللہ والے اللہ تعالیٰ سے یتیم نہیں ہیں، مولیٰ سے ان کا تعلق ہے لہذا مولیٰ ان کو توفیق تو بدے کر پھر پیار کے قابل بنالیتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ جملہ بہت پسند آیا۔ بعضے لوگ میرے شیخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بڑے کڑک ہیں، بہت ڈانٹتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کو نبی نہیں مانا ہے، پیر بنانے کے لئے خالی ولایت کافی ہے، بوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہیے! کیا مزیدار مضمون ہے۔

لہذا اگر تمہارے شیخ کی کوئی شکایت کرے یا مذاق اڑائے تو اول تو اس کے پاس بیٹھومت، وہاں سے اٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے باپ کی شکایت کرتے ہو، شیخ ہمارا روحانی باپ ہے۔ ہمارے لئے اس کی ولایت کافی ہے اور وہی سے صد و خطا ممکن ہے مگر توفیق تو بہ اس کے لئے لازم ہے۔ جو بھی اللہ کا ولی ہوتا ہے اللہ اس کو توفیق تو بہ ضرور دیتا ہے، اپنے پیاروں کو کوئی شخص گندانہیں رکھنا چاہتا۔ کسی کا بچہ گٹر میں گرجائے تو وہ اسے نہلا دھلا کر صاف کرتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ بھی اپنے پیاروں کو توفیق تو بہ دیتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ کو نبی تو نہیں مانا کہ وہ معصوم ہوں اور ان سے خطا ہوئی نہیں سکتی، خطا ہو سکتی ہے لیکن تمہاری اگر سود فعہ غرض ہو وہاں جاؤ ورنہ تم کو جہاں مناسبت ہو وہاں چلے جاؤ۔ اگر تمہارا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو تم کیوں آتے ہو میرے شیخ کے پاس؟ تم دوسری جگہ جاؤ، دوسرا شیخ تلاش کرو۔

شیخ کی برائی کی جائے تو کیا کرے؟

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دینی مرbi کے بارے میں غیبت سنتوں اس کامنہ بند کر دو کہ خبردار! میرے باپ کے بارے میں کچھ مت کہو ورنہ اٹھ کر وہاں سے چلے جاؤ۔

اگر کوئی شیخ کی برائی کرے تو اس کو شیخ سے نقل مت کرو

ارشاد فرمایا کہ اگر شیخ کی کوئی شکایت کرے تو اس کو شیخ سے نقل مت کرو۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر بنی عُثْمَانٰ فرماتے ہیں کہ شیخ کے بارے میں کوئی غیبت کرے تو اس نے سوئی چھینکی اور جو نقل کرتا ہے وہ سوئی چھوتا ہے۔ تو سوئی کہیں دیکھو تو پڑی رہنے دو، شیخ سے نقل مت کرو، چھوٹا مت کیونکہ تم اذیت کا سبب بن جاؤ گے۔ اب رہ گیا شکایت کیوں کرتے ہیں؟ جس کا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو شکایت تو کرے گا لیکن وہ بے وقوف ہے، بلڈ گروپ بدل دے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا بلڈ دوسرے کئی لوگوں کے لئے مفید ہو، تمہارے لئے مفید نہیں تو تم اپنا میچنگ کا بلڈ گروپ تلاش کرلو گر بلڈ کی تحریر اور غیبت حرام ہے۔

شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کر کے جاؤ۔ اول

ارشاد فرمایا کہ جب شیخ کے پاس جائے تو صاف سترے کپڑے پہن کر، باوضو ہو کر، عطر لگا کر، استغفار و توبہ کر کے بلکہ دور کعات تو بہ پڑھ کر جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے کہ اے اللہ! ہم جس دینی مربی کے پاس جاتے ہیں، ان کے فیض و برکت سے ہمیں صاحب نسبت کر دے۔ ان کو احترام و اکرام کی نظر سے دیکھئے، اگر کسی مرید میں شیخ کی محبت و عظمت نہیں ہے تو شیخ کے ان شاگردوں میں زیادہ رہے جو شیخ کے عاشق ہوں، ان کے پاس رہنے سے اس کی محبت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کر کے جاؤ۔ دوم

ارشاد فرمایا کہ دینی مجلسوں میں مقرر پر اور سامعین پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار سے اپنے قلوبے کو، کالوں کو پاک صاف کر کے آنا چاہیے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آسمان سے تو پانی صاف آتا ہے لیکن جس چھٹ پروہ پانی گرتا ہے اس پر اگر بلی کا پاخانہ ہے، کوئی اور گندگی ہے تو وہ پانی گندہ محسوس ہوتا ہے، حالانکہ پانی گندہ نہیں ہے،

حچت گندی ہے۔ حچت کو یعنی اپنے قلب کو صاف رکھو، پھر دیکھو کتنا نفع ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے میری یہ تقریر سن کر اس ترکیب پر عمل کیا کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرمادیجئے اور جو آپ کی باتیں بیہاں بیان ہوں، ان سے مجھے نفع پہنچا دیجئے، تو انہوں نے بتایا کہ اس دن جتنا نفع ہوا اتنا سال بھرنہیں ہوا۔ اس لئے آپ سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے نفع کے لئے توبہ و استغفار کر کے اپنے قلب کی حچت کو صاف کر کے آیا کریں۔

شیخ کے پاس لوگوں کا قافلہ لے جانے کی فکر مت کرو

ارشاد فرمایا کہ کبھی عام اجتماع کے علاوہ بھی آئیے، جمعہ کے علاوہ کیا ملاقات ناجائز ہے؟ کیوں بھی! جن سے محبت ہوتی ہے، کیا دل نہیں چاہتا کبھی ان سے الگ سے ملیں؟ اس وقت نظر سینکڑوں انسانوں میں تقسیم ہو رہی ہے تو جو شخص تقسیم والی نظر کا عاشق ہو اور کٹھی اپنے اوپر جو نظر پڑ جائے اس کا عاشق نہ ہو تو اس کو عاشق ناداں کہیں گے۔ اس لئے بزرگوں کی ہدایت ہے کہ تنہائی میں بھی کبھی ملو، کچھ اپنادرد دل سناو۔ آپ خانقاہ میں آ کر اگر کہیں گے کہ ہمیں تحفہ ری تنہائی چاہیے، ان شاء اللہ! کبھی نہیں کروں گا، مگر مل کر کے، قافلہ بنَا کر اکٹھے مت آؤ کہ سب آدمی آگئے کہ میں پانچ منٹ چاہئیں بل کر جانے کو حضرت تھانوی عجیش اللہ نے منع لکھا ہے۔ شیخ کے پاس اکیلے جاؤ کہ اور کوئی نہ ہوتا کہ پوری نظر پا جاؤ۔ تُو چل میں چل میں دس آدمی چلے آ رہے ہیں کہ آج ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ خانقاہ چلیں گے۔ یہ طریقہ حضرت حکیم الامت عجیش اللہ نے مدرس لکھا ہے کہ تم نے اپنے شیخ کی نظر کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا، اکیلے آتے تو پوری نظر پا جاتے۔

خلیفہ جب اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہو تو کیسے رہے؟

(حضرت والا کے ایک مجاز نے عرض کیا کہ جب میں خانقاہ میں آتا ہوں تو بہت سے احباب اور مریدین مجھے گھیر لیتے ہیں اور مصالحہ شروع کر دیتے ہیں اور بعض ہاتھ پومنے لگتے ہیں اور ایک مجھے سالگ جاتا ہے جو خانقاہ میں مجھے خلاف ادب معلوم ہوتا ہے، بہت منع کرتا ہوں لیکن لوگ نہیں مانتے۔ مجھے اس معاملہ میں بہت تشویش ہے۔ اس پر فرمایا۔۔۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ شیخ کا ادب یہ ہے کہ خانقاہ میں جانے کے بعد اپنا وجود ہی نظر نہ آئے کہ ہم کیا ہیں۔ سب مریدین اور معتقدین کو سمجھا دو کہ شیخ کے سامنے میں شیخ نہیں ہوں، شیخ کے سامنے میں شیخ کا غلام ہوں۔ لہذا یہاں کوئی میرا ہاتھ چومنے گا یا نصیحت سننے کے لئے مجمع لگائے گا یا جو تھے اٹھائے گا تو میں سختی سے پیش آؤں گا۔ چاہے کوئی مرید ہو یا غیر مرید ہو، سب کو ڈاٹ دو کہ مجھے برا بادمٹ کرو اور بد نصیب مت بناؤ کیونکہ اگر میں بے ادب ہوں گا تو بے نصیب ہو جاؤں گا کیونکہ با ادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ سفر میں جاؤ تو خادم بن کر جاؤ، مخدوم بن کر مت جاؤ کہ مریدوں کے مجمع کو لے گئے، کوئی ہاتھ دبارہ ہے، کوئی پاؤں دبارہ ہے، جب مخدوم بنو گے تو شیخ کی خدمت کیسے کرو گے اور نفس کیسے منٹے گا؟ نفس کی چالیں بہت باریک ہوتی ہیں، مخلوق میں عزت دلکھا کرنے اور اندر خوش ہوتا ہے۔ نفس بہت مشکل سے ملتا ہے، شیخ کے سامنے ذلیل ہو جاؤ، اس کے پاؤں میں خود کو خوب رکڑوا لو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حب جاہ صدیقین کے سر سے بھی سب سے آخر میں نکلتی ہے۔

کبھی یہ نہ سوچو کہ میرے آنے سے شیخ کو عزت ملی

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کبھی یہ نہ سوچو کہ میرے آنے سے شیخ کو عزت ملی یا شیخ کی خانقاہ چمکے گئی یا میری وجہ سے بہت سے اور مرید ہو گئے، کبھی یہ مت سوچو۔ حضرت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یا آیت مبارکہ ہے:

﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ لَمْ لَا يَكُنُوا أَمْثَالَكُمْ﴾

(سورۃ محمد: آیة ۳۸)

ترجمہ: اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا نے تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ لہذا اے چندہ دینے والو! مولویوں کو اور مدرسوں کو اپنا محتاج مت سمجھو کہ اگر ہم چندہ روک لیں گے تو یہ مدرسے بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم ہاتھ روکتے اور چندہ نہ دیتے یا اگر اے لوگو! تم فلاں شیخ سے بیعت

نہ ہوتے تو یستَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ تو اللہ تم کوفنا کرتا اور تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرتا
 ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ پھر وہ تم جیسے نالائق نہ ہوتے۔ لہذا شیخ کے لئے یہی سوچو کہ
 مجھے شیخ سے عزت ملی، میری وجہ سے شیخ کو عزت نہیں ملی۔ اگر ہم بیعت نہ ہوتے تو
 اللہ دوسرے لائق لوگ پیدا کرتا جو اس شیخ سے استفادہ کرتے۔ میرے پاس سے بھی
 بعض لوگ بھاگ گئے لیکن پھر اللہ نے ان سے عظیم الشان اور وفادار شخصیتوں کو
 بھیج دیا جو میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک جاتا ہے تو اللہ دس بھیجا ہے۔ جس کو اللہ
 زبانِ ترجمانِ درودِ عطا فرمانے پر قادر ہے، وہ اس کو کان دینے پر قادر نہیں ہے؟
 لہذا یہی سمجھنا چاہیے کہ میری مریدی ممنون شیخ ہے، شیخ نے ہمیں قبول کر لیا
 یہ شیخ کا احسان ہے۔ یہ بات ایک اور آیت سے بھی ثابت ہے:

﴿يَمْنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلِمُوا ۚ قُلْ لَا تَمْنُونَ عَلَىٰ إِسْلَامَكُمْ ۝
 ۝تَلِ اللَّهُمَّ يَمْنُونَ عَلَيْكُمْ أَنْ هَذِكُمْ لِإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ﴾
 (سورۃ الحجرۃ: آیۃ ۷۶)

ترجمہ: یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے
 کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو
 ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ تو مرید کو سوچنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے
 جو ہم اپنے بزرگوں سے بڑھ گئے جس کی برکت سے آج ہم سے دین کا کام لیا جا رہا ہے۔

شیخ سے کبھی مستغنى نہ ہونے کی نصیحت

ارشاد فرمایا کہ یا صد یا عزیز یا مخفی یا ناصراً و ظیفہ پڑھ کر یوں دعا کیا کرو کہ
 اے اللہ! آپ کا ایک نام صمد ہے، آپ کی ذات وہ ذات ہے جس کے معنی ہیں:
 ((الصَّمَدُ هُوَ الْمُسْتَغْنَى عَنْ كُلِّ أَحَدٍ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ كُلُّ أَحَدٍ))
 (روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ الاخلاص، ج ۳۰، ص ۲۷۲)

آپ سارے عالم سے مستغنى ہیں اور سارے عالم آپ کا محتاج ہے، اپنے
 اس نام کی برکت سے ہمیں سارے عالم سے مستغنى کر دیجئے، اور میرے دل کو فس کی

گندی گندی خواہشات سے بھی مستغنى کر دیجئے، لیکن یہ نیت نہ کرنا کہ اللہ والوں سے بھی مستغنى کر دیجئے، اللہ والے کوئی غیر اللہ تھوڑا ہی ہیں۔ جو اپنے شخچ سے مستغنى ہوا، ایک مرتبہ چاہے تو آزم کر دیکھ لے، سب کچھ چھن جائے گا، تمام عشقِ الٰہی اور کیف و مستیاں ختم، جیسے آسمان سے ستارہ ٹوٹ کر زمین پر گرجاتا ہے۔

ہر عنایتِ الٰہی کو اکابر کی طرف منسوب کرنے کی سعادت

ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! آج اس نشست میں میرے سامنے قاری صاحب، نائب ناظم صاحب، مولانا عبد الرؤوف صاحب تشریف فرمائیں۔ جب الٰہی علم حضرات سامنے ہوں تو ان کی برکتیں مل جاتی ہیں، ان کی آنکھوں سے بھی فیض ملتا ہے اور ان کے چہرے سے بھی فیض ملتا ہے۔ جب صالحین، الٰہی خلوص اور الٰہی طلب بیٹھتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کی برکت سے مضامین میں برکت ڈالتے ہیں اور آمد بھی عطا فرماتے ہیں، ورنہ منٹی میں کیا رکھا ہے۔

گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست

مولانا روی حَمْدُ اللّٰهِ فرماتے ہیں کہ اگر لوہا سرخ ہو جائے تو یہ اس کی ذاتی سرخی نہیں ہے۔

پرتو عاریت آتش زنیست

وہ آگ کا فیض ہے، آگ میں جو لوہا ڈالا گیا وہ بھی لال ہو گیا، آگ لال تھی، اس نے لوہے کو بھی لال کر دیا۔ اب لوہے صاحب اگر ناز و اکڑ کرنے لگیں کہ واہ واہ! ہم تو بڑے سرخ ہیں، لیکن اگر آگ لوہے پر سے نظرِ عنایت ہٹا لے تو پھر جناب دوبارہ کا لے کلوٹ ہو جائیں گے۔ اس لئے دوستو! ہمارے اکابر نے اپنے بزرگوں کے فیض کی طرف نسبت کی جو کچھ بھی ان کو عطا ہوا، حکیم الامت حَمْدُ اللّٰهِ نے یہی فرمایا کہ ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب حَمْدُ اللّٰهِ کی جو تیوں کا صدقہ ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کا بھی فرض ہے کہ اللہ جو کچھ نعمت دے، ہم اسے اپنے بڑوں کی طرف منسوب کر دیں، خیریت اور نفس کی حفاظت بھی اسی میں ہے۔ اپنی طرف ”انا“ آیا تو پھر بس گڑ بڑ معا靡ہ ہوا۔

جیسے ہی ”انا“ آیا بس سمجھ لجئے کہ شخص خطرے میں ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو بزرگوں سے مستغفی سمجھنے لگتا ہے، کچھ تقریر کرنے لگا، کچھ نفلیں پڑھنے لگا، کچھ اور کمالات حاصل ہو گئے، کچھ لوگوں نے حضرت حضرت کہنا شروع کر دیا، اپنے کو کچھ سمجھنے لگا کہ اب ہمیں کسی کی کیا ضرورت ہے؟ تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو اپنے کو کسی مقام پر پہنچ کر مستقل بالذات سمجھ لے گا تو وہ مستقل بد ذات ہو جائے گا۔ لہذا ہمیشہ مرتبہ دم تک اپنے اکابر کی دعاؤں کا سہارا اور ان کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا ہمیں ممنون رہنا چاہیے اور ہمیں ان کی صحبت سے مستغفی نہیں ہونا چاہیے۔

مرید کو اپنے اوپر ہر انعامِ الٰہی کو شخ کا فیض سمجھنا چاہیے

(احقر سہیل نے ایک اچھا خواب دیکھا، اس کو جب حضرت والا علیہ السلام سے عرض کیا تو خواب سن کر درجن ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا۔۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر ہر عنایتِ الٰہی کو شخ کی غلامی کا صدقہ سمجھو، اپنی کسی عبادت کی طرف، کسی مجاہدے کی طرف اس کی نسبت مت کرو، حتیٰ کہ اگر اچھا خواب نظر آجائے، کوئی بشارت وغیرہ تو اس کو بھی شخ ہی کا فیض اور صدقہ سمجھو۔ کانپور میں حکیم الامت مجدد الملک حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ السلام کا بیان جب صرف پہپیں تین سال کی عمر میں ہوا، حضرت کے تمام بال کا لے تھے، سخت سیاہ، اس جوانی میں بیان ہوا۔ اس میں میرے شخ حضرت پھولپوری علیہ السلام بھی تھے، حضرت تھانوی علیہ السلام کا عالمِ شباب اور حضرت پھولپوری علیہ السلام بھی صرف اٹھارہ بیس سال کے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ السلام نے تین چار گھنٹے تک کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور اتنے علوم اور مضمایں حضرت پر وارد ہوئے کہ بیان کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت نے زور سے ایک آہ کھنچی اور منبر پر بیٹھ گئے۔ کیسے آہ کھنچی؟ فرمایا ”ہائے امداد اللہ“ اور بیٹھ گئے، اشارہ اس طرف تھا کہ جو علوم وارد ہو رہے ہیں، یہ سب حضرت حاجی صاحب علیہ السلام کا فیض ہے۔

بار بار شیخ کا نام لینے کی روایت

ارشاد فرمایا کہ یہ مرید کی بہت بڑی سعادت ہے کہ بار بار اپنے شیخ کا تذکرہ کرے کہ ہمارے حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ جو خلیفہ یا مرید اپنے شیخ کا نام نہیں لیتا، اپنی ہی باتیں ادھر ادھر کی بیان کرتا ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس کے قلب میں شیخ کی عظمت نہیں ہے، اس کو شیخ سے نسبت نہیں ہے الہذا وہ برکت سے محروم رہے گا اور سنت صحابہ سے محروم رہے گا۔ حضرات صحابہ رض ہر بات پر قالَ حَلِيلٌ قَالَ حَبِيبٌ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ یہ طریقہ شروع سے آ رہا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جو شخص ہر بات میں شیخ کا نام لیتا ہے وہ سنت صحابہ رض پر عمل کرتا ہے اور اس شخص سے فیض بھی زیادہ ہو گا۔ ہمارے شیخ اپنے شیخ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جب نام لیتے تھے تو آنکھ میں آنسو آ جاتے تھے جبکہ حضرت جونپور کی شاہی مسجد میں سولہ اسابق پڑھاتے تھے اور سب مشکلاۃ شریف سے اوپر کے اسابق تھے۔

فیضِ مشارخ سے اکثر چار قسم کے لوگ محروم رہتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کتب فن میں بعض بزرگوں کا قول لکھا ہے کہ مشارخ کے لیے اس اکثر یہ چار اشخاص محروم رہتے ہیں، بیٹا، بیوی، خادم خاص اور ایک کوئی اور لکھا ہے جو اس وقت یاد نہیں آتا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یا تو یہ بالکل محروم رہتے ہیں یا اگر یہ فیض حاصل کرتے ہیں تو پھر دوسرے سب طالبوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ خدام میں کوئی عصا بردار ہے، کوئی مصلحتی بردار ہے، کوئی نعل بردار ہے، شیخ صاحب ان کی اصلاح اس خوف سے نہیں کرتے کہ اگر یہ اینٹھ گئے (ناراض ہو گئے) تو پھر ہمارا کام کون کرے گا۔ شیخ کی طرف سے تو یہ مانع اصلاح پیش آتا ہے کہ وہ اپنے خدام خاص کی اس ڈر سے اصلاح نہیں کرتے اور دوسرے معتقدین کی طرف سے یہ مانع پیش آتا ہے کہ لوگ ان کی خوشامد کرتے ہیں کہ

حضرت! یہ چیز پہنچا دیجئے، یہ دعا کر ادیجئے، اس سے ان کا دماغ اور بھی خراب ہو جاتا ہے اور اپنے خاصے مرثی ہو جاتے ہیں، رشوتیں کھاتے ہیں۔ اسی واسطے بزرگوں کے جو خدامِ خاص ہوتے ہیں وہ اکثر محروم رہتے ہیں، ایسی باتوں کی روک تھام کی سخت ضرورت ہے۔

اکرامِ شیخ علی الدوام کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اکرامِ شیخ علی الدوام وہی کر سکتا ہے جس کو حضورِ دوام مع الحن حاصل ہو یعنی ہر وقت شیخ کا ادب و اکرام وہی کر سکتا ہے جس کو ہر وقت اللہ کے ساتھ دوامِ حضور حاصل ہو۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ شیخ سے محبت اللہ ہی کے لئے کی جاتی ہے تو جب اللہ ہی سے اس کا دل غافل ہے تو وہ شیخ کا اکرام کیسے کرے گا؟ شیخ تو اللہ کے راستہ کا راہبر ہے اور یہ شخص جب منزل ہی سے غافل ہے، اسے اللہ کی حضوری کا خیال بھی نہیں ہے تو وہ شیخ کے سامنے بھی بے موقع ہنسنے گا، بے موقع بات کرے گا۔ لہذا جو شخص ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے اس کو ہر وقت اکرامِ شیخ لازم ہے اور ہر وقت اکرامِ شیخ کے لئے اس پر ہر وقت حضورِ حق کا ہونا لازم ہے یعنی ہر وقت حق تعالیٰ کا استحضار اس پر غالب رہے۔ لہذا جو لوگ رات دن شیخ کے ساتھ رہیں ان پر لازم ہے کہ دوامِ حضورِ حق کا مقام حاصل کریں، کسی وقت بھی خدا سے غافل نہ رہیں۔

شیخ کے پاس مستقل رہنے والوں کے لئے زبردست ہدایات

ارشاد فرمایا کہ جو شیخ فانی فی اللہ ہوتا ہے اس کا رہن سہن بالکل عام آدمیوں جیسا ہو جاتا ہے، اس کو پہچانا بڑے عالی ظرف اور سمجھدار آدمی کا کام ہے، ورنہ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ان میں کوئی خاص بات نہیں، یہ تو ہم جیسے ہی ہیں، حالانکہ وہ سینہ میں نسبتِ مع اللہ کا خزانہ لئے ہوئے ہوتا ہے، بادشاہ بھی اس کے سامنے کیا بیچتے ہیں۔ بادشاہوں کے پاس رہنا آسان ہے کیونکہ اگر بادشاہ ناراض ہو گیا تو زیادہ سے زیادہ جان لے لے گا لیکن اگر شیخ کامل کو تکدر ہو گیا تو ایمان کا خطرہ ہے، آخرت کے تباہ ہونے کا اندر بیشہ ہے۔ لہذا اس کے ہنسنے بولنے سے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ ہمارے دوست ہو گئے،

جو فانی فی اللہ ہو اس سے تو اور زیادہ ڈرنا چاہیے۔ جو شیخ کا اپنے کوفنا کئے ہوتا ہے وہ سادہ ہوتا ہے، اپنے آپ کو بنائے ٹھنائے نہیں رکھتا، کیونکہ اس کے دل میں صرف اللہ کی عظمت ہوتی ہے، اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا۔ اس کے پاس ہر وقت رہنے والے کو اور ڈرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو شیخ کے مکدر کا باعث ہو جائے، اس سے نفع لینا بڑے عالی طرف کا کام ہے۔ کم ظرف تو یہ سمجھ لے گا کہ یہ میرا دوست ہو گیا، برابری کا معاملہ کرنے لگے گا، ایسے شخص کو تو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے بلکہ سوئے خاتمه کا اندیشہ ہے۔ کم ظرف کا یہاں گذر نہیں، کیونکہ کم ظرف اس کو پہچان نہیں سکتا، وہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس شیخ کی حیلوں نفسِ تجلیاتِ الہیہ کے محاذات سے بالکل ہٹ چکی ہے، وہ بدرِ کامل ہے۔ اگر بادب رہو گے تو تمہارے قلب کو بدرِ کامل بنادے گا لیکن اگر قلب مکدر ہو گیا تو تباہی بھی چھوٹی موٹی نہیں ہوگی بلکہ زبردست ہوگی، پھر اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں، خَسِيرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَة (کام صداق) ہو جائے گا، کیونکہ اس کا غضب دراصل اللہ کا غضب ہے۔ دراصل اللہ کی نگاہ پھر گئی ہے جب شیخ کی نگاہ پھر گئی۔

جو عالی طرف آئے گا اور کچھ دن ساتھ رہ لے گا پھر وہ بھی بدرِ کامل ہو کر جائے گا۔ ایسا عظیم نفع بھی کہیں اور نہیں ہوگا کیونکہ جس نے اپنے نفس کو بالکل مٹا دیا ہے اور اس کے قلب کا پورا دائرہ اللہ کے نور سے روشن ہے، جیسے زمین جب چاند کے درمیان سے بالکل ہٹ جاتی ہے تو سورج کے نور سے چاند روشن ہو جاتا ہے، ایسے ہی شیخ کے نفس کی زمین تجلیاتِ حق اور اس کے قلب کے درمیان سے بالکل ہٹ گئی ہے، جس سے اس کا قلب حق تعالیٰ کے نور سے بدرِ کامل ہو گیا ہے تو اس بدرِ کامل کا نور طالب کے قلب کو بھی مکمل روشن کر دے گا اور طالب کو مقامِ صدقہ بقیت تک پہنچا دے گا۔

اس نے شیخ کی صحبت میں ہر وقت رہنے والے کو ڈرتے رہنا چاہیے اور اللہ سے دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عالی طرفی عطا فرمادیں اور اپنے راستے کی سمجھ عطا فرمادیں۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان شیخ کی عظمت قلب سے نکال دے کہ یہ تو معمولی آدمی ہیں۔ اگر کبھی یہ

وسوہ آئے تو اللہ سے پناہ مانگو کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! آپ کے اور آپ کے رسول ﷺ کے قبیع، نائب رسول شیخ کے برابر دنیا میں کسی شخصیت کی عظمت اور محبت میرے دل میں نہ ہو۔ اور شیخ کی محبت پر عظمت کو غالب رکھنا چاہیے، اگر اٹھانوے ڈگری محبت ہے تو ننانوے ڈگری قلب میں عظمت ہو۔ اگر محبت عظمت پر غالب ہو گئی اور قلب سے عظمت نکل گئی تو سمجھ لو کہ شیطان نے راستہ مار دیا۔ اب شیخ حکم دے گا کہ بد نگاہی کا جرم ان چار رکعتاتِ نفل ہے لیکن عظمت نہ ہونے کے وجہ سے کم ظرف اور بے وقوف مرید اس کے حکم کی پابندی نہ کرے گا کہ یہ کیا ہے! کوئی شیخ دیکھ تھوڑی رہے ہیں؟ اور جس کے دل میں عظمت ہو گئی اگر شیطان اس کے دل میں یہ وسوہ ڈالے گا تو کہے گا کہ شیخ نہیں دیکھ رہا، اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے، وہ اس بات کو سمجھے گا کہ میرا شیخ قبیع سنت، قبیع شریعت ہے، اس کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے نیک بندے کے دل میں میرے امراض کا علاج القاء فرمایا ہے۔ اس لئے وہ اپنے شیخ کی ہر بات پر جان قربان کرے گا۔ اگر شیخ حکم دے گا کہ فلاں سے دوستی مت کرو، فلاں سے دشمنی مت رکھو تو جو عاشق ہو گا وہ کہے گا کہ یہ یہ معمولی بات ہے، آپ اگر جان قربان کرنے کے لئے بھی کہیں گے تو ان شاء اللہ! جان دے دوں گا۔ اس راستے میں کامیاب اسی شخص کو ملتی ہے جو فنا فی الشیخ ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ عمل عظمت ہی سے ہوتا ہے، صرف محبت سے بھی کام نہیں چلتا، محبت پر عظمت غالب ہوتا کام چلتا ہے، تب اطلاع حالات اور اتباعِ تجویزات کی توفیق ہوتی ہے، جو اصلاح کے لئے اصل چیز ہے۔ شیخ کو اپنے حال کی اطلاع کرنا چاہیے اور اس کے حکم کی فوراً اتباع کرنا چاہیے، یہ نہ سوچے کہ یہ کیسے کروں؟ اور اگر اتباع نہ ہو رہی ہو تو بھی اطلاع کرے، اس کی برکت سے عمل کی توفیق ہو جائے گی، اور جس نے اطلاع اور اتباع نہ کی وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

منہ پھلا کر بیٹھنے والوں سے تو مریدین خود ہی ڈرجاتے ہیں لیکن جو اپنے کو اللہ میں

فنا کے ہوتا ہے، ہستا بولتا بھی ہے، تفریح بھی کرتا ہے اس سے نفع اٹھانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ جو باڈشاہ کا مقرب ہوتا ہے وہ اور زیادہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی بات خلافِ مرضی شاہ نہ ہو جائے اور اگر باڈشاہ شفیق بھی ہو، زیادہ رعب دا ب نہ کرتا ہو اور کوئی نادان یوں سمجھ لے کہ باڈشاہ تو آب میری برابری کا ہو گیا، دوست ہو گیا، وہ شخص ایک دن راندہ درگاہ ہو جائے گا۔ شیخ کی عظمت کے سامنے باڈشاہ کی عظمت کیا چیز ہے؟ لہذا فانی فی اللہ شیخ سے نفع اٹھانا صرف عالیٰ ظرف لوگوں کا کام ہے۔

یا مکن با پیل بانوں دوستی

یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا تو ہاتھی بان سے دوستی مت کرو یا اپنے گھر کو ہاتھی کے برابر بناؤ، کیونکہ جب وہ آئے گا تو ہاتھی پر بیٹھ کر آئے گا۔ لہذا اگر شیخ سے تعلق کرنا ہے تو اپنے قلب کو وسیع کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ظرف مانگو کہاے اللہ! جب آپ نے اپنے ایک ایسے (اپنی ذاتِ گرامی میں) فانی بندے سے تعلق کی توفیق بخشی ہے تو اس کی صحبت کا ادب اور عالیٰ ظرفی بھی عطا فرمائیے، ایسا نہ ہو کہ شیطان اس کی عظمت میرے قلب سے نکال کر میرا راستہ مار دے۔

جو شیخ کی ڈانٹ برداشت نہ کر سکے، وہ دور رہ کر اصلاح کرائے
ارشاد فرمایا کہ شیخ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اگر انی فنا نیت کی
 ہمت نہیں ہے کہ شیخ کی ڈانٹ برداشت کر سکو تو شیخ کے پاس مت رہو، خانقاہ میں رہنا کیا کوئی فرض ہے؟ اگر شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ یا اس کی داروں گیسر برداشت کرنے کی تمہارے اندر ہمت نہیں ہے اور خطرہ ہے کہ تم ری ایکشن (عمل) دکھادو گے تو فوراً چھوڑ کر دور چلے جاؤ۔ لکھ دو کہ میں اس ڈانٹ ڈپٹ کا تحلیل نہیں کر سکتا اور مجھے خطرہ ہے کہ میں آپ سے مناظرہ یا مباحثہ کرلوں، میرے نفس میں آپ کی گرفت اور احتساب سے ہیچان پیدا ہوتا ہے، میں اس کا متحمل نہیں ہوں۔ لہذا میں دور دور سے کبھی بھی آیا کروں گا، تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا جایا کروں گا۔

ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والا بلا کا عاشق ہو یا بہت بڑا عالم ہو
 ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والا یا تو بہت بلا کا عاشق ہو یا بلا کا فقیہ ہو۔ اگر
 عشق میں خامی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ اس کے قلب میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ
 اس بات میں کیوں دار و گیر کی گئی، یہ تو بہت معمولی بات تھی۔ کوئی شرعی بات تو بڑی چیز ہے
 اگر کسی دنیاوی بات میں بھی شیخ گرفت کرے کہ یہ لوٹا بیہاں کیوں رکھا؟ یا اس کام کو کیوں کیا
 یا اس کو کیوں نہیں کیا؟ تو شیخ کی دنیا کو بھی دین سمجھو۔ اس کے سامنے اپنی رائے کوفنا کردو،
 بس ایک ہی علاج ہے جو ایک بادشاہ نے غلام سے کہا کہ کپڑوں سمیت پانی میں کوڈ بڑو مگر
 دیکھو! کپڑے نہ بھیجنے پائیں۔ جب وہ بھیگے ہوئے لباس میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے
 غصہ سے لال آنکھیں دکھائیں تو کہا کہ حضور! خطا ہوئی، معافی چاہتا ہوں۔ نہیں کہا کہ
 اگر اجازت ہو، جان کی امان پاؤں تو عرض ہے کہ آپ دماغ کے کسی ڈاکٹر کو چیک
 (معائنہ) کر لیں، کیونکہ اجتماعِ ضد دین محال ہے، پانی میں چھلانگ لگانے کا بھی کہتے ہیں
 اور ساتھ ہی کپڑا بھی نہ بھیگے۔ جس کے سامنے ہر وقت یقتصہ تحضر رہے کہ مجھ سے خطا ہوئی
 اور میں آئندہ ایسی ہی کوشش کروں گا جیسا کہ آپ کی منش اور آپ کی مرضی ہوگی،
 وہ شیخ کی ڈانت سے بھی دل تنگ نہیں ہوگا۔ خواجہ صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ نے فرمایا۔

لا کھ جھڑ کو اب کہاں پھرتا ہے دل
 ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

لہذا اپنی مرضی اور اپنی عقل کو فنا کردو، اگر اتنی ہمت ہے تو ساتھ رہو ورنہ فوراً بستر اٹھالو۔
 بار بار سب سے کہتا ہوں، کتنا ہی پرانا ساتھی ہو، اگر تم کو تخل نہیں ہے یا کیفیتِ مناظرہ یا
 مباحثہ یا ارتقاشی کیفیت، ری ایکشن، چھنچلا ہٹ یا غصہ آجائے تو فوراً اس شخص کو چاہیے
 کہ وہ اپنے شیخ سے دور چلا جائے، کبھی کبھی مل لے۔ کتنے لوگ جورات دن ساتھ تھے
 وہ محروم رہ گئے اور کبھی کبھی ملنے والے کامیاب ہو گئے۔ ساتھ رہنے سے کیا فائدہ؟
 رفاقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا: وَ حُسْنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا حضرت شاہ عبدالغنی

پھولپوری ﷺ فرماتے تھے کہ حسن رفاقت اختیار کرو، جس میں فنا نے نفس بھی ہو۔

جب تک فنا نے رائے کی بہت نہ پائی۔

کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں جائیے۔

پیر کے پیر دبانا فنا نیت کی علامت نہیں ہے۔

یہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب ﷺ کا شعر ہے۔ پیر دبانا کوئی فنا نیت نہیں ہے،

سمجھ لو اس کو، بہت سے پیر دبانے والے دل میں کینہ اور اعتراف اور دل میں شیخ کو

ظالم سمجھتے ہیں۔ کتنا عمدہ شعر یاد آیا۔

ہے جانِ محبت اگر وہ خفا ہوں

جو ہم بھی خفا ہوں محبت نہیں ہے۔

مازی عشق میں غالب کا شعر سب کو یاد ہے، کہتا ہے۔

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ

مجھ کو غصہ پر پیار آتا ہے۔

عشقِ مجازی سے محبت سکھنے میں مددتی ہے۔ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ اگر کوئی معشوق

نمکین ہو اور ایک لات مار دے تو عاشق اس کی لات کو چومنتا ہے اور اگر ایک طمانچہ مار دے

تو اس کے طمانچے کا بوسہ لیتے ہیں، مگر اللہ میاں کے راستے میں سب بھول جاتے ہیں،

وہاں تو اس کا گواہنہ کے لئے بھی تیار ہیں۔ نفس کو دباؤ، پیر دبانا کیا چیز ہے؟ جب

بذریعی کا موقع آئے تو نفس کوند بائے تو پیر دبانے سے کیا ولی اللہ ہو جائے گا؟ اگر شیخ کے

پیر دبانے سے انسان ولی اللہ ہو جاتا تو پھر کیا پوچھنا تھا، پھر تو بہت ہی آسان پر چلتا۔

ہر گناہ سے عقل کو نقصان پہنچتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر گناہ سے عقل کو نقصان پہنچتا ہے، مثلاً

شیخ کا سفر ہو رہا ہے اور مرید نے کسی لڑکی گوری یا کالی پر نظر ڈال دی، ایک سینئنڈ بھی

لذت پچھلی تو اس سے بھی اس کے عقل میں فتو رآ جائے گا، کوئی غلطی اس سے ہوگی،

بے ادبی ہوگی اور شیخ سے ڈانٹ پڑے گی۔ اس لئے بتار ہا ہوں کہ جو لوگ اہل اللہ کے ساتھ رہتے ہیں، اپنے مخدوم یا مرتبی کے ساتھ رہتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ہر وقت استغفار و توبہ کرتے رہیں تاکہ عقل میں فتو نہ آئے کہ کوئی بے ادبی نالائقی ہو، ورنہ احساس بھی نہیں ہو گا کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ جب عقل میں نور ہی نہیں ہے تو احساسِ خطأ کیسے ہو گا؟ خود کو حق پر سمجھے گا جیسے شیطان نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا اور آج تک نادم نہیں ہوا۔ حضرت تھانوی عزیز اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آج تک اس ظالم کو اپنی نالائقی پر ندامت نہیں ہوئی۔

شیخ جب ڈانٹے تو اس کی وجہ تلاش مت کرو کہ اتنا کیوں ڈانٹا؟

ارشاد فرمایا کہ اگر حقیقتاً مرید کو شیخ سے محبت ہے تو وہ بے ادب نہیں ہو سکتا، محبتِ خام کی وجہ سے اپنی انا آجائی ہے، وہ اپنی عقل کو امام بناتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور میرا مرتبی حق پر نہیں، حقیقت میں یہ جملہ اس کے دل کے کسی گوشہ میں پڑا ہوتا ہے کہ میں حق پر ہوں۔ عقل کو مارولات، بس یہ کہو کہ میرے شیخ کو اذیت ہوئی، صغیری کبریٰ کوئی دلیل ہم نہیں جانتے، آپ کو ہم سے اذیت پکھی، ہمارے لئے یہی دلیل ہے کہ آپ ناخوش ہیں۔ ہمیں تو آپ کو خوش کرنا ہے، اگر آپ دن کو کہیں گے کہ دن نہیں رات ہے تو میں اس کو تسلیم کرلوں گا، عشق بہرہ نایینا اور گونگا کرے تب عشق ہے۔ شیخ اگر دن کو کہے کہ یہ رات ہے تو فوراً کہو کہ ہاں یہ رات ہے اور تاویل کرو کہ میری کسی خطأ کی وجہ سے اس کو اندر ہیرے محسوس ہو رہے ہیں، میرا اندر ہیرا شیخ پر منکشف ہوا ہے، اور اگر وہ رات کو دن کہے تو یہ تاویل کرلو کہ ہو سکتا ہے شیخ کے قلب میں کوئی خاص نور آیا ہو جس سے وہ رات کے تہجد کے وقت کو دن کہہ رہا ہے، انوارِ قلب کی وجہ سے اس کو سارا عالم نور سے بھرا ہوا نظر آ رہا ہے، تاویل ہر چیز کی ہے۔

بس دل میں ذرا بھی انا نہ رہے، جتنی بھی نالائقیاں ہوتی ہیں انا کی وجہ سے ہوتی ہیں، جو اپنی عقل کو امام بناتا ہے وہ سوچتا ہے کہ اس معمولی بات میں بھی شیخ گرفت کر رہا ہے۔ حضرت حکیم الامت عزیز اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی میں چھوٹی بات کو کپڑ لیتا ہوں اور

بڑی خطا کو معاف کر دیتا ہوں۔ وجہ اور اس باب بھی تلاش ملت کرو کہ کیا وجہ تھی ڈالنے کی؟
یہ وجہ تلاش کرنے والا بھی عاشق نہیں ہے، عاشق کو سب سے بڑی وجہ یہی رہنی چاہیے کہ
اس کو شخچ کا ”وجہ“ سائیں چہرہ سامنے ہو۔ عاشق کو اپنی خطا کے اعتراف کے لئے
سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ شخچ کا چہرہ دیکھے کہ متغیر تو نہیں ہے۔ خواجہ صاحب رض
اپنے شخچ حضرت حکیم الامت رض کے چہرے کو دیکھتے تھے، فرماتے ہیں۔

بُحَثَّتِيْ ہیں جو سر آنکھوں پر سب اس کی خوشی کیا ہو
کسی کے قلبِ نازک پر گراں معلوم ہوتا ہوں

میں اپنے شخچ کے قلب پر گراں ہوں تو ساری دنیا کی تعریف میرے لئے بیکار ہے۔
اگر شخچ کو غم ہے، کوئی اذیت پہنچنی ہے تو لاکھ دنیا کہہ رہی ہو کہ تم حق پر ہو، مگر سچا عاشق ہو گا
تو کہہ گا کہ تم سب کے سب بے وقوف ہو جو کہتے ہو کہ میں بے خطا ہوں، میرے لئے
یہی کافی ہے کہ میرے شخچ کو تغیر اور تکدر ہو گیا ہے۔

آپ بتایے کہ اگر سچی محبت ہے تو آدمی اگر مگر لگائے گا یا اپنے محبوب کے
چہرے کو دیکھتا ہے گا کہ بھئی! ہم کچھ نہیں جانتے، جب تک شخچ خوش نہ ہوں گے ہم اگر مگر
نہیں لگائیں گے۔ لاکھ اس کو بے وقوف بنانے والے کہتے رہیں کہ آپ کے شخچ طالم ہیں،
یہ کوئی بات ہے ناراضگی کی، شیطان بھی وسوسہ ڈالے کہ تم حق پر ہو۔ شیطان کو بھی یہی
جواب دو کہ میں لاکھ حق پر ہوں مگر میرا پیارا تو مجھ سے ناراض ہے، میں تیرے اگر مگر پر
ایک لاکھ لعنت بھیجتا ہوں، مجھے نہیں چاہیے اگر مگر، مجھے تو میرا شخچ چاہیے کہ وہ خوش ہو جائے۔
تب یہ شخص محفوظ ہو گا ورنہ کتنے ہی لوگ اس معاملہ میں شخچ سے بھی لڑ گئے کہ میں تو حق پر تھا،
خواہ خواہ مجھے ڈالنے رہتے ہیں، سب کے سامنے بھرے مجمع میں میری آبرو کا خیال
نہیں کرتے کہ میں کیا کیا ہوں۔ عاشقِ عزت اس راستے میں محروم رہتا ہے، اس راستے میں
عاشقِ رب العزت مقبول ہوتا ہے، ایک عاشقِ عزت ہے اور ایک عاشقِ رب العزت ہے،
دونوں میں فرق ہے۔ (وجہ: عربی لفظ، معنی چہرہ)

عقل کے غلام مردود ہوئے اور عشق کے غلام مقبول ہوئے

ارشاد فرمایا کہ عقل میں اور عشق میں بہت فصل ہے، دوری ہے، جو عقل سے راستہ طے کرے گا وہ ہمیشہ ڈانت کھائے گا، ایک دن نکالا بھی جائے گا، عقل والے نکالے جاتے ہیں، محروم کردیئے جاتے ہیں اور عشق اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے۔ میں تو رات دن اسی دعا میں مر رہا ہوں کہ اے خدا! میرے شیخ کو ہر سانس ہم سے خوش فرما اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی فرماء، ہماری ذات سے کوئی حرکت و سکون یا کسی قسم کی کوئی ایسی غلطی نہ ہو جس سے ایک ذرہ ان کے قلب پر گرانی اور تکدر ہو۔ میں تو ایک ذرے سے ڈر رہا ہوں اور میرے بعض دوست ہاتھی نگل لیتے ہیں، ان کو پتا ہی نہیں چلتا، وہ اپنی اگر مگر ہی میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ تو ایسا ہے میں تو ایسا ہوں، یعنی ان کے نزد یہ تکدر شیخ کوئی شے، نہیں ہے، عقلی استدلال کرتے رہتے ہیں۔

دونوں راستے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے کہ دیکھوا! یہ شیطان تھا جو اگر مگر لگا رہا تھا، اس نے عقل کو امام بنایا تو مردود ہوا، حضرت آدم علیہ السلام نے عشق کو امام بنایا تو مقبول ہوئے، عقل کے غلام مردود ہوئے اور عشق کے غلام مقبول ہوئے:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ يَنْجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾

(سورۃ طہ: آیۃ ۱۱۵)

فَنَسِيَ آدَمَ علیہ السلام بھول گئے تھے وَلَمْ يَنْجِدْ لَهُ عَزْمًا ان کے قلب میں خطا کے ارادے کا ایک ذرہ تک نہیں تھا (عَنِ ابْنِ زِيْدٍ وَّ جَمَاعَةٍ أَنَّ الْمَعْنَى لَمْ يَنْجِدْ لَهُ عَزْمًا عَلَى الذَّنْبِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْطَأً وَلَمْ يَتَعَمَّدْ) (روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۶ ص ۷۶)

عَزْمًا نکرہ ہے اور لَمْ يَنْجِدْ لَهُ عَزْمًا ہنکرہ تحت اتفاقی ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کے دل میں ارادہ نافرمانی کا ایک اعشار یہ، ایک ذرہ بھی نہیں دیکھا، اس سے بڑی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی حضرت آدم علیہ السلام نے کوئی عذر نہیں پیش کیا،

یہ نہیں فرمایا کہ یا اللہ! میں بھول گیا تھا، جب شیطان نے آپ کا نام لیا اور قسم اٹھائی تو آپ کے نام سے میں اتنا مست ہو گیا تھا کہ آپ کا حکم بھول گیا، جبکہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ بھول گئے تھے۔ شیطان خالم نے قسم کھائی تھی:

﴿وَقَالَ مَا نَهِيْكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ أَمْلَكَيْنِ
أَوْ تَكُونَ أَمِنَ الْخَلِيلِيْنَ ○ وَقَاتَمَهُمَا إِنِّي لِكُمَا لَيْمَنَ النَّصِيْحَيْنِ ○﴾

(سورۃ الاعراف: آیات ۲۱، ۲۰)

کہ اے آدم! اللہ کی قسم! اگر تم نے اس ممنوعہ درخت کو کھالیا تو تم ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے آپ پرنٹش طاری ہو گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام فتنیٰ اور ولّمَ نَجِدُ لَهُ عَزِّمًا کے علمِ الہی کے باوجود رَبَّتَ اظْلَمَنَا کہہ رہے ہیں۔ اگر عشق ناقص نہیں ہے، محبت کاملہ ہے تو اسی میں مزہ آتا ہے کہ مجھ سے صور ہو گیا، خطا ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی معافی ہو گئی اور خالی معافی نہیں ہوئی بلکہ اللہ نے تاجِ نبوت رکھ دیا، ان کی ندامت اور آنسوؤں پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا تاج رکھ دیا۔

شیخ کی اولاد کے بارے میں بہت محتاط رہو

ارشاد فرمایا کہ جو فانی نہ ہوا اور نفس میں فنا نیت کا ماذہ اور صلاحیت نہ ہوا کہ شیخ کے پاس رہنا ہرگز جائز نہیں، کسی وقت وہ اپنا بہت زیادہ نقصان کر بیٹھے گا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے شیخ سے ان کے چھوٹے لڑکے کی کچھ شکایت تیز لمحے میں کر دی، تو حضرت نے فرمایا کہ میرے سامنے تم میری اولاد کی شکایت کرتے ہو اور اتنے تیز لمحے میں! مجھے فوراً تنبیہ ہوئی اور میں نے اسی وقت معافی مانگ لی۔ ایک صاحب ایک بزرگ کی اولاد کی ان سے ہر وقت شکایت کرتے تھے، شیخ نے ان کو خانقاہ سے نکال دیا اور یہ لکھا: **اُولَادُنَا أَكْبَارُنَا**، میری اولاد میرے جگر کے مکٹرے ہیں، تم میرے جگر کو گھونسے مار کر مجھ سے فیض لینا چاہتے ہو۔ اولاد بزرگاں کے لئے میرے شیخ ہدایت فرماتے تھے کہ ان کی کسی کوتاہی کو بھی حقارت سے مت دیکھو، درد دل سے دعا تو کرو، مگر حقیر مت سمجھو، کیوں؟

ان کے پاس ایک نسخہ ہے: **الْحَقُّنَا هُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ**، (جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کا ابتداء کیا یعنی وہ بھی ایمان لائی مگر ان پر بزرگوں جیسے عمل نہ کر سکی تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ان کو ان کے بزرگوں کی برکت سے انہی کے ساتھ لاحق کر دیں گے، مladیں گے) یہ تھا رے پاس نہیں ہے، یہ ایک ہنر یہ خاصیت ایسی ان کے پاس ہے کہ قیامت کے دن ان پر فضل ہو جائے گا ان شاء اللہ!

فقیری (یعنی تصوف) کی حقیقت، فنا بیت ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لئے آئے تو اس زمانہ میں شرق اوسط میں ان کے علم کا غلغله مچا ہوا تھا، پہلے خانقاہوں کے قائل نہ تھے، ساتھیوں میں مذاق کرتے تھے کہ تھانوں میں ایسا کیا رکھا ہے کہ لوگ وہاں جاتے ہیں۔ جب حاضر ہوئے تو حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! فقیری کی تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ اب حضرت کی تواضع اور فنا بیت دیکھئے، فرمایا مجھ ہیسا طالب علم آپ جیسے عالم فاضل کو کیا نصیحت کر سکتا ہے! ہاں جوبات بزرگوں سے سنی ہے وہی سنائے دیتا ہوں کہ فقیری کی حقیقت فنا بیت ہے، یعنی فقیری نام ہے اپنے نفس کو مٹا دینے کا مجلس کے بعد علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور حضرت کی مدح و تعریف میں کچھ شعر کہے، ایک ہی مجلس میں دل کی دنیابندگی۔

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| جانے کس انداز سے تقریر کی | پھر نہ پیدا شدہ باطل ہوا |
| آج ہی پایا مزہ قرآن میں | جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا |
| چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ | شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا |

شیخ کے سامنے اپنے وجود اور تمام صفات کو بھول جاؤ

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے سامنے اپنے وجود کو فنا کر دو، خود کو سمجھو کر میں نہ مفتی ہوں، نہ خطیب ہوں، نہ قاری ہوں، نہ مولوی ہوں، تمام صفات کو بھول جاؤ، نسیان طاری کرو، سمجھلو میں کچھ نہیں ہوں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ شیخ سے طالب علمانہ

اشکالات مت کرو، سمجھ گئے! بس جو کچھ مل جائے اس کو غیمت سمجھو۔ اگر شیخ کی کوئی صرفی و نموی بات سمجھ میں نہ آئے تو شیخ سے مت سمجھو، کسی صرفی و نموی سے پوچھ لو۔ اسی لئے حضرت تھانوی عزیز اللہ نے فرمایا کہ شیخ سے ہر ایک کو پڑھنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ طالب علمانہ اشکال کرتے ہوئے بے ادبی ہو سکتی ہے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو کسی عالم سے تحقیق کرو لیکن اس تحقیق میں جنت نہیں ہے، شیخ سے ہمیں جنت کا راستہ لینا ہے۔ الہذا علوم شیخ سے ہر ایک کو نہیں پڑھنے چاہیے، ہو سکتا ہے شاگرد بڑی شروعات دیکھتا ہو جبکہ شیخ کمزور ہے، حاشیہ دیکھ کر نہیں آیا۔ اب شاگرد اپنے مطالعہ کے زور پر اشکال و اعتراض کرتے تو اس سے شیخ کو تکدر ہو سکتا ہے، اور شیخ کے تکدر سے کٹ آؤٹ ہٹ جائے گا، پھر پاور ہاؤس سے بھلی نہیں آئے گی۔ شیخ مثل کٹ آؤٹ کے ہے، اس سے کنکشن اور فنگ صبح ہونا چاہیے، تکدر سے اس فنگ میں کمزوری اور لوزنگ (Loosing) آجائے گی، پاور ہاؤس سے بھلی پوری نہیں آئے گی بلکہ بھلی پوری ختم ہو جانے کا بھی خطرہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ محبت ایک روحاںی عمل ہے، اس میں اگر نفس کا ری ایکشن شامل ہو جائے تو محبت خراب ہو جاتی ہے، جیسے دودھ میں کوئی ترشی ڈال دے تو پھٹ جائے گا یا نہیں؟ دودھ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ ترشی کو برداشت نہیں کر سکتا، ایک قطرہ سر کہ ڈال دو تو خراب ہو جائے گا۔ ایسے ہی جن کو شیخ سے عظیم الشان محبت ہو مگر ان کے نفس میں ری ایکشن اور نفس کا وجود ابھی باقی ہو تو اس کی وجہ سے پھر ان کی محبت میں بے وفائی شامل ہو جاتی ہے۔ اس لئے میر صاحب کو کہتا ہوں کہ اپنی محبت میں اپنے نفس کی ری ایکشن کو کبھی شامل مت کرو، خود کو یہ سمجھو لو کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اپنی کھوپڑی کو ہر وقت ڈنڈے کے لئے پیش رکھو، پھر وہ کھوپڑی سوہن پاپڑی کی مستحق ہو جاتی ہے۔

شیخ کو بھی ناراضگی کا حق حاصل ہے
((اللَّهُمَّ لَكَ الْعُطْبَى حَتَّى تَرْضِي))

(کنز العمال: (دارالكتب العلمية)، کتاب الاذکار، ج ۲ ص ۲۹۶، رقم ۵۱۱)
 (ترجمہ: اے اللہ! آپ کو ناراض ہونے کا حق حاصل ہے لیکن ہم پر فرض ہے کہ آپ کو راضی کریں)

ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث شریف کی دعا ہے۔ اسی طرح شیخ کو بھی حق ہے کہ اگر شیخ مرید کی اصلاح کی غرض سے کبھی ناراض ہو جائے تو مرید پر فرض ہے کہ شیخ کو راضی کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو محبت للحق ہوتی ہے وہ بالحق ہوتی ہے، جو محبت للہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے، یہ حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ کے الفاظ ہیں۔

شیخ کی ڈانٹ سے سالک کے نفس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی ڈانٹ راہِ سلوک میں اکسیر ہے۔ شیخ کی ڈانٹ سے نفس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے لیکن ڈانٹ طلب نہ کرنا چاہیے۔ بندگی اسی میں ہے کہ نعمتِ بلا کے مقابلے میں نعمتِ عافیت کو طلب کرے۔ اور جب شیخ ڈانٹے یا کوئی بڑا ڈانٹے تو یہ دعا کر لینا چاہیے کہ اس ڈانٹ اور سختی کو ہمارے لئے اپنے قربے اور ترکیہ نفس کا

ذریعہ بنادیجئے، یہ بات حدیث شریف سے بھی ثابت ہے:

((فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَكُونُ أَمْوَالَ النَّاسِ أَذْيَثَهُ شَتَّمَتْهُ لَعْنَتْهُ جَلَدَتْهُ (وَفِي رِوَايَةِ مُسَنَّدِ أَحْمَدَ: فَأَكُونُ الْمُؤْمِنِينَ أَذْيَثَهُ أَوْ شَتَّمَتْهُ أَوْ جَلَدَتْهُ أَوْ لَعْنَتْهُ) فَاجْعَلْهُ اللَّهُ صَلَوةً وَزُكُورًا وَقُرْبَةً تُقْرَبُهُ إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ متفق عليه))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیسی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۳)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میں نے کسی پر سختی کی ہو، ڈانٹا ہو، مارا ہو، تو ان سختیوں کو اس کے لئے رحمت بنا دیجئے اور قربے کا ذریعہ بنادیجئے اور اس کے نفس کا ترکیہ فرمادیجئے۔

شیخ کی ڈانٹ کا نفع

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی ڈانٹ کے بغیر ڈینٹ نہیں نکلے گا، ڈینٹ مراہم سے نہیں نکلتا، گریس اور موبائل سے نہیں نکلتا، ڈینٹ میں مستری صاحب کو ہتھوڑا مارنا پڑتا ہے تب استری ٹھیک ہوتی ہے، اگر کوئی شیخ کی ڈانٹ سے ناراض ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کا عاشق نہیں ہے، اس کا عشق کمزور ہے۔ البتہ تھوڑی دیر کو طبعی ناگواری ہو جائے تو

وہ معاف ہے مگر عقل سے نفس کو راضی رکھو، عقل سے نفس کو سمجھاؤ کہ جب شخ بنالیا تو شخ بادشاہ ہے، بادشاہ کے سامنے غلام کی طرح سے رہو۔

شخ کی ڈانٹ سے مرید کی شان بگڑتی نہیں بن جاتی ہے

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت ﷺ نے فرمایا کہ اگر شخ ڈانٹ بھی دے تو یہ سمجھو کہ ہماری کیا شان ہے، کوئی شان نہیں ہے، ہماری شان اس سے بگڑتی نہیں، اور بن گئی۔ شخ کی ڈانٹ سے عزت اور بڑھ جاتی ہے، اور فرمایا کہ متکبر را پنی شان سمجھتا ہے اور وہی شخ کی ڈانٹ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ ابھی کیا اپنی شان بنار ہے ہو، جب تک قیامت کا فیصلہ نہ ہو یہی سمجھو اے اللہ! ہم کسی شان کے قابل نہیں۔ میں ایک بہت تجربہ کی بات بتاتا ہوں کہ جس پر شخ کی ڈانٹ پڑتی ہے اس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے اور جو ڈانٹ کی بات پر نہ ڈانٹ وہ شخ نہیں خائن ہے۔ جب موڑ میں ٹیڑھا پن آ گیا تو میکینک جو ہے وہ کچھ شیکنیک دکھائے گا اور ہتھوڑا مارے گا تاکہ موڑ کے ٹیڑھے پن کی سینگ اور فنگ ہو جائے۔ جس طرح ہتھوڑے سے موڑ کا ڈینٹ نکلتا ہے اسی طرح شخ کی ڈانٹ سے نفس کا ڈینٹ نکلتا ہے۔

جو شخ کی ڈانٹ برداشت کرتا ہے وہ لعل بن جاتا ہے

اللہ کا شکر ہے اختر نے اپنے شخ شاہ عبدالغنی صاحب ﷺ کی اتنی ڈانٹ کھائی ہے کہ یہ کام یوں کیوں کر دیا؟ آج خالی گندم کیوں پسوایا، جو کیوں نہیں ملایا؟ حضرت کے ہاں گندم اور جو ملا کر آٹا پستا تھا اور میں ہی آٹا پسوایا کرتا تھا، کبھی فرماتے فلاں سے تیز آواز میں بات کیوں کی، آواز تیز کیوں ہو گئی؟ تو میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت ایڈور دور سے جو لوگ مہینہ چار مہینے میں ایک بار آپ کے پاس آتے ہیں اور سر جھکا کر بادب مرائب میں بیٹھ کر اور آپ کی شباباشی اور دعائیں لے کر چلے جاتے ہیں، آپ ان کو بڑا پیار دیتے ہیں اور ہم جورات دن رہتے ہیں بس ڈانٹ ہی کھاتے رہتے ہیں تو یہ لوگ تو بڑے فائدے میں

معلوم ہوتے ہیں کہ کبھی بھی آگئے، دو دن مراقبہ کرنا آسان ہے کہ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ معلوم ہے حضرت نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ جو سالک رات دن ڈانٹ کھاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو علی بھی کر دیتے ہیں۔

حضرت والا ﷺ سے شیخ پھولپوری علیہ السلام کی ناراضگی کا قصہ

اخترنے الیکی ڈانٹ کھاتی ہے کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا مگر میر نے اللہ کے لئے سب کچھ برداشت کیا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب علیہ السلام کا مزار کچھ غصہ والا تھا، ایک مرتبہ ایک بات پر مجھ سے ناراض ہوئے تو چھ مہینے تک بات نہیں کی۔ جب پھولپور حاضر ہوا تو فرمایا فوراً واپس جاؤ، مصافحہ کی بھی اجازت نہیں ہے، رات کو ہی پھولپور سے واپس چلا آیا۔ میرے تو ہوش اڑ گئے۔ شیخ کی ناراضگی کا کیا اثر ہوتا ہے ان سے پوچھو جن کو عشق کی نعمت ملی ہوئی ہے۔ میر ا تو کھانا پینا سب ختم، بالکل ہی دنیا اندھیری نظر آنے لگی، زمین و آسمان مجھ پر تنگ ہو گئے۔ پھر میر نے حضرت کو معافی نامہ لکھا۔ معافی نامے پر کیا جواب آیا، دو دو سزا ملی۔ نمبر ایک: نہ تو پھولپور آ سکتے ہو جہاں پانچ میل پر حضرت رہتے تھے۔ نمبر دو: جب میں بیت العلوم آؤں (حضرت روزانہ بخاری شریف پڑھانے جاتے تھے) تو آپ مدرسہ میں میری مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، مجھے سلام نہیں کر سکتے، مصافحہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں جو بھی خط معافی کا لکھتا تو بغیر جواب کے سادہ خط واپس آ جاتا، مگر ڈاک سے نہیں بھیجتے تھے کہ اس کا الفانہ ضائع ہو گا، غریب آدمی ہے، نائب مہتمم سے دستی بھیج دیتے تھے۔ اس طرح سے دو مہینے گزرے کہ میں نے آٹھ خط بھیج، ہر ہفتہ خط بھیجتا تھا، جواب کچھ نہیں ملا، نہ دستخط نہ جواب، کچھ نہیں، نہ سلام نہ کلام، لیکن میں مالیوں نہیں ہوا، اللہ سے روتا تھا، کھانا بس بقدر زندگی کچھ کھالیتا ورنہ زندگی کا مزہ ہی ختم ہو گیا تھا، ہر وقت رونا، سوکھ کر ایک دم کا نٹا ہو گیا۔

دو مہینہ مسلسل معافی مانگنے کے بعد پھر اتنی اجازت ہوئی کہ اب دور سے سلام کر سکتے ہو، مصافحہ نہیں کر سکتے اور نہ مجلس میں بیٹھ سکتے ہو۔ نائب مہتمم صاحب سے کہا دیا

کے اختر سے یہ کہہ دو۔ میں نے شکر ادا کیا کہ چلو یہ بھی غنیمت ہے۔ دور سے آئے السلام علیکم، حضرت نے جواب دے دیا و علیکم السلام۔ نہ مجلس میں بیٹھے، نہ مصافح۔ پھر دو مہینے تک معافی مانگتا رہا۔ ہر ہفتے کے آٹھ خط پھر ہو گئے۔ دو مہینے کے بعد پھر اجازت ملی کہ اب آپ صرف مصافح کر سکتے ہیں، مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، یہ چار مہینے ہو گئے۔ الحمد للہ! شکر ہے کہ حضرت مصافحہ کرتے تھے لیکن مجلس میں بیٹھنے کی اجازت پھر بھی نہیں تھی۔ چار مہینے کے بعد مزید اجازت ملی کہ اب آپ مجلس میں بیٹھ سکتے ہو، لیکن پھولپور یعنی میرے گھر کے پاس نہیں آسکتے۔ کیا کیا رگڑے کھائے ہیں۔

مئے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خون
اب دو مہینے پھر معافی کے خط چلے۔ دو مہینے کے بعد لکھا کہ اب آپ پھولپور بھی آسکتے ہیں۔
چھ مہینے کے بعد جا کر میری سزا خشم اور میری معافی کمکمل ہوئی۔ اس زمانے میں میرے اوپر کیا گذاری، کھانا پینا کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ کس طرح سے میں نے وہ دن گذارے، بس حضرت کے نام سے زندہ رہا۔ گوشت کی گھنٹی جب بحق تھی، ہفتہ کے چودہ وقت میں صرف ایک وقت گوشت ملتا تھا اور ایک وقت سبزی، باقی سب وقت دال ہی دال۔ تو جس دن گوشت کی گھنٹی بحق تھی تو بعض طبلاء ایک ایک فٹ اچھل کر چلتے تھے، لیکن میرا کھانا پینا بالکل چھوٹ گیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت پھولپوری عَزَّوَجَلَّ نے میرا نام لے کر مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب عَزَّوَجَلَّ اور ڈاکٹر عبدالحی صاحب عَزَّوَجَلَّ سے فرمایا تھا کہ میں نے اختسر کی رگڑائی بھی بہت کی ہے، میں نے اس کو بہت مجاہدات سے گذارا ہے۔ محبت ہوتی ہے تو سب مزہ آتا ہے، راضی کرنے میں، معافی مانگنے میں بھی مزہ آتا ہے، دیر ہونے میں مایوسی نہیں ہوتی۔

شیخ کی ڈانٹ برداشت کرنے کا انعام

آج اسی کی برکت دیکھ رہوں کہ کتنے عالم کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کوئی اشتہار دیا تھا؟ کسی کو میں نے بلا یا تھا؟ دیکھ لو کتنے ملکوں کے لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا

شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے اللہ کے لئے اپنے بڑے کے ناز اٹھائے تو اس کے ناز اٹھانے والے اللہ عطا فرماتا ہے۔ اس کو ملّا علی قاری عین اللہ نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ: مَا أَكْرَمَ شَابُّ شَيْخًا لِنَجْسِ جُوَانٍ نَّأَنْتَ كَمْ مَلِئْتُكَ عِزَّتَكَ، اللہ بھی اس کو ایسا رعب دے گا کہ لوگ اس کی عزت کریں گے۔ ملّا علی قاری عین اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کو دو نعمتیں ملیں گی، ایک تو عمر بڑھ جائے گی اور دوسرے اس کو بادب چھوٹے ملیں گے۔ اور جس نے اپنے بڑوں کی شان میں بے ادبی کی، اس کے چھوٹوں سے بھی اس کو بے ادبی ملے گی۔

تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، مالک کا احسان و فضل ہے کہ میرے چاہنے والے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں پیدا فرمادیئے۔ جس نے اللہ والوں کی پیار کی نظر پائی تو مخلوق بھی اس کو پیار کرتی ہے، یہ تجربہ ہے لیکن مخلوق میں پیارا بننے کے لئے اللہ والوں سے پیار مت کرو، اللہ والوں سے پیار اللہ کے لئے کرو۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ اللہ کی عطا کو اپنے کسی عمل اور مجاہدہ کا شمرہ نہ سمجھو کر ہم نے بزرگوں کی اتنی خدمت کی اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی، یہ عین ناشکری ہے بلکہ یہ سمجھو کہ ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے، ان کی عطا کا سبب ان کی عطا ہے کیونکہ ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں کر قبول ہو، بس قبولیت کے لئے گرگڑاتے رہو۔

ہر شیخ وقت کے لئے حضرت والا عین اللہ کی اہم نصیحت

ارشاد فرمایا کہ کبر کا مرض ہو یا شہوت کا، بد نگاہی کا یعنی عورتوں کو بُری نظر سے دیکھنے کا مرض ہو، جھوٹ بولنے کا، دنیا کی محبت کا مرض ہو یا کوئی بھی بُری بیماری ہو، کسی شیخِ کامل سے علاج کرانا پڑے گا۔ اسی لئے حکیم الامم عین اللہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ میں بھی کوئی بیماری ہے تو کسی دوسرے شیخ سے علاج کرائے، یہ نہیں کہ اس کے ایک ہزار مرید ہو گئے تو وہ کہے کہ اب مجھے دوسرے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ شیخ کو بھی چاہیے کہ کسی بڑے شیخ سے رابطہ رکھے، اپنے کو دکھاتا رہے، ایکسرے کرتا رہے، ان کی

خدمت میں جاتا رہے۔ جو بڑے اپنے بڑوں کے پاس جانا چھوڑ دیں وہ بھی مندوش ہیں، ان کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے پاس جائیں، اپنے کوان کے لکنک میں دلکھائیں کہ حضرت! ذرا ایکسرے کر لیجیے، آج کل میرے بہت زیادہ مرید ہو گئے ہیں اور میری تقریر سن کر لوگ بہت زیادہ واہ کر رہے ہیں، کہیں ان کی واہ وہ سن کر میں وہی تباہی تو نہیں بگ رہا ہوں، کہیں نفس میں کبر تو نہیں آ رہا ہے۔ پھر شیخ کچھ ایسا امتحان بتا دے گا جس سے وہ ایکسرے کر لے گا، پھر ایک آدھ ڈانٹ لگادے گا تو اس کے نفس کی ہوا نکل جائے گی۔ اس وقت شیخ دیکھے گا کہ ڈانٹ سے اس پر کیا اثر ہوتا ہے، اگر کبڑا ہو گا تو بُر امان جائے گا کہ دیکھو! میں خود پسیر ہوں اور مجھے بھری محفل میں ڈانٹ رہے ہیں۔ ارے بھی! بیٹا کتنا ہی پتوں والا ہو جائے اپنے بابا کے سامنے تو بیٹا ہی رہے گا۔ آپ لوگ لاکھ مجھ سے مرید ہو جاؤ لیکن میرے شیخ شاہ ابرا الحق صاحب دامت برکاتہم کو مجھ پر پورا حق حاصل ہے کہ اس وقت بھی اگر بھری محفل میں وہ تشریف لا گئیں تو مجھے ڈانٹ سکتے ہیں، اور میرا فرض ہے کہ میں ان کی ڈانٹ پر ہرگز بُر انہیں مناؤں۔

کبھی شیخ زیادہ ڈانٹ دے تو مرید کو بُر انہیں ماننا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں بھی خطاؤں کی معافی کا حکم نازل فرمایا ہے اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ، رَبِّ اغْفِرْ وَأَرْحَمْ، تو نوے نیصد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رب کا عنوان اختیار فرمایا کہ یوں کہو کہ اے میرے رب! معاف کر دیجئے۔ اس نام میں محبت کاظہ ہوتا ہے، ہر پالنے والے کو اپنی پالی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے جو اس طرح پکارنے سے متوجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پروش جو عزیز مصر کر رہا تھا، اس کے احسانات کا اثر یہ تھا کہ جب اس کی بیوی زیخ نے گناہ کا کہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میں خدا نخواستہ کیسے کر سکتا ہوں؟ اور فوراً کہا: إِنَّهُ رَبِّ الْأَحْسَنِ مَثُواي (سورۃ یوسف: آیہ ۲۳) وہ تمہارا شوہر تو میرا مرتبی ہے، اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا، میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ خیانت نہیں کر سکتا۔

تو اپنے مربی کے ساتھ ہر ایک کا یہ معاملہ ہونا چاہیے، خواہ شہوت کا معاملہ ہو یا غصب کا۔ بعض اوقات شیخ زیادہ ڈانٹ دیتا ہے تو چھوٹوں کو بھئنا چاہیے کہ جو پچھڑا ڈانٹ دیا، بس ٹھیک ہے۔ ان کی عظمت، بڑائی، احسان و تربیت اور عمر کی زیادتی کا یقین ہے کہ چھوٹے ری ایکشن (عمل) نہ کھائیں۔ اپنے مربی کے بارے میں بُرانیں مانتا چاہیے، آجکل شاگرد استاد کی ڈانٹ کو اور مرید شیخ کی ڈانٹ کو ناپتے ہیں کہ کتنا ڈانٹنا؟ اور کیوں ڈانٹنا؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی ڈانٹ کی معافی ہے، چھوٹوں کو بھی معاف کر دینا چاہیے کیونکہ شیخ اخلاص سے ڈانٹتا ہے لیکن بشری تقاضوں کے سبب سے وہ زیادہ ڈانٹ سکتا ہے لہذا چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ گوارہ کر لیں۔ بعض اوقات شیخ اختیان لیتا ہے کہ پہلے میں ڈانٹتا تھا تو یہ ڈانٹ سن لیتا تھا، اب اس کو میں نے غلیفہ بنالیا، وس ہزار اس کے مرید ہو گئے ہیں، اب ڈانٹ کر دیکھتا ہوں کہ کیا بھی یہ واقعی کائنَہ ہو ہے یا کچھ بدل گیا ہے۔ ایسے ہی شاگرد کو اپنے استاد کی اور بیٹی کو باپ کی ڈانٹ پر ناگواری نہیں ہونی چاہیے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک استاد نے بچپن میں پڑھایا تھا۔ ایک مرتبہ میں کسی سفر میں تھا تو استاد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا ایک پارہ سن لیجیے۔ میں نے سنا شروع کیا تو ایک جگہ قشاب لگ گیا اور غلطی ہو گئی، استاد صاحب نے بے اختیار میرے ایک طما نچ لگا دیا۔ میرے دل میں کچھ خیال آ گیا کہ انہوں نے بچپن میں ہمیں مارا ہے تو ان کی عادت پڑی ہوئی ہے، اس لئے مار دیا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں کتنا ہی بڑا بزرگ، شیخ ہو جاؤں، یہ میرے استاد ہی رہیں گے، ان کو مارنے کا حق ہے۔ ادھر ان استاد صاحب نے کہا کہ میں آنکھیں بند کئے تمہارا قرآن سن رہا تھا، جب تم سے غلطی ہوئی تو میری آنکھوں کے سامنے وہی تمہارا بچپن آ گیا، جس کی وجہ سے ہاتھ اٹھ گیا، تم مجھے معاف کر دو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے معافی مانگنی شروع کر دی۔

تو دیکھو! حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے ادب میں کوئی کی نہیں

آنے دی حالانکہ خود بخاری شریف پڑھا رہے تھے۔ بہت کم عمری میں بڑی کتابیں پڑھانے لگے گئے تھے، ۱۸ برس کی عمر میں تو مشنوی زیر و بم لکھ دی تھی لیکن مجال نہیں کہ ادب میں کوئی کمی آجائے۔ مولانا رومی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فرماتے ہیں۔

اے خدا جو کیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس طرح والد کے لئے حکم ہے کہ اس کو اُف بھی نہ کہو، اس میں مرتبی بھی شامل ہے کہ ان کے ساتھ بھی ناگواری ظاہر نہ کرو۔

شیخ کا ادب اور احترام حضرت حکیم الامت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نے قرآن پاک کی آیت و تُوْقِرُوْدُ (سورۃ الفتح: آیہ ۹) سے ثابت کیا ہے کہ اے لوگو! میرے نبی کا ادب کرو، اسی سے استباط کیا کہ شیخ اور علماء چونکہ نائب رسول ہیں لہذا ان کا ادب بھی مریدین پر ضروری ہے۔ ایک مرتبہ مجھے حیدر آباد دکن میں حضرت شاہ ہردوئی دامت برکاتہم نے بہت ڈانٹا۔ وہاں ایک بزرگ ہیں، میں نے ان سے ایسے ہی باتوں باتوں میں عرض کیا کہ آج تو حضرت نے مجھے بہت ڈانٹا، تو وہ فرمانے لگے کہ تم تو قابلِ رشک ہو جو اتنی ڈانٹ پڑی۔ ڈانٹ اسی کو پڑتی ہے جس کو شیخ سے تعلق توی ہوتا ہے، اور جس کا ایسے ہی ڈھیلا ڈھالا تعلق ہوتا ہے اس کو کچھ نہیں کہا جاتا کہ دور ہو جائے گا، جیسے ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بنی تملیغ جماعت نے ایک نوادرنو جوان کو دارالصی کا کہہ دیا تھا کہ تیرے چہرے پر نور کیوں نہیں نکلتا؟ تو وہ نوجوان بھاگ گیا، پھر آیا ہی نہیں۔ ہمیں بھی مولانا ابرار الحسن صاحب کی ڈانٹ پر ناگواری نہیں ہوئی چاہیے، کسی مرید کو اپنے مرتبی کی ڈانٹ پر ناراض نہ ہونا چاہیے کہ انہوں نے ہمیں عزت ہی نہیں دی، عزت کا طلب کرنا بھی کبر ہے۔

ہم خاک نشینوں کو نہ مند پہ بھاؤ
یہ عشق کی توبین ہے اعزاز نہیں ہے

اگر کوئی باب اپنے بیٹے کو جس کے دس بیٹے ہوں، اس کے بیٹوں کے سامنے ڈانے، اور بیٹا کہہ کہ آج آپ نے ہمیں ہماری اولاد کے سامنے ذلیل کر دیا، آپ نے ہمیں عزت ہی نہیں دی، ایسا بیٹا نالائق ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے کہ یہی ماں باب اپ تھے جب میں چھوٹا تھا تو انہوں نے میری پرورش کی تھی ورنہ اگر میری غلطیوں پر گلا گھونٹ دیتے تو آج جو میں سینہ کھار ہا ہوں، آج یہ جوانی بھی نظر نہ آتی۔ ہر باب کو حق ہے کہ اپنی اولاد کو دو انت سکتا ہے، لائق بیٹا وہ ہے جو اپنی ٹوپی باب کے قدموں میں رکھ دے کہ آپ کا جتنا جی چاہے جوتے لگا بیجے۔

اللہ والوں کے غصہ کو اہل نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ اصلاح کے لئے جب کسی کو ڈاٹنے تھے تو اس وقت اس مراقب کا استحضار فرماتے تھے کہ جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا ہوا وہ بھنگی، جلا دکھم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو ڈرے لگائے۔ تو کیا اس بھنگی، جلا دکے دل میں ڈرے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شہزادے سے افضل ہوں؟ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے غصہ کو اہل نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں ورنہ شیطان اللہ والوں کے فیض و برکات سے محروم کر دے گا۔

مرشد کی تجویز کردہ تلخ دوا سے دولتِ گُونین ملتی ہے

ارشاد فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا ب گڑھی ﷺ کا ایک شعر ہے۔

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لئے

اور کیا شے ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

یعنی اصلاح باطن کے لئے اور عجب و کبر اور خود میں کے اثرات روذیہ اور رذیلہ کو مٹانے کے لئے اگر مرشد دوائے تلخ تجویز کرے تو عجب و کبر کے ملیریا کے لئے اس دوا کو ”گُونین“ سمجھ کر نگل جائے اور معانج سے حسن ظن اور کامل اعتماد رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اس گُونین کی برکت سے جب عجب و کبر کے جبات رفع ہوں گے تو نسبت مع اللہ کا چاند پہلو میں جلوہ گر ہو گا اور اس گُونین کی بد دولت دولتِ گُونین عطا ہو جائے گی۔ اور فرماتے ہیں۔

میں جوں میں بھی لطفِ نہ ساں دیکھ رہا ہوں
خوش ہو کے تیرے تیر و سنان دیکھ رہا ہوں

یعنی طالب کو اپنے محسن مرتبی و کریم مرشد کی تنبیہات اور زجر و تغیر مزاجی کو ناگوار ہونے کی
بجائے اس کے اندر لطف و کرم پوشیدہ سمجھنا چاہیے کہ مرشد کا منشاء اس سے اس کا ترقی کیلئے نفس
اور اصلاحِ اخلاق ہے۔ البتہ مرتبی اور معلم کو اپنی شانِ تربیت اور شانِ تعلیم پر شانِ رحمت کو
غالب رکھنا چاہیے تاکہ طبائعِ ضعیفہ (نازک طبیعت افراد) بھی تربیت اور تعلیم سے
محروم نہ ہوں۔ پس جب طالب پر سخت اندازِ تربیت بجائے مفید ہونے کے مضر محسوس ہو
تو معالج کو اندازِ نرم اختیار کرنا چاہیے کیونکہ استفادہ اور استفادہ کے لئے طبیعی موافقت
ضروری ہے جو مرشد کی شفقت اور رحمت سے پیدا ہوتی ہے۔

شیخ کے ڈائٹنٹ کی وجہ

گر بہر زندھے ٹو پر کینہ شوی
پس چرا بے صیقل آئینہ شوی

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا روی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ کی ہڑانٹ سے
تم پر کینہ ہو گئے یعنی تمہارے اندر کینہ بھر گیا کہ بھی یہ تو بڑے سخت ہیں، جب دیکھو
لتاڑتے رہتے ہیں تو سنو! شیخ یوں ہی نہیں لتاڑتا، پہلے تاڑتا ہے کہ مرید کے اندر کیا مرض ہے؟
پھر اسی تاڑ کے مطابق لتاڑ آتی ہے۔ میری اردو میں اللہ تعالیٰ نے لذت دی ہے کہ
الحمد للہ! میری تقریر میں کوئی گھبرا تا نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میری تقریر کو
اللہ تعالیٰ نے لذت بخشی تو شیخ پہلے مرض کو تاڑتا ہے، پھر اسی تاڑ کے مطابق لتاڑتا ہے
اور بعد میں مرہم بھی لگاتا ہے۔ جو زخم ڈالتا ہے وہ مرہم بھی دیتا ہے۔

درد از یار است و درماں نیز ہم

دل فداء او شد و جاں نیز ہم

میرے دل و جان شیخ پر قربان ہوں کہ جو درد دیتا ہے وہ درماں اور علاج بھی کرتا ہے کیونکہ

شیخ کی ڈانٹ بھی اللہ کے لئے ہوتی ہے تاکہ مرض جاتا رہے، طبیب کا نشتر مواد اور فاسد مادے کو خارج کرنے کے لئے ہوتا ہے ورنہ ہر اللہ والے کے دل میں اپنے مریدین کا اکرام ہوتا ہے۔ جب اللہ والے ڈانٹتے ہیں تو بعد میں اس کے لئے دعا عیں بھی بہت کرتے ہیں اور اس کی تلافی بھی کرتے ہیں تاکہ دوسروں کے دل میں اس کی عزت بڑھ جائے جیسے حکیم الامت حضرت تھانوی عَلِيٰ مُحَمَّد نے خواجہ صاحب کو ڈانٹا اور اگلے دن صحیح فرمایا کہ خواجہ صاحب! آپ میرے ساتھ ہلنے چلیں گے جبکہ حضرت سیر کے لئے کسی کو ساتھ نہیں لے جاتے تھے۔ یہ خواجہ صاحب عَلِيٰ مُحَمَّد کا خصوصی اکرام تھا۔

اتباعِ شیخ کے ضروری ہونے کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ساتھ صحیح و شام سندھ بلوچ، جنگل جانے والے جو لوگ ہیں ان کو راستے کے تشیب و فراز، گڑھے، سب آزر بہو گئے ہیں۔ جب کوئی نیا ڈرائیور ہوتا ہے تو اس کو فوراً بتادیتے ہیں کہ آگے گڑھا ہے، رفتار آہستہ کرلو۔ اسی طرح شیخ بھی تصوف کے ہر طریقہ، سلوک سے پورا آگاہ ہوتا ہے۔ اب اس بات پر مولانا روی عَلِيٰ مُحَمَّد کا شعر ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہ ہر روز زمین سے آسمان تک سفر کرتے ہیں۔

سیرِ زاہد ہر مہہ یک روزہ راہ

سیرِ عارف ہر دم تا تختِ شاہ

خشکنگ ملا، زاہد جو ہے وہ مدینہ میں ایک دن کا راستے طے کرتا ہے اور اللہ کے جو عارف بندے ہیں، پہچانے والے ہیں، وہ ہر لمحہ حیات، ہر سانس میں زمین سے عرشِ اعظم تک سفر کرتے ہیں۔ لہذا شیخ جب دیکھے گا کہ سالک کا راستہ کھوٹا ہونے کا خطرہ ہے، عجب و کبر کے گڑھوں میں گرنے کا خدشہ ہے تو وہ کچھ ہدایات دے گا، اس کا اتباع ضروری ہے، مثلاً ذکر متوی کرادے گا، یا کم کرادے گا اگر دماغ میں خشکی اور مزاج میں چڑچڑاپن آگیا ہے، یاوضوخانے کی نالیاں صاف کروائے گا، یا نمازوں کی جوتیاں سیدھی کروائے گا

تو اسی سے اس کا سلوک طے ہو جائے گا بلکہ عجب نہیں کہ اتباع شیخ کی برکت سے وہ بڑے بڑے ذاکرین سے بھی بڑھ جائے گا۔ یہی ہے:

﴿وَاتَّبِعُ سَبِيلَ مَنْ أَكَابَ إِلَيَّ﴾
(سورہلقمان: آیہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری طرف متوجہ ہیں، انابت کاملہ جن کو حاصل ہے، ان کے راستے کی اتباع کرو، اور ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ رہنے والے اللہ والے ہی ہوتے ہیں، بندہ اللہ والوں ہی کے ذریعہ اللہ کے دربار میں پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کے راستے پر صحیح چلنا کس طرح نصیب ہوگا؟ جب اللہ والوں کی اتباع اخلاص کے ساتھ ہو، یُرِیْدُونَ وَجْهَهُ بھی ساتھ ساتھ ہو، کسی دنیا وی غرض سے وہ شیخ کا اتباع نہ کرتا ہو، تب اپنی مراد پائے گا۔

شیخ جو ہدایت دے اس میں اگر مگر مست لگاؤ

اے مبدل کردہ خاکے را بزر
خاک دیگر را نمودہ بوالبشر

اے اللہ! آپ نے زمین کے ایک جزو کو اپنی قدرتِ خلاقت کے فیضان سے سونا بنا دیا اور دوسرا خاک کو ابالبشر یعنی بابا آدم علیہ السلام بنا دیا۔

کار تو تبدیل اعیان و عطا
کار ما سہوست و نسیان و خطا

ارشاد فرمایا کہ اعیان جمع ہے عین کی، اور عین کے معنی ہیں حقیقت، ماہیت۔ تبدیل اعیان کہتے ہیں ماہیت کا بدل جانا، جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں مذکور ہوا کہ کسی خاک کو اللہ تعالیٰ سونے میں تبدیل فرمادیتے ہیں، اور کسی خاک کو انسانی پیکر میں تبدیل فرمادیتے ہیں تو خاک کی عینیت اور ماہیت تبدیل ہو گئی۔ اسی طرح گدھا حرام ہے لیکن نمک کی کان میں گر کر مر گیا اور ”ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد“ نمک کی کان میں جو چیز بھی

جاتی ہے نمک بن جاتی ہے تو وہ گدھا بھی مرنے کے بعد نمک بن گیا، اب اس کی ماہیت تبدیل ہو گئی، اور نمک کے پیکٹوں میں اس کی پیکٹ ہو گئی، اب بڑے بڑے مفتیانِ کرام اور علماء کرام سے لے کر عوام تک اسے کھار ہے ہیں، لیکن اگر گدھا نہ مرتا اور سانس لیتا رہتا تو گدھے کا گدھا ہی رہتا، کبھی نمک نہ بتتا۔

اس مثال سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو خانقاہوں میں جا کر اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹاؤ، شیخ کی رائے میں اپنی رائے کوفا کر دوتب جا کر تم اللہ والے بنو گئے لیکن اگر اپنا شخص باقی رکھو گے اور شیخ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے باقی رکھو گے تو ایسا شخص گدھے کا گدھا ہی رہے گا اور ”خر آمد و خربفت“ کا مصدقہ ہو گا کہ جب آیا تو گدھا تھا اور واپس گیا تو گدھا ہی گیا یعنی محروم آیا اور محروم ہی گیا۔ یہ راستہ نفس کو مٹانے کا ہے، اپنے جذبات و خواہشات کوفا کر دو، باہ ہو یا جاہ، غصہ ہو یا شہوت، شیخ جو ہدایت دے اس میں اگر مگر مت لگاؤ، اس کی رائے کو بلا دلیل تسلیم کر کے عمل کرو، پھر دیکھو کیسی تبدیل میں ماہیت ہوتی ہے، فقط ونجور ولایت و تقویٰ سے تبدیل ہو جائے گا۔

شیخ جو تجویز کر دے، سالک کا راستہ اسی راہ سے طے ہو گا

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیخ، مرشد کسی مرید سے ذکر، وظیفہ چھڑا کر اس سے کہہ دے کہ تم نالیاں صاف کرو، وضو خانہ صاف کرو، میرے مہمانوں کو چاہے پلاو، خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ، ان شاء اللہ! اسی سے صاحبِ نسبت ہو جائے گا، یہ راستہ عجیب ہے! یہ راستہ عجیب ہے ای راستہ عجیب ہے! جو شیخ حکم دے بس اس پر عمل کرو۔

اصلاح کے باب میں پیر کے حکم کو اللہ کا حکم سمجھو

(حضرت اقدس دامت برکاتہم نے بعد عشاء مسجد میں کتاب سنانے کانظم بنایا تھا، احقر میر بھول گیا اور نوافل پڑھتا رہا۔ اس پر یوں تعبیہ فرمائی۔۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ جب میں نے ایک نظم بنادیا تھا تو پھر نوافل کیوں پڑھتے رہے؟
 احقر نے عرض کیا کہ یاد نہیں رہتا، اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا کہ نسیان اگرچہ
 بذاتِ خود قابلِ معافی ہے لیکن اس راہ میں نسیان بے فکری کی علامت ہے اور بے فکری
 قابلِ معافی نہیں۔ ایسے ہی موقوع امتحان کے ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کی
 عظمتِ مرید کے دل میں کتنی ہے؟ اگر گورنر کا یہ حکم آپ کے پاس آ جاتا کہ کل
 فلاں وقت فلاں جگہ حاضر ہونا ہے پھر میں دیکھتا کہ آپ کیسے بھولتے؟ دنیا کے حاکموں کی
 تو اتنی قدر ہوا اور اللہ کے راستے میں ایسی بے فکری! اللہ تعالیٰ براہ راست امتحان نہیں لیتے،
 پیر ہی امتحان لیتا ہے، پیر کا امتحان دراصل اللہ کا امتحان ہے، پیر تو اللہ اور طالب کے
 درمیان ایک واسطہ ہے۔ جو شخص اپنے پیر کے متعلق یہ اعتقاد نہیں رکھے گا کہ میری
 اصلاح کے لئے یہ جو کچھ حکم دے رہا ہے، وہ اس وقت براہ راست پیر کے قلب پر
 اللہ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے اور پیر کا حکم اللہ کا حکم ہے، اس کو فائدہ نہیں ہوگا،
 طالب کا فائدہ اسی اعتقاد اور حسنِ ظن میں ہے۔

جو شخص اپنے آپ کو فنا کرتا ہے اور مرشد کی خوشی و ناخوشی کو پہچان لیتا ہے اور
 اس کا ہوش رکھتا ہے کہ وہ کس بات سے خوش اور کس بات سے ناخوش ہوتے ہیں،
 اس فنا بیت کی برکت سے وہ اللہ کا مزاج شناس ہو جاتا ہے۔ یہی ماڈہ پھر اللہ کی طرف
 منتقل ہو جاتا ہے، پھر اسے ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ کون سا عمل اللہ کو خوش کرتا ہے
 اور کس عمل سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اصلاح کے باب میں پیر جو حکم دے اس کو یہ سمجھو
 کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو شخص پیر سے یہ اعتقاد نہیں رکھے گا بلکہ اس کو
 عام انسانوں کی طرح مٹی کا ایک انسان سمجھے گا اسے اس راستے میں کچھ حاصل نہ ہوگا۔
 ایسے وقت میں بے ہوشی جرم ہے، پیر جس کام کا حکم کرے، اس وقت حواسِ خمسہ حاضر
 رہنا چاہئیں۔ یہ راستے جہاں بڑی بے ہوشی اور لطف کا ہے وہیں انہائی ہوشیاری کا بھی ہے۔
 غیر اللہ سے بے ہوش اور اللہ سے ہوشیار ہو۔ ہوشیاری کے وقت اگر بے ہوش بن گئے تو

کیا ملے گا؟ جب حکم دیا جائے تو جان کی بازی لگادو۔

اس پر ایک واقعہ ساتا ہوں، حضرت حکیم الامت علیہ السلام نے ڈاک کے خطوط رات کو میرے شیخ شاہ پھولپوری علیہ السلام کے حوالے کئے کہ کل دس بجے صبح یاد دلادینا، ان کا جواب لکھنا ہے۔ حضرت پھولپوری علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رات بھر بے چین تھا اور دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ! وقت پر یاد آجائے۔ ٹھیک دن کے دس بجے حضرت کو خطوط پیش کر دیئے اور شکر ادا کیا کہ اللہ نے لاج رکھ لی کیونکہ میرے شیخ تو اس دنیا کے آدمی ہی نہیں تھے، ہر وقت اللہ کی یاد میں مست رہتے تھے، حضرت کو دنیا کے کام کہاں یاد رہتے تھے لیکن شیخ کی عظمت کی وجہ سے یاد رکھنے کا اتنا اہتمام فرمایا۔ اس راہ میں جنہوں نے پیر کے احکام کی عظمت کو پہچان لیا وہی کامیاب ہوئے ہیں اور ان ہی سے اللہ نے دین کا کام لیا ہے۔

سید صاحب (حضرت سید احمد شہید علیہ السلام) نے اپنے عالم مریدوں میں سے ایک سے فرمایا کہ تم پڑھایا کرو اور دوسرا سے کہا کہ تم جگہ جگہ تبلیغ کیا کرو، کسی ایک جگہ نہ رہنا۔ پہلے کا حال یہ تھا کہ کسی نے کہا کہ حضرت! قاعدہ پڑھا دیجئے تو قاعدہ پڑھانے بیٹھ گئے، نہیں سوچا کہ میں بخاری پڑھانے والا قاعدہ کیوں پڑھاؤں؟ بلکہ یہ کہا کہ ہمارے حضرت نے تو پڑھانے کو فرمایا تھا کہ تو پڑھایا کر، یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ بخاری پڑھایا کر، یہ ہے تابعداری! اور دوسرے مرید کا یہ حال تھا کہ عمر بھر جگہ جگہ تبلیغ کرتے ہوئے گزاری، کہیں ایک جگہ نہیں ٹھہرے۔ پھر یہی چمکے اور اللہ نے دین کا زبردست کام ان سے لیا۔

جو شخص شیخ کی تعلیمات کو اہمیت نہیں دے گا ہمیشہ محروم رہے گا، لا کھ ملفوظات نوٹ کرتا رہے، مقرر بھی ہو جائے، مصنف بھی ہو جائے۔ بتا چکا ہوں کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن علیہ السلام دیوبند سے گنگوہ گئے، ہر ہفتے جاتے تھے، میں میل پیدل جانا اور میں میل آنا۔ وہ زمانہ عرس کا تھا، گنگوہ میں کسی بزرگ کا مزار تھا، وہاں عرس ہوا کرتا تھا۔ حضرت گنگوہی علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی محمود! آج کیوں آئے؟ دیکھتے نہیں کہ یہاں عرس ہو رہا ہے۔ عرض کیا حضرت! میں تو آپ کے پاس آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے مگر تم نے

بدعیوں کے مجمع کی تعداد بڑھادی اور حدیث میں ہے مَنْ كَتَرَ سَوَادَ قَوِيٌ فَهُوَ مِنْهُمْ (کنز اعمال: (دارالكتب العلمية)، ج ۶ ص ۱۱) لہذا تو بکرا و فوراً اپس جاؤ۔ جب جانے لگتے راستے میں حضرت شیخ الہند کو اپنا ایک شاگرد ملا کہ حضرت! کچھ کچھڑی کھا لیجیے۔ فرمایا کہ میرے شیخ گنگوہی نے فرمایا ہے کہ فوراً اپس جاؤ، میں میل پیدل چل کر آیا ہوں، بھوک بھی لگی ہے لیکن شیخ کا حکم ہے کہ فوراً اپس جاؤ، اب اگر تمہاری کچھڑی کھاتا ہوں تو اس میں کچھ وقت لگے گا یا نہیں؟ اور یہ ”فوراً“ کے حکم کی خلاف ورزی ہو جائے گی، اگرچہ شیخ کو علم بھی نہ ہو مگر جن کے لئے ہم نے انہیں شیخ بنایا ہے، وہ تو اور پر سے دیکھ رہا ہے۔

ایک اور واقعہ سنو! میرے شیخ تمبا کو کھاتے تھے، فرماتے تھے کہ میں چالیس سال تک پان تمبا کو کھاتا رہا ہوں، اور تم لوگ تو تمبا کو تھوڑی سی کھاتے ہوا یہے چکنی سے لے کر، اور میں چار انگلیوں سے لے کر جس طرح سے کھانا کھایا جاتا ہے اس طریقہ سے ایک تولہ کے قریب تمبا کو کھاتا تھا، اس کو کھانا نہیں کہتے تھے، حضرت فرماتے تھے کہ جتنا میں کھاتا تھا اس کی کھانے سے تعییر نہیں ہو سکتی، اس کا نام بھکوسنا تھا یعنی میں تمبا کو بھکو سنا تھا، یوپی والے اس لفظ کی لذت کو سمجھیں گے۔ ایک مرتبہ اپنے شیخ حضرت تھانوی عجیۃ اللہ کے سر میں تیل ماش کر رہے تھے تو سر دباتے ہوئے جب منہ قریب ہوا تو حضرت حکیم الامت کو کچھ بوجھوں ہوئی تو ایک جملہ فرمایا کہ تمبا کو دماغ کو نقصان کرتی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے مجھ سے فرمایا یہ جملہ خبر یہ میرے لئے انسانیہ سے بھی بڑھ کر تھا یعنی یہ اشارہ حکم سے بھی بڑھ کر تھا، میں نے تمبا کو کھانا چھوڑ دیا۔ جو اتنی اتنی تمبا کو بھکو ستے تھے، حضرت نے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر چالیس پچاس سال مزید زندہ رہے، نزلہ ہوا، گلا خراب ہوا، بہت تکلیف بھی ہوئی، قبض کی شکایت ہوئی لیکن فرمایا بلا سے جان جائے مگر شیخ کی بات پر عمل کرنا ہے، یہ ہے اتباع شیخ۔ جنہوں نے جتنے ایادہ اللہ والوں کی عظمتیں کیں اتنا ہی اللہ نے ان کو بلند مقام پر پہنچایا، اتنا ہی وہ اونچے اڑے، یہ راستہ ایسا ہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیر کی تربیت کو بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی تربیت سمجھے۔

شیخ کی اتباع کس چیز میں کی جائے؟

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی اتباع اس کے اقوال میں کرو، ہر عمل میں ضروری نہیں، ممکن ہے کہ غلپر حال میں ہوا ہو۔ جس طرح میرے شیخ حضرت شاہ پھولپوری حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ ہمیشہ لگنی پہنتے تھے، پائجامہ نہ پہنتے تھے، اور فرماتے تھے کہ مجھے بیماری ہے، اس لئے لگنی پہنتا ہوں، تم اس کی اتباع نہ کرو۔

الاعتدال في متابعة الرجال

(اتباع شیخ میں راہِ اعتدال یعنی شیخ کی اتباع کی حدود کیا ہیں؟)

سوال: ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کو اپنا یہ اشکال لکھا کہ شیخ کی اتباع کامل سے کیا مراد ہے؟ کیا اس میں شیخ کے تمام اقوال و افعال و عادات کی اتباع مراد ہے؟ اگر ایسا ہو تو کوئی بشر بھی خالی نہیں علاوہ انبیاء کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کے کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں، پھر کسی کے خلاف شرع امور کی اتباع کیسے کی جاسکتی ہے؟

(حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے جواب کا خلاصہ)

شیخ کی اتباع کس چیز میں ہے اور کس میں نہیں؟

نمبر ا: واضح ہو کہ شیخ کا یہ اتابع صرف تربیت کے طریقوں اور اراضی باطنی کی تشخیص اور ان کے علاج کی تدبیروں اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق اصلاح و تربیت باطنی سے ہے، اور یہ بھی اس وقت تک جب تک دونوں (یعنی شیخ و مرید) کے درمیان اصلاح کے باب میں اتفاق ہو۔ اور اگر (دونوں میں کسی بات میں) اختلاف ہو، مثلاً مرید شیخ کے حکم کو خلاف شریعت سمجھتا ہو تو مرید کو شیخ سے مناظرہ کرنا خلاف طریق ہے، اور شیخ کا ایسا حکم ماننا اس کے نزدیک خلاف شریعت ہے، ایسی صورت میں ادب یہ ہے کہ علماء سے استفتاء کر کے یا (اگر خود اہل علم ہے تو) اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور آپ کے یہاں اس کی تعلیم دی جاتی ہے،

اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ اس پر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیے اور اگر وہ ایسے عمل کو ترک کی اجازت دے دے تو یہ بھی اس کی اتباع ہے۔

نمبر ۲: اتباعِ کامل کا تعلق عقائد سے نہیں ہے یعنی دین کے مسلمہ عقائد کے خلاف شیخ کچھ حکم دے تو اس کا اتباع مراد نہیں ہے۔

نمبر ۳: اس کا تعلق مسلمہ مسائلِ دینیہ سے ہے یعنی شیخ مغرب کی تین رکعات کو چار نہیں کر سکتا۔

نمبر ۴: اس کا تعلق امورِ معاش سے ہے یعنی مثلاً شیخ کسی مرید سے یہ کہہ کتم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے کر دو یا کسی اور سے کر دو۔

یہ معنی ہیں شیخ کی اتباعِ کامل کے یعنی جو مرض نفاسی شیخ نے مرید میں تجویز کیا ہو یا اس کے علاج کی جو تدبیر اس نے تجویز کی ہو، یا جو عملِ شرعی جس کا جائز ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو، تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں شیخ کی اتباعِ کامل کرے، ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے، اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ شیخ کی اتباع کا محل معلوم نہ ہونے سے یہ سب شبهات پیدا ہوتے ہیں، اس کا **محل و قیود و حیثیت** معلوم ہو جائے تو کوئی اشکال پیش نہ آئے۔ سو اتباعِ شیخ کا ”**محل**“ تو صرف شیخ کی وہ تعلیماتِ قولیہ ہیں جن کا تعلق تربیت و اصلاحِ باطن سے ہے اور ”**قید**“ اس کی یہ ہے کہ وہ فعل جس کی تعلیم کی جا رہی ہے شرعاً جائز بھی ہو، جس کو مرید بھی جائز سمجھتا ہو، اور ”**حیثیت**“ اس کی شیخ کا مصلح ہونا ہے، یعنی مصلح ہونے کی حیثیت سے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا فرع کی شرط ہے۔

تعلیماتِ قولیہ کی قید سے خود شیخ کے افعال نکل گئے، خواہ وہ افعال طالب کے عقائد میں بھی جائز ہوں جیسے شیخ پانچ سورکعاتِ نفل روزانہ پڑھتا ہو یا ”صومِ داؤدی“ ہمیشہ رکھتا ہو، اس میں اتباع ضروری نہیں۔

اور اگر وہ افعال شیخ کے نزدیک جائز ہوں اور مرید کے نزدیک ناجائز، جیسے شیخ

فاتح خلف الامام پڑھتا ہو، اور طالب اس کو مکروہ جانتا ہو، یا شیخ غلطی سے کسی فعلِ ناجائز میں بیٹلا ہو، جیسے غلیبت کرتا ہو، تو ایسے کاموں میں بھی اس کی اتباعِ جائز نہیں۔ عرض وہ تمام مسائلِ جن کا تعلق تربیت سے نہیں وہ خارج ہو گئے۔

البتہ جو امور شرعاً بھی ضروری ہیں، ان پر عمل لازم ہے گوشۂ نہ بھی کہے، اور اگر شیخ بھی حکم دے تو اس کے خلاف کرنا شریعت کی مخالفت ہو گی نہ کہ شیخ کی مخالفت۔

اور جائز ہونے کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کی شیخ تعلیم کرتا ہے وہ اگر شرعاً ناجائز ہو تو اس میں شیخ کی اتباعِ جائز نہیں۔

وہ باقی جن کا تعلق اصلاح سے نہ ہو، ان کا حکم

اب ایک آخری بات یہ باقی رہ گئی کہ جو کام ایسے ہوں کہ جن کا تعلق اصلاح اور تربیت سے نہ ہو اور شیخ ان کا حکم دے:

نمبر ۱: تو اگر وہ شرعاً جائز ہوں اور مرید کی قدرت میں بھی ہوں تو شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں بھی اتباع کرے، جیسے شیخ اپنا کوئی ذاتی کام یا خدمت کرنے کی فرماش کرے۔

نمبر ۲: اور اگر وہ کام شرعاً ناجائز ہو (خواہ حقیقت میں ناجائز ہو خواہ مرید کے اعتقاد میں ناجائز ہو) تو ادب سے معدورت کر دے۔

نمبر ۳: اور اگر شیخ پھر بھی اس کام کے لئے اصرار کرے تو اس سے قطع تعلق کر دے مگر شیخ کے ساتھ گستاخی یا اس کو ایذا پہنچانے کا معاملہ بھی نہ کرے۔

نمبر ۴: یہ تو اس وقت ہے جب وہ خلافِ شرع کسی کام کا حکم دے اور اگر طالب کو تو ایسا حکم نہ دے مگر خود کسی گناہ میں بیٹلا ہو تو اگر اس میں تاویل (نیک گمان) کی گنجائش ہو تو طالب کو چاہیے کہ تاویل کر لے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے، اور اگر تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے:

الف: کہ اگر احیاناً (بھی کبھار) اس گناہ کا صدور شیخ سے ہو جاتا ہو تو سمجھے کہ شیخ بھی بشر ہے اور احتمال توبہ (کہ شاید اس نے توبہ کر لی ہو) پر محمول کرے تعلق قطع نہ کرے۔

ب: اور اگر شیخ کو کسی گناہ کی ”عادت“ ہے تو اگر وہ صغیرہ گناہ ہے تو قطع تعلق نہ کرے اور اگر کبیرہ اور فتن و فوری ظلم و خیانت کے درجہ کا گناہ ہے تو تعلق قطع کر دے۔
 مگر ان سب حالات میں اس کے لئے دعا یہ اصلاح کرتا رہے کہ حقوقِ احسان میں سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۹ رب شعبان ۱۴۵۲ھ

خانقاہ کی قدر نہ کرنے والے کی پیکڑ کا اندیشہ ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زِيَّدَنَّ كُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابَنِي لَشَدِيدٌ** کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خانقاہ اور نیک صحبتیں نصیب فرمائی ہیں، اگر انہوں نے خانقاہ کی قدر کی، تقویٰ سیکھا، اللہ کی محبت سیکھی تو اللہ تعالیٰ اس میں اور ترقی دے گا، اور اگر خانقاہ میں رہ کر بھی ان کی خنزیریت، سگیت اور کتنا پن نہ گیا، اپنی اصلاح کی فکر نہ کی، گناہوں سے نہیں بچے، تو سمجھ لو کہ پھر اللہ کا عذاب کسی بھی وقت ان پر آ سکتا ہے، اور کفر ان خانقاہ اور کفر ان نیک صحبت پر نعمت چھپ جانے کا خطرہ ہے کہ ایسے شخص کو خانقاہ سے نکال دیا جائے اور مغلوق سے پٹائی بھی ہو سکتی ہے۔

اہل خانقاہ آپس میں محبت سے رہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جس نے حضرت حکیم الامت رض کے ساتھ حج کیا تھا، کعبہ کا طواف، منی، مزدلفہ، عرفات کا قیام، روضہ رسول صلی اللہ علیہ و آله و سلم پر حاضری اتنے بڑے مجدد کے ساتھ سب کیا، حضرت پھولپوری ح نے بتایا اور میں نے خود چشم دیدا سے دیکھا کہ پاگل ہو گیا، نماز بھی حچھوڑ دی، کہتا تھا کہ جب مسجد جاتا ہوں تو (ایسا لگتا ہے) حضرت حکیم الامت رض کے ساتھ سے دوڑا رہے ہیں۔ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ اس نے

حکیم الامت کی اتنی صحبت اٹھائی اور یہ شخص پاگل ہو گیا، مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھتا، یہ اتنا بڑا اوپال کیوں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا ووجہ سے، ایک یہ کہ اس نے ماں باپ کو بہت ستایا ہے، دوسرے یہ کہ خانقاہ میں اللہ اللہ کرنے والوں کی حضرت سے چغلی کر کے ان کو ڈانٹ پڑھاتا تھا، اللہ والوں کا دل دکھایا کرتا تھا۔ یہ تھا اہل خانقاہ کو، اللہ اللہ کرنے والوں کو ستانے کا عذاب۔ تب سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب دامت برکاتہم سے کسی کے بارے میں اچھی بات تو کہتا ہوں، شکایت نہیں کرتا، اگر کہیں کمزوری دیکھ لیتا ہوں تو خود دعا کرتا ہوں مگر شیخ سے نہیں کہتا کیونکہ شکایت کر کے اللہ والوں کے دل کو کسی سے دور کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے چشم پوشی کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیں۔ یہ ہمیشہ سے میراصول ہے اور یہ عین سنت اور مزانج نبوت ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أَحِبُّ
أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمٌ الصَّدْرِ۔ رواه ابو داؤد))

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیمی)، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص ۳۱۳)

کہ مجھے کوئی میرے صحابی کی طرف سے بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ لے کر آؤں۔ اس لئے ہمیشہ اللہ والوں سے جوڑنے کی کوشش کرو، بار بار کسی کی شکایت لگا کر توڑنے کی کوشش مت کرو۔ ہاں اگر کوئی ضرر کا باعث بن رہا ہو، کتنا میں چوری کر رہا ہو تو اس کی شکایت بالکل کرو۔ لہذا آج میری نصیحت دل میں محفوظ کر لیں کہ خانقاہ میں رہنے والے سالکین اس معاملے میں بہت احتیاط کریں۔

شیخ کی خانقاہ میں رہنے کا ایک زریں اصول

ارشاد فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں رہنے والے سن لیں، جو خانقاہ میں رہ کر مصلح بننے کی کوشش کرتا ہے، وہ محروم کر دیا جاتا ہے۔ ہر ایک سے ٹرنا، ہر ایک کے کام میں فی نکالنا، عیب نکالنا، گویا کہ بتانا چاہ رہا ہے کہ سالکین کی اصلاح سے شیخ غافل ہے۔ ایک صاحب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اصلاح کے لئے رہنے کی غرض سے خانقاہ تھانہ بھون آئے، حضرت نے ان کو ذکر اللہ بتا دیا۔ ان کے دل میں پہلے ہی سے کچھ بڑائی تھی، ذکر کر کے اور اپنے کو ولی اللہ سمجھنے لگے، اور خانقاہ میں رہنے والوں کی اصلاح شروع کر دی کہ یہ لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا؟ یہ کام یوں کیوں کر دیا؟ ایک مرتبہ حضرت نے سن لیا، ان کو بلا یا اور فرمایا کہ ذکر کو ملتوي کر دو، مرتضی کی حیثیت سے تمہیں خاموش رہنا چاہیے تھا، اپنے کام سے کام رکھتے، یہم نے خانقاہ میں حکومت شروع کر دی، میں یہاں کس لئے بیٹھا ہوں، یہ لوگ تمہارے پاس آئے ہیں یا میرے پاس آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ تمہارے مزاج میں تکبیر ہے، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں عمدہ غذا کھلانی جائے، تم حلوب کھانے کے قابل نہیں ہو، تمہیں حلوب سے قہ ہو رہی ہے، تمہیں چراکتہ (کڑوی دوا) دیا جائے گا، اب جہاں نمازی وضو کرتے ہیں، وہاں جو بلغم جمع ہو جاتا ہے، اس کو صاف کرو، خانقاہ میں جھاڑ و لگاؤ، نماز یوں کی جوتیاں سیدھی کرو۔ اب جناب! وہ خاموشی سے نالی صاف کر رہے ہیں اور جوتیاں سیدھی کر رہے ہیں، ایک زمانے کے بعد تکبیر سے نجات مل گئی اور بڑے صاحب نسبت ہوئے۔

شیخ کے ساتھ رہنے والوں کے لئے قبول ہدیہ و دعوت کے اصول

ارشاد فرمایا کہ جو دوست بھی میرے ساتھ چل رہا ہے وہ کسی کو ہدیہ دینے سے پہلے مجھ سے اس کی اجازت لے کا آپ کے ساتھیوں کو ہدیہ دینا چاہتا ہوں۔ میری اجازت کے بغیر کوئی کسی ساتھی کو ہدیہ نہ دے اور نہ میرا کوئی ساتھی بغیر میری اجازت کے ہدیہ لے۔ اگر میرے ساتھیوں میں سے کسی کو ہدیہ دینا ہے تو پہلے مجھ سے اجازت لیں اور میرے ساتھی بھی مجھ سے اجازت لیں کہ کیا میں قبول کرلوں؟

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنے ساتھ ایک نج صاحب کے ہاں لے گئے جب میری عمر اٹھا رہ برس کی تھی اور فرمایا کہ میں یہاں مہمان ہوں۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ مہمان ہیں، میں تو مہمان نہیں ہوں، میں طفیل بن کر کھانا نہیں کھانا چاہتا، میں نے آپ سے اللہ کے لئے تعلق کیا ہے، دنیا کے مال اور مسترخوان پر مرغی اڑانے کے لئے

نہیں کیا ہے۔ لہذا میں ہوٹل میں کھانا کھا کر ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں، میری اس بات سے شیخ کو وجد آگیا۔ فرمایا شباب! حالانکہ حضرت سے یہ میری پہلی ملاقات تھی اور میں اٹھا رہ برس کا نوجوان تھا۔ پھر فرمایا اچھا ٹھہر جاؤ، اور نجح صاحب سے الگ لے جا کر کہا کہ ان سے دعوت کی درخواست کرو۔ نجح عبد الجلیل صاحب حضرت تھانوی علیہ السلام کے مجاز صحبت تھے۔ انہوں نے مجھ سے بڑی لجاجت سے کہا کہ آپ دعوت قبول کر لیجیے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی دعوت ہرگز قبول نہیں کر سکتا جب تک میں اپنے شیخ سے اجازت نہ لے لوں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ نجح صاحب مجھے دعوت دے رہے ہیں کیا آپ کی اجازت ہے؟ حضرت نے اجازت دے دی اور میرے اس عمل سے حضرت بہت زیادہ خوش ہوئے۔

اگر آپ کو بھی کوئی دعوت دے یا ہدیہ دے تو میرے جتنے سا تھی ہیں، وہ مجھ سے اجازت لیں کہ میں قبول کروں یا نہ کروں؟ اور مقامی حضرات بھی اجازت لیں کہ میں ہدیہ دینا چاہتا ہوں لہذا مولا نا عبد الجمیر صاحب مہتمم مدرسہ آزادِ ول نے پہلے مجھ سے دوستوں کو ہدیہ دینے کی اجازت لی، میں نے اجازت قبول کر لی۔ پھر میں نے اپنے دوستوں کو ان کا ہدیہ دیا کیونکہ طریقت و سلوک کی عظمت بڑی چیز ہے، ورنہ پھر کیا ہو گا؟ مولوی شبیر علی تھانوی نے حکیم الامت علیہ السلام کے ایک مرید سے قرضہ لے لیا۔ مولوی شبیر علی حضرت کے سلے بھتیجے، متولی اور مہتمم خانقاہ تھانوں تھے، انہوں نے حکیم الامت علیہ السلام کی کتاب چھاپنے کے لئے قرضہ لے لیا، بعد میں حضرت کو پتا چلا۔ حضرت نے بلا یا اور فرمایا کہ آپ نے جو قرضہ میا مجھ سے پوچھا تھا؟ میری اجازت کے بغیر میرے مریدوں سے آپ نے کیوں مالی فائدہ اٹھایا لہذا اس سب واپس کرو، جب لوگ یہاں آئیں گے تو کہیں گے کہ بھی؟ یہاں تو جیب کو کافی خطرہ ہے، دیکھو! ان کا بھتیجا ایسا کرتا ہے۔

اس لئے ہمارے بزرگوں نے کچھ اصول بتائے ہیں کہ جو لوگ سفر پر ساتھ چلیں کسی کا ہدیہ قبول نہ کریں جب تک اپنے دینی مرتبی سے اجازت نہ لے لیں۔ اگر کوئی

براہ راست دیتا ہے تو ہرگز قبول نہ کریں کہ ہم بغیر امیر کی اجازتے کے نہیں لے سکتے۔ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کہی میزبان کے ساتھ بازار مت جاؤ، اگر اپنا پیسہ ہے تو اسی سے خرید وورنہ مہمان کا بازار جانا یہ خود سوال ہے۔ اگر جانا ہی ہو تو اتنا پاک ہو کہ کسی طرح میزبان کا پیسہ قول نہ کرے، صاف کہہ دے کہ ہم اپنے پیسوں سے خریدیں گے۔ دیکھئے! کتنا پیار اصول ہے۔

بس کسی سے ایک فرمائش بھی مت کروتا کہ محسوس نہ ہو کہ اللہ والے چاہتے ہیں کہ ان کے چیلے چاپلوں سے فرمائشیں کرتے پھریں، ایسا کرنے سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ کامل جانا ہی کیا کم ہے؟ پھر فرمائش کی کیا ضرورت ہے؟ جس کو اللہ مل گیا اس کو دونوں جہان مل گئے۔ میں کہتا ہوں اگر اس سفر میں ہمیں اللہ مل جائے اور در دل مل جائے اور اللہ والی حیات مل جائے تو اس سے بڑھ کر کون سی بادشاہت ہے؟

شیخ کے پاس چلے لگانے کے آداب

ارشاد فرمایا کہ دوستو! اللہ والوں کو رفیق بناؤ۔ جمعہ جمعہ کی ملاقات عظیم الشان نعمت ہے لیکن اس سے آپ نہیں کہہ سکتے کہ میں فلاں کا رفیق ہوں، دنیا کی تاریخ میں آپ کو رفیق نہیں لکھا جا سکتا، اتنا کہا جائے گا کہ یہ جمعہ جمعہ جایا کرتے تھے۔ کم از کم تین دن بھی رہ لو تو بھی رفاقت ثابت ہو جائے گی، چونیس گھنٹہ بھی رہ لو تو کہہ سکتے ہو کہ میں ان کا ساتھی ہوں، زندگی میں کبھی ایک بار چوپیس گھنٹے رہا ہوں۔ آپ سے جو خطاب کر رہا ہے، اختر نے سترہ سال کی جوانی میں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلی ہی ملاقات میں ۳۰ روپے لگائے تھے۔ اپنا عمل ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا لیکن اپنے دوستوں کی حوصلہ افزائی اور اپنے دوستوں کے ارادوں میں طاقت کے لئے اظہار عمل کر رہا ہوں کہ شیخ سے پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن رہا اور اس کی برکت آج تک محسوس کرتا ہوں کیونکہ میں اعظم گڑھ سے علی گڑھ بھی گیا، جہاں بھی گیا کسی

سو سائٹی سے متاثر نہیں ہوا، ان چالیس دنوں کی صحبت ہر زمانے میں ہر وقت میرے کام آتی ہے۔ شیخ کے پاس چالیس دنوں کی برکت سے ایک حیات عطا ہو جاتی ہے، ایک مزاج بن جاتا ہے بشرطیکہ وہ چالیس دن ایسے ہوں کہ پان کھانے بھی خانقاہ سے باہر نہ نکلے، پان کھانا ہوتو کسی سے پان ملنگا لے۔ مسجد ہو یا شیخ کی صحبت ہو بس، کسی سے زیادہ بات چیت بھی نہ کرے، گفتگو سے بھی نور نکلتا رہتا ہے۔

جس گناہ کی عادت ہو شیخ سے علاج کرانے میں شرما و نہیں

ارشاد فرمایا کہ ہر سالک پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرے، درد بھرے دل سے کرے، بلاغہ کرے، اور ذکر سے جو منضاد چیزیں ہیں، جو ہمیں زمین سے چپکانے والی چیزیں ہیں، جو ہمارے ٹیک آف کرنے کی اور اڑانے کی طاقت کو مفلوج کرنے والی صورتیں ہیں، ان سے دور رہنے کی کوشش کرے۔ اگر دونہمیں رہ سکتے ہو، مرض غالب آ رہا ہے تو شیخ کو اطلاع کرو۔ شیخ سے مت شرما ذکر شیخ کو بتا دیں گے تو وہ کیا سوچیں گے؟ جو دل کی بیماری ہے، وہ شیخ سے ظاہر کر دو۔ جس نے اپنی بیماری شیخ سے چھپائی، ایک دن اس کو رو سیاہی سے آشنائی ہوئی، گناہوں سے منہ کالا ہو گیا۔ اگر ابتداء ہی سے انسان اپنی بیماری سے شیخ کو آگاہ کر دے تو شیخ فوراً اس میں اور گناہ میں فاصلے کر دے گا۔ پیر کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام باطنی راؤگ، بیماریاں، گناہ کی خبیث عادتیں پیش کر دو، بالکل شرم نہ کرو۔ لتنی ہی گندی سے گندی بیماری ہو شیخ کو بتانے میں کوئی شرم نہ کرو، اللہ دو لے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے لیکن ان شاء اللہ! ان کے علاج سے تمہارا راؤگ اچھا ہو جائے گا۔ ابھی تو یہ خالی جوگی ہے پھر نراؤگی ہو جائے گا۔ یعنی نیک ہو جائے گا اور اگر راؤگ نہیں نکلوایا تو بھوگی ہو جائے گا یعنی بدمعاشیاں کرنے لگے گا۔ جوگی، نراؤگی اور بھوگی یہ ہندی الفاظ ہیں۔ تو شیخ کو اپنے تمام امراض کی اطلاع کرو اور وہ جوبات کہے اس پر ہمت سے کام لے کر عمل کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ! چند دن عمل کی برکت سے راستہ صاف ہو جائے گا اور آپ تقویٰ کی برکت سے اللہ کے ولی بن جائیں گے۔

ذکر بھی شیخ کی تجویز کے مطابق کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام کسی اللہ والے کے مشورے سے کریں، اپنی مرضی سے نہ کریں کہیں زیادہ نہ ہو جائے، کیپسول کھاتے ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرتے ہو یا نہیں؟ تھانے بھون کی خانقاہ میں حضرت نے ایک شخص کو دو ہزار ڈکٹر بتایا، اس نے ایک لاکھ، سوالا کھبڑا کر لیا، دماغ گرم ہو گیا، خانقاہ کے کنویں میں کوڈ پڑا۔ مولانا شبیر علی تھانوی عجیب شیئے نے مجھ سے خود بیان فرمایا، جنہوں نے آنکھوں سے دیکھا تھا، بیچ میں کوئی دوسرا اوپر نہیں ہے، ناظم آباد میں ان کا گھر ہے، حکیم الامت عجیب شیئے کے سگے بھیجے ہیں اور خانقاہ کے مہتمم تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس آدمی کو ذکر میں اتنا مزہ آیا کہ زیادہ کر لیا، جب کنویں میں کوڈ اور ڈھم کی آواز آئی تو ہم سب لوگ ڈوڑے، دیکھا تو کنویں میں بھی اللہ کر رہا تھا، وہاں بھی ضریبیں لگا رہا تھا۔ آخر ڈول ڈالا گیا، رسی ڈالی گئی، اس کے ذریعہ نکلا، پھر حضرت نے اس کو پانی وغیرہ پلایا، آہستہ آہستہ معتدل ہو گیا، جب معتدل ہو گیا تب حضرت نے دو تین زوردار تھپڑ لگائے، فوراً نہیں لگائے کیونکہ بعض وقت مریض بے چارہ قابلِ رحم ہوتا ہے۔ پھر سمجھایا کہ اگر کوئی حکیم سات دانے بادام کے بتائے اور تم ایک پاؤ کھا لو تو لگکی اتار کر پچھینک دو گے، پاجامہ اُتر جائے گا اور ننگے پھرو گے۔

یہ واقعہ میرے ایک مریض کے ساتھ پیش آچکا ہے، وہ ایک پاؤ بادام کھا گیا اور رات بھر لگکی کرتہ اُتار کر گھر میں ٹھلتا رہا، شکر ہے کہ باہر نہیں نکلا، صبح کپڑے پہن کر میرے پاس آیا اور بتایا کہ میں نے ایک پاؤ بادام کھائے، اب بہت گرمی لگ رہی ہے۔ میں نے کہا کہ دن بھر لئی پیو، آج روئی مت کھانا، بس دہی لئی اور اس پغول کی بھوسی، دن بھر اس کویہ پلایا تو ٹھیک ہو گیا۔ تو جس طرح دنیاوی دوا اگر ڈاکٹر اور حکیم کی مرضی کے خلاف زیادہ کھالے تو گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو شیخ کے مشورے کے خلاف اس ظالم نے ذکر زیادہ کیا تو کنویں میں کوڈ پڑا، پھر حضرت نے بہت ڈانٹ لگائی کہ اگر تو مر جاتا تو پولیس اشرف علی کو گرفتار کرتی کہ تم کیسے بیبر ہو کہ مریدوں کو مار ڈالتے ہو۔

شیخ کو اصلاحی خط لکھنے کے آداب

ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ کو خط لکھتے رہیں یا اس کے پاس اس کی صحبت میں جاتے رہیں۔ یا تو شیخ کے پاس ہر مہینہ جائیے اور جب جانا نہ ہو تو کم سے کم ہر مہینہ خط لکھئے۔ میرے متعلقین پاکستان سے باہر کسی ملک میں رہتے ہیں وہ پاکستان سے آنے والوں سے پاکستان کے ڈاک ٹکٹ منگوالیں اور انہیں اپنے جوابی لفافہ پر لگا کرو یہ لفافہ اپنے خط میں رکھ کر بھیجیں، یا کسی کا شیخ اگر انڈیا میں ہو تو وہاں سے ٹکٹ منگوالیں، اس سے بہت آسانی ہو جائے گی اور جوابی لفافہ پر اپنا پتہ بھی خود لکھ کر بھیجئے۔ اب ہمارا کیا کام رہا، خالی چند سطر جواب لکھا اور ڈاک خانہ میں ڈال دیا لیکن یا رلوگ اپنے خط کے لفافہ میں نہ تو جوابی لفافہ رکھتے ہیں، لفافہ ہو تو اس پر ٹکٹ نہیں لگاتے ہیں، نہ اس پر پتہ لکھتے ہیں اور اب ہم ان کے خط کا جواب دینے کے لئے لفافہ بھی تلاش کریں، پتہ بھی لکھیں اور ٹکٹ بھی لگائیں۔ جو کام خود کر سکتے ہو وہ کام اپنے بڑوں سے لینا خلاف ہے۔ تہذیب اور بے ادبی ہے۔

شیخ سے اصلاحی مکاتبتوں کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ میں آج کل بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں، اس لئے عام لوگوں سے (بغلہ دلیل کے) میری بار بار یہ گزارش ہے کہ اصلاحی خط میرے پاس نہ بھیجیں، یہاں کے مقامی حضرات جن کو میں نے اجازت دی ہے، جو ہمارے مجازینِ بیعت اور خلفاء ہیں، آپ لوگ سب انہی سے رجوع کر لیں کیونکہ یہاں سے خط کو بھیجننا اور کراچی سے جواب وغیرہ میں بہت مشکل ہوتی ہے، قریبی ڈاکٹر اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے قریب میں جن حضرات سے مناسبت ہو، ان سے رجوع کر لیں، مجھے خط صرف دعا کے لئے لکھ سکتے ہیں، جن حضرات کا دل چاہے دعا کے لئے مجھے خط لکھیں اور جواب کا انتظار نہ کریں۔ جب خط میں لکھا رہے گا کہ دعا کیجئے تو میں دعا کر دوں گا، لیکن ضعف۔ اتنا ہے کہ جواب مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ البتہ ہم نے جن کو اجازت دی ہے، ان کو چاہیے کہ کم سے کم ہر مہینہ مجھے خط بھیجیں

کیونکہ حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ اجازت نام ہے موجودہ حالت کے اوپر اعتماد کا، اگر کوئی خلیفہ خط نہیں بھیجا تو کیا معلوم کہ اس کے حالات کیا ہو گئے؟ درست ہیں یا خراب ہو گئے؟ تو خلافت نام ہے اعتماد کرنا موجودہ حالت پر، مستقبل میں میں کیا ہو گا، کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ لہذا اس کو بھی دیکھتے رہو کہ مستقبل میں صراطِ مستقیم پر قائم ہے یا نہیں؟ خلافت کوئی ایسی وحی الہی نہیں ہے کہ پھر جو کام بھی کرتے رہو کوئی پروادہ ہی نہیں۔ یہ دیکھو کہ اپنے بزرگوں کے مسلک پر، شریعت پر، سنت پر، صراطِ مستقیم پر قائم ہے یا نہیں؟ ایک خلیفہ کا خط کئی مہینہ تک نہیں آیا، تو حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب عزیز اللہ سے فرمایا اور حضرت پھولپوری نے مجھے بتایا کہ حضرت نے فرمایا ”فلان صاحب کا جو میرے مجاز ہیں، خط نہیں آ رہا ہے، اب مجھے ان کی حالت غیر معتبر معلوم ہوتی ہے، اگر کچھ دن اور انہوں نے اسی طرح ڈھیلا ڈھالا تعلق رکھا تو ان کی اجازت کو منسوخ کیا جائے گا۔“ لہذا ڈھیلا پن اچھا نہیں ہے، جو آدمی عمل میں ڈھیلا ہوتا ہے وہ ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے۔

مجاز یعنی خلفاء ہر مہینے شیخ کو کم از کم ایک خط ضرور لکھیں

لہذا میں ان حضرات کو بار بار یہ یاد دہانی کر رہا ہوں کہ جن لوگوں کو ہم نے اجازت بیعت دی ہے، وہ موجودہ حالات کے اعتماد پر دی ہے، ان کو چاہیے کہ **نمبر ۱:** ہر مہینہ خط بھجیں۔ حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ اگر خط سے کوئی فائدہ نہ بھی ہوتا تو دعا کی درخواست تو ہوتی ہی ہے۔ کوئی حال نہ ہو تو یہی لکھ دو کہ آج کل لکھنے کے قابل میرا کوئی حال نہیں ہے، بے حال ہوں، توبے حال ہونا بھی ایک حال ہے۔ اگر آدمی کو کوئی خاص حالت محسوس نہ ہو تو خط میں یہ لکھ دے کہ آج کل میری کوئی خاص حالت نہیں ہے، یہ بھی حالت ہے۔ **نمبر ۲:** معمولات کے بارے میں لکھنا چاہیے کہ ہم پورے معمولات پر عمل کر رہے ہیں یا جو پر عمل کر رہے ہیں؟ یا فلاں فلاں جو پر ہم سے عمل نہیں ہو رہا ہے۔ **نمبر ۳:** استقامت و فلاح دارین کی دعا کی درخواست کرے تو

شیخ اس پر لکھتا ہے کہ دل سے دعا کرتا ہوں۔ ایک جملہ یہ بھی لکھا کرو کہ ظاہری اور باطنی ترقیات کے لئے دعا کی گزارش ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً ظاہری اور باطنی ترقیات، اس کے انوار مرید کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

اس دعا کے لئے بہت بزرگوں کا تجربہ ہے اور میرا بھی تجربہ ہے کہ شیخ سے رابطہ کے لئے خط لیٹر بکس میں ڈالتے ہی فوراً قلب میں ایک نور محسوس ہوتا ہے اور جس مقصد کے لئے سالک اس خط میں لکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام بنانا شروع کر دیتے ہیں، چاہے خط ابھی شیخ کو ملا ہو یا نہ ملا ہو کیونکہ جس کو کام بنانا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ اس نے اپنے مرتبی کو خط لکھ دیا، کام تو اللہ میاں کو بنانا ہے۔ کبھی خط ضائع بھی ہو سکتا ہے، کبھی ایسا ہو تا ہے کہ شیخ سفر پر ہے، ایک شخص نے حضرت والامولا نا شاہ ابرا الحنفی صاحب ہردوئی دامت برکاتہم سے پوچھا کہ اگر خط کا جواب نہ ملتوم رہا کہ تم لکھتے رہو تو ہمیں اپنا کام کرنا ہے، شیخ سے جواب آئے نہ آئے، لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ شیخ سے، اپنے مرتبی سے رابطہ رکھتا ہے۔ تجربے کی بات بتا رہا ہوں کہ کوئی پریشانی، کوئی مصیبت، کوئی ہنگامی حالت آئی تو میں نے فوراً خط لکھ کر لیٹر بکس میں ڈال دیا، اسی وقت سے کام بنانا شروع ہو گیا۔ ہردوئی پہنچتے پہنچتے دس دن لگتے ہیں یا شیخ اگر سفر پر ہے، وہ جب گھر واپس آئے گا تب پڑھے گا لیکن کام شیخ نہیں بناتا، کام اللہ بناتا ہے، یا سباب ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ میرے مقبول بندوں سے مجرّے رہیں، رابطہ رکھیں۔

شیخ کو خط لکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد شروع ہو جاتی ہے

جس کام کے لئے آپ نے شیخ کو خط لکھا ہے، اس کام کو اللہ تعالیٰ اسی وقت سے بنانا شروع کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ شیخ کی دعاؤں سے بھی بے نیاز ہیں، اور اگر خط شیخ کو مل گیا، اکثر یہی ہوتا ہے کہ شیخ اسی وقت دعا کرتا ہے۔ خواجہ صاحب عین اللہ نے حضرت حکیم الامت عین اللہ سے پوچھا کہ آپ سب کو لکھتے ہیں کہ دل سے دعا کرتا ہوں، یہ دعا آپ کب کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت خط دیکھتا ہوں اسی وقت دل کو

حاضر کرتا ہوں اور دل سے کہتا ہوں کہ یا اللہ! جو کچھ اس خط میں لکھا ہے اس کی تمام مراد پوری کر دے۔ ضعیفوں کے لئے نفخ بتارہا ہوں، اگر پیر کمسنور ہو، لمبے لمبے خط ہوتے ہیں، سارا خط انہیں پڑھ سکتا تو اللہ میاں سے یہی کہہ دے کہ اس خط میں جو کچھ اس کی پریشانیاں ہیں، اے اللہ! سب دور فرمادے، بس اللہ تودیکھ رہا ہے۔

شیخ کو خط لکھنے میں مرید کو غفلت اور سستی نہیں کرنی چاہیے

اس لئے خط بھیجنے میں مرید کو غفلت اور سستی نہیں کرنی چاہیے۔ لمبا چوڑا خط بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، تین سطر کا بھی خط ہوتا ہے، ایک سطر میں ”میں خیریت سے ہوں“، دوسری میں معمولات پورے ہو رہے ہیں یا اُس کا جزو، اس کی وجہ کیا ہے؟ ضعف ہے یا سستی ہے یا بیماری، اکثر یہی سبب ہوتے ہیں، سستی یا غفلت یا بیماری۔ تیسرا سطر میں ”میری ترقی ظاہری اور باطنی کے لئے دعا کی گزارش کرتا ہوں، یا فلاحِ دارین کے لئے دعا کی گزارش ہے۔“

شیخ سے خط و کتابت میں سستی کے نقصانات

اب دیکھئے! میں جب سے یہاں ڈھا کہ آیا ہوں تو تین خط رجسٹری اپنے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو بھیج چکا ہوں، آج ایک کی رسید بھی مل گئی حالانکہ ابھی زیادہ دن بھی نہیں ہوئے ہیں، مشکل سے چودہ دن ہوئے ہیں، ۱۲۰ ردنوں میں تین خط ہم نے بھیجا ہے، اس لئے کہ یہ اللہ کا راستہ ایسا ہے کہ اگر مرتبی سے اس کا کٹ آؤٹ ہٹ جائے تو سارے پکھے، فرتنگ اور ڈیپ فریز رسب بند ہو جائیں گے تو شیخ کٹ آؤٹ ہوتا ہے، اگر کٹ آؤٹ سے دور ہوئے تو گیٹ آؤٹ کا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی ہوتی ہے، محض شیخ کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ شخص اپنے مرتبی سے مستغفی ہو رہا ہے، خط و کتابت میں سست ہو رہا ہے تو اللہ کی طرف سے باطنی طور پر برکت اس کی ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے پورے مہینے میں ایک مرتبہ وقت نکالنے،

چاہے خط لکھنے کے لئے معمولات چھوڑ دیجئے، جتنے وظیفے ہیں، سب بند کر کے خٹکلو، یہ سب سے بڑا وظیفہ ہے کہ شیخ سے رابطہ رہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص اپنے مربی سے رابطہ رکھتا ہے تو حق تعالیٰ کا اس پر فضل ہو جاتا ہے۔

شیخ کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے بڑے احسانات ہوتے ہیں، یہ بہت نازک راستہ ہے،
 شیخ کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، مَنْ لَمْ يَشُكِّرِ النَّاسَ لَمْ يَشُكِّرِ اللَّهَ،
 جس نے انسان کا شکریہ ادا نہیں کیا، جس نے اپنے شیخ و مرشد اور مربی کا شکریہ ادا نہیں کیا،
 اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ مولانا رومی عَثَلَةَ اللَّهِ فرماتے ہیں کہ ایک شیخ کے
 خلیفہ کے ہاتھ پر لوگ بہت بیعت ہو گئے، اس کی دکان زیادہ چمک گئی، مجمع زیادہ لگ گیا
 تو اس کے دل میں احساس ہوا کہ میں اپنے پیر سے افضل ہوں، لہذا اس نے پیر کے پاس
 آنا جانا چھوڑ دیا کہ افضل کو کیا ضرورت ہے غیر افضل کے پاس جانے کی؟ شیخ نے سمجھ لیا
 کہ آج کل یہ عجب میں بتلا ہو گیا ہے اور آنا جانا بند کر دیا ہے، خط و کتابت بھی نہیں کرتا
 لہذا شیخ کے قلب کو صدمہ پہنچا۔ جب شیخ کے قلب کو صدمہ پہنچا تو قلب کا محاذات فیض
 بدلتا گیا اور خلیفہ کا دل آہستہ آہستہ سیاہ ہونے لگا۔ جب دل پورا کالا ہو گیا اور معمولات و
 اعمال سب چھوٹ گئے اور کیفیت و عبادات سب ختم ہو گئیں تو پھر وہ بہت پریشان ہوا،
 اتنا اس کو صدمہ پہنچا کہ اس نے خود کشی کر لی، حرام موت میں مر گیا۔

خلافت کی تمنا بھی دنیا ہے

مولانا رومی عَثَلَةَ اللَّهِ نے یہ واقعات عبرت کے لئے لکھے ہیں تاکہ اپنے شیخ سے
 رابطہ مضبوط رکھیں، خصوصاً جو مجاز خلفاء ہیں، جن کو میں نے خلافت دی ہے، وہ ہر مہینہ ایک
 خط لکھیں، کبھی کوئی عذر ہو جائے تو اس کو لکھ دیں کہ ہمیں اس مہینے کہیں سفر پیش آ گیا تھا یا
 کوئی محجبوری ہو گئی تھی۔ اور جو حضرات یہاں پر (بلکہ دیش میں) ابھی خلیفہ نہیں بنے ہیں،

وہ خلافت کی تمنا نہ کریں، خلافت کی تمنا بھی دنیا ہے، سمجھے آپ!

کلکتہ، ہندوستان سے ایک صاحب نے تھانہ بھون حکیم الامت تھانوی عین اللہ کو دور پسیہ میں آرڈر کیا اور لکھا کہ یہ دور پے بھیج رہا ہوں، اب آپ مجھے خلافت نامہ بھیج دیجئے، اپنا غایفہ بنا لیجئے۔ حضرت نے اس کو لکھا کہ دور پے میں تو خلیفہ کی کسبت بھی نہیں ملتی، جام کے پاس جو چہرے کا تھیلا ہوتا ہے، جس میں وہ جامت کے اوزار رکھتا ہے اسے کسبت کہتے ہیں۔ حضرت نے ان کو مذاقاً لکھا کہ میاں! دور پے میں تو یہ چیز بھی نہیں ملتی، تم کہتے ہو کہ تمہیں خلیفہ بنالوں لکھنوا لے جام کو بھی خلیفہ کہتے ہیں کہ خلیفہ جی آ گئے۔ یہ شیعوں نے ایجاد کیا تھا تا کہ غفاریے راشدین کی تو ہیں ہو، جام کو خلیفہ کہنا یہ شیعوں کی ایجاد ہے لہذا اب یہ لفظ جام کے لئے کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

شیخ کی صحبت میں شیخ بننے کی نیت مہلک ہے

ارشاد فرمایا کہ یہ نیت کرنا کہ میں شیخ بن جاؤں یا خلیفہ بن جاؤں، یہ اللہ کے راستہ کا حجاب ہے۔ اگر یہ تمنا دل میں آئے تو اللہ سے دوری ہو جائے گی۔ مقصود صرف اللہ ہونا چاہیے کہ اے اللہ! آپ مل جائیں۔ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ میں چاہ رہا ہے یا خود کو چاہ رہا ہے کہ میں شیخ بن جاؤں۔ جہاں اللہ کے علاوہ کسی غیر کو چاہا دوری ہو گئی۔ اللہ میاں کی نظر سے نظر ملی رہے کہ وہ کس بات سے خوش ہوتے ہیں اور کس بات سے ناراض ہوتے ہیں؟ خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی تمنا اخلاص کے درخت میں گھن لگا دے گی، جیسے آم کی ٹہنی نیم کے درخت کی ٹہنی سے مل جائے تو سارا آم کڑوا ہو جائے گا۔

ایک غیر مخلص مرید کی حکایت

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص گنگوہ گیا، مولانا رشید احمد گنگوہی عین اللہ سے بیعت ہوا، اللہ اللہ کیا، دس سال کے بعد شکایت کی کہ مجھے کچھ نہیں ملا، آپ نے مجھے خلافت بھی نہیں دی، لیس اب میں جا رہا ہوں۔ تو حضرت نے پوچھا کہ یہاں کس لئے آئے تھے؟

کہا کہ اسی لئے تو آیا تھا کہ کچھ دن خدمت کروں گا، آپ خلافت دیں گے تو میں بھی اپنی پیری مریدی کی دکان کھلوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ظالم! جبھی تو تجھے کچھ نہیں ملا، اگر اللہ کے لئے آتا تو اللہ کو پا جاتا۔

خلافت کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ خلافت جنت کی ضمانت نہیں، بزرگوں کا حسن ظن اور اعتماد نامہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے حالات خدا نخواستہ بگڑ جائیں تو بزرگوں کا اجماع ہے کہ ایسے شخص کی خلافت عملاً سلب ہو جاتی ہے اور برکت ختم ہو جاتی ہے اور اس سے دین کا کام نہیں لیا جاتا۔ اس لئے خلفاء کو چاہیے کہ اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سنت و شریعت پر گام زدن رہیں اور اپنے حالات کو اہل اللہ سے ملاتے رہیں کہ کہیں ہم شاہراہ اولیاء سے تو نہیں ہٹ رہے ہیں۔ اس لئے خلافت کو نعمت تو سمجھیں کہ اہل اللہ کا حسن ظن ہے اور بزرگوں کے حسن ظن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ناہل کو بھی اہل بنادیتے ہیں لیکن اس کو جنت کا ٹھیک نہ سمجھیں، خوف کا مقام ہے۔ بہت سے غیر خلفاء اپنے تقویٰ و خشیت کی برکت سے نور کے منبروں پر ہوں گے اور بہت سے خلفاء کی بوجہ بدلی مشکل کی ہوئی ہوں گی، اللہ پناہ میں رکھے۔ نجات کا مدار اعمال پر ہوگا۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا ارشاد بیعت کی اجازت دینا دراصل بمنزلہ مدارس کی سند کے ہے۔ حکیم الامت حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کا ارشاد ہے کہ جیسے علوم درسیہ میں جو سند فراغ دی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ابھی اسی وقت اس کو ان علوم میں ”کمال“ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دی جاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ برا بر درس و مطالعہ میں مشغول رہے تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا، پھر اگر وہ اپنی غفلت اور ناقدری سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کر دے تو اس کا الزام سند دینے والے پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے۔ اسی طرح جو کسی کو اجازت بیعت دی جاتی ہے اس کا مطلب

نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محسوس اس ظنِ غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضروری حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ برابر اس کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ (از اکابر کا سلوک و احسان: ص: ۳۳)

نااہل کو اجازت بیعت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ مشائخ بسا اوقات نااہل کو بھی اجازت دے دیتے ہیں، کسی نااہل میں شرم و حیا کا مادہ دیکھ کر اس امید پر مجاز کر دیتے ہیں کہ جب وہ دوسروں کی تربیت کرے گا تو اس کی لاج و شرم سے اپنی بھی اصلاح کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن کامل ہو جائے گا۔ (ایضاً: ص: ۲۵)

تقویٰ پر استقامت کے بغیر خلافت دینا جائز نہیں

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شیخ نے غلطی سے کسی کو خلافت دے دی اور وہ گناہ کرتا رہتا ہے، گناہوں سے حفاظت اس کو حاصل نہیں ہے تو اس سے سلب خلافت شیخ پر واجب ہے، نہ صرف یہ کہ اس کی خلافت میں برکت نہیں ہو گی بلکہ خطرہ ہے کہ نفس کی شامتِ اعمال سے کسی وقت وہ کپڑا جاسکتا ہے اور رُسوأ ہو سکتا ہے، اور اس کی رُسوائی سے پورے سلسلے کی اور پوری خانقاہ کی رُسوائی ہو سکتی ہے، اس لئے کم سے کم تقویٰ پر استقامت کے بغیر خلافت دینا جائز نہیں ہے۔

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ سے تعلق ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سات سو برس پہلے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ اول کے انتقال کے بعد دوسرا زندہ شیخ تلاش کرو کیونکہ مردہ شیر سے بہتر زندہ بلی ہے، یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ چنانچہ شیخ اول کے بعد جن لوگوں نے کسی دوسرے مرتبی کی صحبت اختیار نہیں کی، ان کے حالات میں زوال آ گیا، آہستہ آہستہ وہ انوار و برکات ختم ہو گئے، اور وہ مصلح توکیا رہتے صالح بھی نہ رہے۔

اصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے

لہذا جب شیخ کا انتقال ہو گیا تو اس کا ساتھ توثیم ہو گیا، اب دوسرا شیخ تلاش کرو کیونکہ اب اس کا فیض بند ہو گیا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی، زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔ مولانا رومی رَحْمَةُ اللّٰهِ فرماتے ہیں شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ ڈولیں کنویں میں نیچے گری ہوئی ہیں اور ایک آدمی کنویں کے اوپر زندہ کھڑا ہے اور وہ اوپر سے اپنی ڈول کنویں میں ڈالے ہوئے ہے، جس سے وہ گری ہوئی ڈولوں کو کنویں سے نکال رہا ہے، یہ شیخ ہے اور اس کے دو مرتبے ہیں، جسم سے وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے اعتبار سے وہ دنیا سے باہر ہے۔ آپ کی روح کو وہ اپنی روح سے پکڑ کر دنیا سے نکال رہا ہے اور اللہ سے ملا رہا ہے، ولی اللہ بنارہا ہے لیکن اگر وہ اوپر کا آدمی جو ڈول سے نکال رہا تھا انتقال کر گیا تو اب وہ کنویں سے نہیں نکال سکتا کیونکہ جس ساتھ میں ڈول اور رسی تھی وہ نہیں رہا لہذا اب دوسرا آدمی آئے گا اور اپنی ڈول ڈال کر کنویں سے دوسری ڈولوں کو نکالے گا۔ لہذا شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرو کیونکہ اس کا فیض اب بند ہو گیا۔ اگر خود بھی شیخ ہے تو اپنے خصوصی معاملات میں وہ دوسرے شیخ کا محتاج ہو گا، اپنی اصلاح خود نہیں کر سکتا، جس طرح ڈاکٹر بیمار ہو جائے تو خود اپنا علاج نہیں کر سکتا، دوسرے ڈاکٹر کے مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی پر میرے دو شعر ہیں جو روایوں میں ہوئے تھے۔

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواوں سے

کرے ہے جتجو دکتور بھی دکتوِر ثانی کی

بدون صحبت مرشد تھے کیسے شفا ہو گی

نہیں جب شیخ اول، جتجو کر شیخ ثانی کی

پہلے شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ کرنے کی دلیل قرآنی

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ کا انتقال ہو گیا، اب قبر سے مجھے اپنے شیخ کا فیض آ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایک ہوائی جہاز پر دیکھو کہ پائلٹ کی سیٹ خالی ہے

اور پائلٹ مر گیا ہے اور قبر سے ہوائی جہاز اڑا رہا ہے، قبر سے پائلٹ کا فینیش آرہا ہے تو اس جہاز میں بیٹھو گے؟ یا زندہ پائلٹ دیکھو گے؟ اسی طرح زندہ شیخ اختیار کرو۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ تلاش کرنا فتنہ باطنی سے واجب ہے، غور سے سنتا، فقد باطنی کہہ رہا ہوں۔ جب شیخ کا انتقال ہو جائے، اب دوسرا شیخ تلاش کرو چاہے تکلیف محسوس ہو، پہلے شیخ جیسی مناسبت دوسرے شیخ سے نہ بھی ہو، برداشت کرو، اللہ تعالیٰ اس پر ڈبل اجر دیں گے۔ اس کو قرآن شریف سے ثابت کرتا ہوں، یہ شاید آخرت ہی کے دل میں آئی ہو، لفظ ”شاید“ لگا دیتا ہوں تاکہ دعویٰ نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو دو پیغمبروں پر ایمان لائے، پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، اب اگر یہود و نصاریٰ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے:

﴿أُولَئِكَ يُؤْتَونَ أَجْرًا هُمْ مَرْتَبَتُهُنَّ مَا صَبَرُوا﴾

(سورہ القصص: آیہ ۵۲)

ان کو ہم ڈبل اجر دیں گے، کیوں؟ ممکنہ انہوں نے صبر کیا ہے۔ پہلے شیخ سے ہو سکتا ہے کہ اتنی مناسبت ہو کہ دوسرے شیخ سے ولیسی نہ ہو۔ اس لئے اللہ نے میرے دل میں یہی آیت ڈالی کہ جو شیخ اول کے انتقال کے بعد دوسرا مرشد کرتا ہے تو یُؤْتَونَ أَجْرًا هُمْ مَرْتَبَتُهُنَّ اس کو اللہ ڈبل اجر دے گا۔

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ کرنا کیوں ضروری ہے؟

سوال: ایک صاحب نے پوچھا کہ کسی کے شیخ نے مرنے سے پہلے وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد کسی سے تعلق نہ کرنا، ان کے لئے اب کیا حکم ہے؟ **ارشاد فرمایا کہ** اگر کسی کے شیخ نے وصیت کی کہ میرے بعد کسی سے تعلق نہ کرنا، اگرچہ اہل حق میں سے ہوں، مگر اس قول پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ڈاکٹر مرنے لگے اور مریض سے کہہ دے کہ میرے بعد کسی ڈاکٹر کو مت دیکھانا، بلکہ میری قبر پر آ جانا، میں قبر سے انجکشن مار دوں گا تو ایسی وصیت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔

حکیم الامت حضرت ھانوی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سارے علماء اور اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا زندہ شیخ کرلو۔

شیخ ثانی کے حقوق کے متعلق اہم تنبیہ

ارشاد فرمایا کہ جس کے کئی شیخ ہوں یعنی ایک شیخ کے انتقال کے بعد وسرے شیخ سے تعلق کیا، پھر دوسرے شیخ کے انتقال کے بعد تیسرے شیخ سے تعلق کیا، اس کے لئے نصیحت ہے کہ جو شیخ گزر گئے، ان کا فیض ان کے کٹ آوت کے ختم ہونے سے ختم ہو گیا، اب جو زندہ شیخ ہے اسی کے کٹ آوت سے فیض آئے گا۔ یہ یقین رکھو کہ پہلے دونوں مشائخ جو حرمۃ اللہ علیہ ہو گئے ان کا فیض بھی موجودہ شیخ کے کٹ آوت سے آرہا ہے اور اپنے شیخ کے لئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ میرے لئے ان سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے، دنیا اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے مگر میرا شیخ میرے لئے سب سے زیادہ مفید ہے۔ اور شیخ کی پہچان یہ ہے کہ سلسلہ کے کسی شیخ سے اس کی نسبت ہو، اس سے خلافت پائے ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ موجودہ شیخ کارنگ پہلے مشائخ جیسا ہو کیونکہ ہر دوی کی شان منفرد ہوتی ہے، ہر ایک کارنگِ نسبت الگ ہوتا ہے مثلاً حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاگڑھی علیہ السلام کی شان اور تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری علیہ السلام کی اور شان تھی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی شان اور ہے۔

ہمارا جو کچھ کام ہے وہ حضرت ہر دوی دامت برکاتہم کی جو تیوں کا صدقہ ہے ورنہ اختر کوں پوچھتا اگر حضرت اجازت بیعت نہ دیتے۔ یہ سب کچھ بہار اور رونق حضرت کے تعلق کی ہے، حضرت کی اجازت کی وجہ سے لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں اگرچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب علیہ السلام نے بھی مجھ کو خلافت دی ہے لیکن حضرت ہر دوی کے صدقہ ہی میں آج مجھے دنیا پوچھ رہی ہے۔ لیکن بعض لوگوں کو شیطان دوسرے شیخ کو معمولی دکھاتا ہے کہ تمہارا موجودہ شیخ معمولی ہے، پہلا شیخ بہت بڑا تھا تو سمجھ لاو شیطان مردود آگیا اور شیخ کے فیض سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس کی بات میں نہیں آنا چاہیے۔ شیخ کو

پہچانے کے لئے بھی عقل اور دل و دماغ ہونا چاہیے۔ شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے اپنی ماں جس ماں کا دودھ پی کر جوان ہوا ہے اس ماں کا احسان مانتا چاہیے۔ اپنی ماں چاہے جیسی بھی ہو، گرم مزاج کی ہو یا کڑوے مزاج کی لیکن اسی کے دودھ سے پروش ہوتی ہے۔ دوسرے کی ماں کا مزاج کتنا ہی ٹھنڈا ہوا رکتا ہی وہ پیار دے گر اس نے دودھ نہیں پلایا۔ اسی طرح شیخ روحاںی ماں ہے۔ دوسرے شیخ کیسے بھی ہوں مگر ہمیں تو اپنے ہی شیخ کا دودھ ملا ہے، ہماری پروش تو انہوں نے ہی کی ہے، ان ہی کی برکت سے آج سارے عالم میں ڈنکا پٹ رہا ہے۔ اپنی ماں اگر ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی ہے تو یہ بھی اس کی شفقت اور رحمت کی وجہ سے ہے۔

شاہ عبدالغنی صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ بڑی پیاری ایک بات فرماتے تھے کہ کسی کی ماں کالی کلوٹی ہو، صورتاً اچھی نہ ہو، اس کا لباس بھی معمولی ہو، وہ بھی پسینہ سے بدبو دار ہو، لیکن وہ اپنے بچہ کو دودھ پلارہی ہے، جس سے بچہ روزانہ ٹگڑا ہورہا ہے، طاقتو رہورہا ہے۔ ایک دن ایک خوبصورت رانی یعنی راجہ کی بیوی بڑی عمدہ ساڑھی پہنے اور قیمتی خوبیوں میں لگا کر آئی اور اس بچہ سے کہا کہ اپنی کالی کلوٹی اماں کو چھوڑ دے، اس کی شکل بھی اچھی نہیں ہے اور لباس بھی معمولی ہے، آدیکھ مجھے، میں کس شان کی ہوں، مجھے اپنی اماں بنالے تو بچہ کہتا ہے کہ میں تجھے اماں کیسے بنالوں؟ دودھ تو میں نے اس ماں کا پیا ہے اور اماں تجھے بنالوں؟

حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے ایک مرتبہ مجھ سے ہردوئی میں فرمایا تھا کہ میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرایا نہ کرو، اگر تم میری برداشت نہیں کرو گے تو تمہاری بھی تو اولاد ہے یعنی تمہارے مرید تمہاری ڈانٹ کیسے برداشت کریں گے، کتنی بڑی بات فرمائی۔ اللہ والوں کی ڈانٹ ڈپٹ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے۔ شیخ کے ادب اور اس کے ناز اٹھانے پر حضرت حکیم الامت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ مست ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کہتے ہیں بے وفا ہے وہ جاؤ وہ بے وفا سکی

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

جان و دل عزیز رکھنے والا عاشق نہیں ہوتا، جان و دل فدا کرنے والا عاشق ہوتا ہے۔

خواتین کے لئے راہِ سلوک کا لائچے عمل

ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر حس اللہ والے سے مناسبت ہو اس کی صحبت میں رہا کرو اور خواتین اس کی باتیں اور تقریر سنتی رہیں اور اس کی کتابیں پڑھتی رہیں۔ مرد آنکھوں سے صحبت یافتہ ہوں گے اور عورتیں کانوں سے صحبت یافتہ ہو جائیں گی، اُس اللہ والے کا فیضِ نسبت اور درودِ الفاظ کے ذریعہ کانوں سے ان کے دل میں اُتر جائے گا، رابعہ بصریہ ہو جائیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سوال: حضرت والا! مرد حضرات آپ کے پاس آتے جاتے ہیں، نام نہیں تو چہرہ تو آپ والا کو یاد رہتا ہوگا۔ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوں گے، ان کا نام یا ان کا چہرہ سامنے آتا ہوگا مگر حضرت والا ہم خواتین کا تعلق تو خط یا بہت ہوا فون کے ذریعہ ہوتا ہے۔ حضرت والا! دل میں بار بار آتا ہے، میرا تو کوئی ایسا کام نہیں، کوئی عمل ایسا نہیں جس سے آپ والا کی خصوصی دعاؤں میں میرا بھی حصہ ہو، حضرت والامردوں کے مزے ہیں کہ آپ والا کی دعا نہیں بھی لیتے ہیں، صحبت بھی اٹھاتے ہیں اور آپ والا کی مبارک نظر بھی ان پر پڑتی رہتی ہے۔

جواب: عورتوں پر جب پیغمبرِ خدا ﷺ کی نظر نہیں پڑی اور ان میں ایسی ایسی صاحبات رضی اللہ عنہیں جو مردوں سے بھی آگے نکل گئیں، اسی طرح بہت سی ولیہ ایسی ہوں گیں جو مردوں سے بھی بازی لے گئیں۔ پس جو مرد یا عورت زیادہ قیمعِ سنت ہو اس کو خود بخود شیخ کا فیض پہنچتا ہے، ان کے چہرے کا شیخ کے ذہن میں ہونا ضروری نہیں، جو عورتیں زیادہ قیمعِ سنت ہیں ان کے لئے مردوں سے بھی زیادہ دل سے دعا لائی ہے۔

ہماری خانقاہ کا یہ اصول ہے کہ عورتوں سے پرداز سے بھی ملاقات نہیں کرتے۔

اصلاح کے لئے محرم سے دستخط کراکے خط و کتابت کی اجازت ہے۔ عورتوں کے لئے اہل اللہ کی صحبت یہی ہے کہ پرداز سے ان کا وعظ سنیں جو صاحبات کا طریقہ تھا اور یہ میسر نہ ہو تو ان کی کتب کا مطالعہ کریں، اور گناہوں سے بچیں، شیخ نے جو ذکر بتایا ہو

اس کی پابندی کریں مثلاً عورتوں کو سجان اللہ کی تین تسبیح مشائخ بتاتے ہیں، سنت کی اتباع کریں، اسی سے ان شاء اللہ! اللہ کی ولایت نصیب ہو جائے گی، کوئی کمی نہ ہو گی بلکہ بعض عورتیں مردوں سے بھی آگے نکل جاتی ہیں۔

عورتوں کے لئے شیخ کے بیانات سننے اور مواعظ پڑھنے کا حکم ہے
ارشاد فرمایا کہ وقّاً فوتاً خواتین خط میں لکھتی ہیں یا فون کرتی ہیں یا باہر ملک سے پیغام بھجواتی ہیں کہ مردوں کے مزے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں، آپ کے پاس وقت گزارتے ہیں، آپ کے پاس چلے لگاتے ہیں، ان کو توجیحت اہل اللہ مل جاتی ہے، وہ تو اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن ہم عورتیں نہ آپ کو دیکھ سکتی ہیں، نہ خانقاہ آسکتی ہیں، نہ وقت لگا سکتی ہیں، ہم کیسے رابعہ بصریہ بن سکتی ہیں؟ ان کو کہتا ہوں کہ چاہے کوئی کتنا بھی بڑا اللہ والا ہو لیکن شریعت کے حکم کے تابع ہو گا، نامحرم سے شرعی پرودہ کرنا فرض ہے، اللہ کا حکم توڑ کر کوئی اللہ والا نہیں بن سکتا۔ صحابیات فیض اللہ عنہ سے حضور ﷺ پرودہ فرماتے تھے اور صحابیات حضور ﷺ کی مبارک باتیں کانوں سے سن کر صحابیہ بنتی تھیں۔ آج بھی اگر عورتیں شیخ کی مجلس میں شرعی پرودے سے بیان سنیں، یا کیسٹ سے بیان سنیں اور اپنے شیخ کی کتابیں پڑھیں تو وہ کان سے سن کر اور اس پر عمل کر کے رابعہ بصریہ بن سکتی ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ خواتین کے شیلیفون آتے ہیں کہ آپ صحبت شیخ کے بارے میں جو بیان کرتے ہیں تو ہم صحبت میں کب آئیں؟ ثانِم کیا ہے؟ میں نے کہا کہ عورتوں کے لئے مسئلہ دوسرا ہے، ان کو کانوں کے ذریعہ فائدہ پہنچا گا، بس میری تقریر سنانا کرو۔ عورتوں کے لئے اہل اللہ کی صحبت ان کا وعظ سننا ہے، وہ کان کے ذریعہ سے صاحب نسبت اور ولی اللہ ہو جائیں گی۔ کانوں سے سنتی رہیں یا ان کے کیسٹ سنتی رہیں اور کیسٹ دستیاب نہ ہوں تو اللہ والوں کی کتابیں پڑھیں لیکن وعظ سننے کا فائدہ کتاب سے زیادہ ہے کیونکہ وعظ میں مقرر کا درد دل برآ راست شامل ہوتا ہے لہذا جہاں وعظ ہو پہنچ جاؤ بشر طیکہ پرودے کا انتظام ہو، جس پیر کے یہاں دیکھو کہ عورتیں اور مرد مخلوط بیٹھے ہیں تو سمجھو یہ پیر نہیں ہے، پیر ہے،

وہاں سے اپنے پیر جلدی سے اٹھا لو اور اُدھر کارُخ بھی نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ والا نہیں ہے شیطان ہے، شاہ صاحب نہیں ہے سیاہ صاحب ہے اور اس کی خانقاہ نہیں ہے خواہ مخواہ ہے۔

عورتوں کے لئے معیتِ صادقین کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ہمارے اکابر کا یہ جو سلسلہ ہے کہ مختلف شہروں میں اور ملکوں میں جاتے تھے، کچھ دن وہاں قیام کرنا، مجلسیں کرنا، یہ حقیقت میں اسی صحبت پر عمل ہے۔ اسی بہانہ سے مستورات کو پردوں سے آواز تو پہنچتی ہے، یہ بھی ایک قسم کی صحبت ان کو حاصل ہے، یعنی مرد کا مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ نبی کو دیکھ لے تو صحابی ہو گیا، اگر اندھا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو بھی صحابی ہو گیا حالانکہ اس نے خود نہیں دیکھا جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رض نے کہا دیکھا تھا؟ ناپینا تھے لیکن حالتِ ایمان میں اگر خود نہ بھی دیکھ سکے لیکن نبی اس کو دیکھ لے تو وہ بھی صحابی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جن عورتوں نے حالتِ ایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بغیر دیکھ کر لی وہ بھی صحابیات ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کی سماعت کی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ نبوت پایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی، نہ نبی نے ان کو دیکھا نہ انہوں نے نبی کو دیکھا لیکن وہ صحابیات ہیں۔ لہذا عورتیں اگرچہ اپنے شیخ کو نہ دیکھیں کیونکہ ان کے لئے پردوے کا حکم ہے لیکن شیخ کی آواز سن لیں اور اس مجلس میں ان کا موجود رہنا یہی ان کا صحبت یافتہ ہو جانا ہے۔

عورتوں کے لئے نیک صحبت کا طریقہ از حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرمایا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ تَقُولُوا اللَّهُ وَ كُوْنُوا مَعَ الصَّدِيقِينَ (اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈر کے رہو یعنی تقویٰ والی زندگی اختیار کرو اور دین میں سچے اور پکے لوگوں کے ساتھ رہو) آیت کے دوسرے جزو کے متعلق منحصر عرض کرتا ہوں۔ اس جزو کا حاصل تو یہی ہے کہ اس میں کمال دین حاصل کرنے کا طریقہ بتلا یا گیا ہے کہ تم کاملین اور راسخین فی الدین کے ساتھ ہو جاؤ۔ مردوں کو تو اس طریقہ پر عمل کرنا آسان ہے، اب قابل غوریہ ہے کہ عورتوں کے لئے اس کا طریقہ کیا ہے؟ اور یہ سوال واقعی بہت اہم ہے۔

سو جواب یہ ہے کہ اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ عورتیں بھی انہی بزرگوں سے فیض حاصل کریں جن سے مرد فیض حاصل کرتے ہیں، مگر یہ ذرا دشوار ہے کیونکہ اول تو مردوں اور عورتوں کا ساتھ کیا۔ دوسرے پردے کی وجہ سے شیخ کو ان سے مناسبت کا مل نہیں ہو سکتی اور بدلون مناسبت کے نفع کا مل نہیں ہوتا اور بزرگوں کے سامنے آنا اور ان سے پرده نہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں جن عورتوں کا باپ یا خاوند قابل ہو وہ ان سے فیض حاصل کر سکتی ہیں مگر سب کے توباپ اور شوہر کا مل نہیں ہوتے، اس لئے یہ طریقہ کافی نہیں۔

دوسرے طریقہ یہ ہے کہ مرد کا مل مردوں سے فیض لیں اور عورتیں کا مل عورتوں سے اور اصل قیاس کا مستفہی بھی یہی ہے کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے **كُوْنُواَمَعَ الْصَّدِيقِينَ** (اور پچوں کے ساتھ ہو جاؤ) اسی طرح عورتوں کو حکم دیا جائے **كُنَّ مَعَ الصَّدِيقَاتِ** (اے عورتو! تم سچی عورتوں کے ساتھ ہو جاؤ) مگر اس پرسوال یہ ہوتا ہے کہ کیا عورتیں بھی کامل ہو سکتی ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ہاں! قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی کامل ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کو صادقین فرمایا ہے، اسی طرح عورتوں کو صادقات فرمایا ہے، چنانچہ سورہ احزاب کی آیت میں یہ بھی ہے **وَالصَّدِيقَيْنَ وَالصَّدِيقَاتِ** (سچے مرد اور سچی عورتیں) اور صادقین کے معنی کاملین کے ہیں تو صادقات کے معنی کاملات کے ہوئے، اس سے عورتوں کے بھی کامل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ تو عورتوں کی اصلاح کا سب سے اچھا طریق یہ ہے کہ جو عورتیں کامل ہوں یہ ان کی صحبت میں رہیں مگر افسوس ہے ہمارے طبقہ اناث پر کاج کل ان میں کامل بہت کم ہیں۔

اصلاحِ نسوان کی پہلی صورت: لہذا جن کے محارم میں سے کوئی کامل ہو وہ اس سے مستفیض ہوں، یعنی جس کا خاوند کامل ہو وہ اپنے خاوند سے فیض حاصل کرے مگر اس میں یہ مشکل ہے کہ شوہر تو (بیوی کا) بعض جگہ غلام ہے ورنہ برابر کا دوست تو ہے ہی۔ شوہر کی تعظیم و تکریم عورتیں اس درجہ نہیں کرتیں جتنی مردی کی تعظیم ہونی چاہیے اور بدلون اس کے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ نیز بیوی کو شوہر سے ویسا اعتقاد بھی نہیں ہوتا جیسا دوسروں سے

اعقاد ہوتا ہے گوپنا شوہر کتنا ہی بڑا کامل ہو، ہمارے حضرت حاجی صاحب علیہ السلام کے گھر میں جو پہلی بیوی تھیں باوجود یہ کہ حضرت کی بہت فرمابند تھیں مگر بیعت ہونے کو وہ حضرت مولانا گنگوہی علیہ السلام سے کہتی تھیں، حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ آپ حضرت حاجی صاحب سے کیوں نہیں بیعت ہو جاتیں، بھلا حاجی صاحب کے ہوتے ہوئے مجھ سے بیعت ہونا کیا مناسب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب کے کمال میں شبہ نہیں مگر میں ان سے بیعت نہیں ہوتی، میں تو آپ سے ہی بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ (پھر معلوم نہیں کہ حضرت گنگوہی علیہ السلام نے ان کو بیعت کیا یا نہیں مگر دیکھ لجئے کہ ان کو حاجی صاحب سے بیعت ہونا منظور نہ تھا بلکہ ان کے خلافاء سے بیعت کی درخواست کرتی تھیں۔)

اور حضرت حاجی صاحب علیہ السلام کی دوسری بیوی تو سنائے کہ بہت ہی نیک تھیں۔ جن عورتوں نے ان کو دیکھا ہے وہ کہتی ہیں کہ حاجی صاحب میں اور ان میں صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت مرد تھے اور وہ عورت تھیں اور پچھلے فرق نہ تھا۔ سنائے کہ وہ مثنوی کو بھی خوب سمجھتی تھیں اور یہ دوسری بیوی حضرت حاجی صاحب کی مانگتیر تھیں، پہلے ان سے حضرت کی مانگنی ہوئی تھی مگر حضرت کے انکار کی وجہ سے نکاح نہ ہوا تھا، کسی دوسرے سے نکاح ہو گیا تھا۔ پھر شوہر اول کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان سے دوسرا نکاح کر لیا تھا۔

اصلاحِ نسوان کی دوسری صورت: تو اگر خاوند سے بھی فیض حاصل نہ کر سکیں اور اپنے محارم میں بھی کوئی کامل نہ ہو تو اب دوسری صورت یہ ہے کہ بزرگوں کی کتابوں اور ان کے مفہومات و موازنے کا مطالعہ کیا جائے، بزرگوں کی تصنیف اور ان کے مفہومات میں بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے، گو بالکل اس کے برابر نہ ہوگا مگر اس کے قریب ضرور ہوگا تو اگر عورتوں کو بزرگوں کی صحبت میسر نہ آ سکے تو ان کے مفہومات اور احوال موجود ہیں ان کو بھتی رہا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ! کمال ضرور حاصل ہوگا۔

(خطبات حکیم الامت: ج ۲۰ ص ۹۸ تا ۱۰۳)



عظمیم الشان منزل کار ہبز بھی بہت قیمتی ہوتا ہے

دوستو! کیا کہوں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ یہ بتاؤ کہ اللہ قیمتی ہے یا نہیں؟ اس سے بڑھ کر کیا دنوں جہان میں کوئی چیز قیمتی ہے؟ توجہ اللہ سب سے قیمتی ہے تو اس کا راستہ کتنا قیمتی ہوگا؟ شیخ کی قیمت اسی لئے ہوتی ہے کہ جو سب سے قیمتی اللہ ہے، شیخ اس کا راہبر ہے، شیخ راہبرِ راہ خدا ہے، اللہ کے راستے کا راہبر ہے۔ ایک آدمی آپ کو بھنگی پاڑے لے جا رہا ہو راستہ بتانے کے لئے، گڑ کی صفائی کے لئے بھنگی کی ضرورت پیش آگئی، اب آپ کو بھنگی پاڑہ نہیں معلوم کہ کہاں ہے جہاں بھنگی لوگ رہتے ہیں تو آپ یہ بتائیے کہ وہ راستہ قیمتی سمجھا جائے گا؟ اس کے راہبر کی زیادہ قیمت نہیں ہوگی، بس وقتی ضرورت ہے، بعد میں آپ اس کو سلام بھی نہیں کریں گے لیکن جو اللہ والہ اللہ کا راستے طے کراہ رہا ہے اس کا کیا مقام ہوگا، جس کو پیر و مرشد کہتے ہیں، اس کی قدر بھی کم لوگ جانتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی عین اللہ فرماتے تھے کہ ایک گاؤں میں کسی نے پوچھا کہ یہاں ہلدی کا کیا بھاؤ ہے؟ ایک ستر اسی سال کے بڑھنے نے کہا کہ میاں! تم بیوقوف ہو، ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا، جتنا چوٹ میں درد ہوتا ہے اس کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو اللہ کی پیاس ہو، اللہ کی طلب ہو، جو اللہ کی محبت میں بے چین ہو، اس سے پوچھو کہ جب کوئی راہبر، رہنما اور پیر میں جاتا ہے تو اسے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ ایک بات اور بتا دوں کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے راستے میں اگر آپ نے نظر بچا کر تھوڑا سا غم اٹھایا تو بتاؤ! یہم اللہ کے راستے کا ہے یاد نیا کے راستے کا ہے؟ (اللہ کے راستے کا) توجہ اللہ کا راستہ قیمتی ہے تو اس کے راستے کا غم قیمتی ہوگا یا نہیں؟

اب آخرت یہ کہتا ہے کہ خدا کے راستے میں غم اٹھا کر نظر بچالینے کا غم سارے غموں پر اتنا قیمتی ہے، اتنا قیمتی ہے کہ سارے عالم کی خوشیوں کو ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دیں اور اللہ کے راستے کا ایک ذرہ غم دوسرا پلڑے میں رکھ دیں تو سارے عالم کی خوشیاں اگر اس غم کو سلامی پیش کریں تو اس غم کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے، یہم خوش نصیبوں کو ملتا ہے، قسمت والوں کو ملتا ہے۔ کیا مرنے والوں پر مرتے ہو، ایک ہمارا مولیٰ ہی ایسا پھول ہے جو بھی نہیں مرجھائے گا، دنیا میں بھی تروتازہ، آخرت میں بھی تروتازہ اور جنت میں بھی تروتازہ، بس اُسی پیارے مولیٰ سے دل لگاؤ۔ تجھ گزار شاعر اصغر گونڈوی عین اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ کیسے ملا؟ یہ درود لیسے ملا؟۔

| | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ہم نے لیا ہے درود کھو کے بہارِ زندگی | اک گلی تر کے واسطے میں نے چن لٹا دیا |
|--------------------------------------|--------------------------------------|

ایک تروتازہ پھول یعنی اللہ کو پانے کے لئے میں نے سارے مرجھانے والے پھولوں کو خیر باد کہہ دیا۔

(اقتباس از موالی آخرت نمبر ۲۰: انجام عشقِ مجازی اور سفر نامہ حرمین شریفین)

یہ کتاب ادارہ ہدایت سے بلا معاوہ درجہ تقدیم کی جاتی ہے
اس کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے